

پنامہ دیوبند



تاریخ میون میں ایک چڑاغ

ایڈیٹر: عاصم غمانی (ناشر دیوبند)

سالانہ آفیویڈی

پنامہ

کیونز م کے خدوخال نمایاں کرنے والی کتابیں

ادب میں ترقی پسندی

تاریخ اسلام
ترقی پسند تحریک کا بے لاگ تاریخی اور ظریفی
جائزہ، گوپاں شل کے قلم سے۔ اپنے وضوح پر ملے
کتاب جس کا ترجمہ کئی فریلی زبانوں میں ہوا۔ محفوظ عصہ سوز و گل
قیمت ایک روپیہ۔ الحیری ایڈیشن درود پیے۔
نامی دارا

سورہ مکہ بار

نیک اور بڑی کی اذکی شکل کی خالی غزل
موجودہ صدی کا ایک علمی ناول۔ روی ادب کا شل رہے تو پڑھ
مترجم گوپاں شل قیمت درود پے ۵۰ پیے۔
رعی حکم وہاں
لشیں عدہ ترتیب
حوالہ مسائل میں

لنین

انقلاب روس کے بانی نکولای لنین کی
تربیت سوچ عمی، لینین سے ترقی پر طرف کھٹکا
ڈیوڈ شوب کے قلم سے۔ مترجم گوپاں شل۔ ۲۰۰۰ پیے
قیمت ایک روپیہ۔

علمی سیاست میں جہوریت

بین الاقوامی سیاست میں جہوریت کے کچھ فن تفسیر ای
جهوری اصولوں کی کارفرائی کے امکانات کا سوال و مسالہ
تجھریہ۔ موجودہ علمی سیاست کے پرچھ راجنا کوئی تفسیر
مجھے کیے اس کتاب کا طالب میں ضروری جعلی تفہیم میں
گوپاں شل۔ ۱۰ صفحات۔ قیمت ۵۰ پیے۔

قائد اسلام

انیس سوچ راسی

جارج آرولی گلائم ناول جس میں تاریخ حقائق کی
کا اگر نظام جگہ کرو درکائی تو اسے حل کر یکتا ہمچہ ہر سلسلان کو
گا۔ ۱۹۸۲ میں دنیا کا جو نقش پوچھتا ہے، ایک سوت کوئی
بیانک تصور ہے۔ مترجم سید مل داطی۔
سائنس ہمہم بے
جاںیں جس

تلعیت میں ورح تصویر

کیونز م پر ایمان لانے کے مرک بنے۔ اس کے بعد انھوں
نے اس روحانی کوب کا ذکر کیا ہے جس نے ان کے ایمان
میں رخنے والی دیے۔ مترجم گوپاں شل۔ ۲۰۰ صفحات
قیمت ایک روپیہ۔

عثمان بطور

چین کے مجاہد عثمان بطور اور ان کے ساتھیوں کی
دول ایک سرگزشت جن کے مجاہدین کی یادداشت کردی۔ ان
اسلام کے دو اول کے مجاہدین کے یادداشت کردی۔ ان
مجاہدین کی سرگزشت جنوں نے اپنے مذہب و روحانیتے
کو احادیث نبی مسیح سے بجا نے کے لیے اپنے خون کا آخری
ظروہ نہ کہ بہادیا۔ مترجم شاپاحمد بلوی۔ ۳۵۲ صفحات۔
قیمت ایک روپیہ ۲۵ پیے۔

آج کا چین

شہر بند و سانی عالم دیا ایس چند چکروں سفر نام
کیوفت چین کی نہنگی کے بر سلوب کا سیرا صل تجہیز۔ مترجم
مولانا محمد عثمان فارقلیط۔ ۲۰۰ صفحات۔ قیمت ایک روپیہ

سرگزشت امام

چین کے شہر امام کا داؤجان کی آپ بیتی۔
جو اسلام کی خدمت کرنے والا گرسے چین گئے اور خدمت
دین کی پاداش میں کیوفت مظلوم کا سانساکی۔ مترجم
محمد صیر صاحب میر وزنامہ دعوت۔ دہلی۔ ۲۰۰ صفحات۔
قیمت ۵، پیے۔

اور یا گسی بہتارہ

دوسھری دوں کی کہانی جو سیاست کی ترباگ کا
پر جیعنی چڑھا دیے گئے جن کے تعلق کی چین خواہی
اور بہتر نہیں کی مخصوصہ آرزوؤں کو کیونٹ جکڑاں
کے تسبیبات کا سیل اور غصب ناک یا گسی کی طوفانی
لہریں یہاں لے گئیں۔ مترجم جلیس عابدی۔ ۱۰۰ صفحات۔
قیمت ایک روپیہ ۲۵ پیے۔

چین کے مسلمان

یہ مسلمات افراد آن بچہ چینی مسلمانوں کے تاریخی
حالات اور ان کی موجودہ حالات پر روشنی ڈالتا ہے۔
پیش نظر مولانا محمد عثمان فارقلیط۔ ۲۰۰ صفحات۔ قیمت
۲۵ پیے۔

آزادی کا ادب

ہندوستان اور پاکستان کے تعلیمی شاعروں غافلگارو
اد ناقدوں کی تختہ تحریریں مرتباً گوپاں شل۔ قیمت ایک روپیہ۔

پتھر کے دیوتا

دنیا کے پچھوڑا دیوبند کی آپ سنتیاں۔ ان
آپ سنتیوں میں انھوں نے ان اسابا پر روشنی ڈالی ہے جو

اس پتے سے منگائیے، مکتبہ تجلی۔ دیوبند ضلع سہاران پور (یو۔ پن)

اپھی کتاب میں

ارشادات کی روشنی میں تصوف کے حیرہ را وحیت کی نشان دہی۔ دلچسپ اور فکر انگریز مجدد تینوں روپ پرچم پریے ہوئے ہیں ہوائی اخلاق سوز و لاراز، اخلاق اور دلکشی کا جیجنی خالد ساد و حبیقی دیوبند دہ دے۔

حضرت عثمان غنی رض آپ کی پوری سیرت حالات شہادت تمام اعترافات والزمات کے مدل جوابات اعلیٰ درج کی چیز دو جلد و نہیں سہل دس روپے سیاست الصالحین ایام نوی کی مشہور کتاب سیاست ساختہ ہے ۲۲۳ آیات اور ۱۸۹۱ میں احادیث کا فقیہ ذخیر کامل دو جلد و میں بیس روپے۔

امتحان دنیا کی مسئلہ عربی و لکھنواری اور دو ترجیح کے ساتھ بہت مختیم، سینکڑوں تصویروں کے ساتھ مجلہ تینیں روپے۔

معراج المؤمنین قرآن و حدیث کی روشنی میں نماز کے معارف پر روحانی بصائر کا مفصل مجموعہ۔ قیمت دو روپے۔

رکعات تراویح تراویح کی تعداد اور اس کے تعلق اخلاقی امور پر نورانی حبیب الرحمن الاعظمی کی تفہیم کتاب۔ ڈیڑھ روپیہ ۰/۵

سفرہ مسلمان پارہ الف بیجے پارہ عمر کے بعد سفرہ مسلمان کو اس سے ضرور باخبر ہونا چاہئے کہ عقائد کی وہ فتنہ پرستا ہے۔ میرت کوئی ہے جو حضوری عقائد اسلامیہ کی حیات ہے پسیل دلائل اور اکتاب، انسیاتی، روحانی، اخلاقی اور منطقی تجزیہ۔ قیمت مکمل چار روپے۔

مکتبہ تحفی دیوبند۔ (یوپی)

شمس نوید عثمانی کے مطبوعہ اگر تاریخی اور نظریہ امام مسلمان ہیں؟ اور غیر مطبوعہ شرپاروں کا باوں ہیں ہوائی اخلاق اور دلکشی کا جیجنی خالد ساد و حبیقی دیوبند دہ دے۔

ناوی دارالعلوم (دیوبند) مسند قادری جو طرح کی بارہ نکش کی خیال نوز، مسائل میں آپ کی دینی رہنمائی کرتے ہیں۔ یہ مجموعہ مکمل ادب کا شناخت رہتے تو ضرورت کے وقت کسی بھی مسئلے کے متعلق دیوبند دے۔

رعی حکم وہ ایت کا علم حاصل کرنا آسان ہو جاتا ہے تازہ تیش عده ترتیب اور اپھی طباعت کے ساتھ مکمل آٹھ گانی نکولائیں کی بول کی قیمت اکیس روپے میں جلد در دو جلد پرچم روپے) فرمی بیمار کھلکھلہ دیوبند میان فی علوم القرآن (تفسیر عثمانی کا مقدمہ مگو پال میں ۲۲ روپیہ ہے جسے ہے تو مقدمہ

را پسے کثیر علم و معارف اور سیر حاصل مباحثت کی وجہ میں ہبھروتی سے مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے مطالعہ میں ہبھروتی کے کوئی فن تفسیر اور علوم قرآنیہ کے لطف و فتن اسرار اور اسی کے امکانات کا پیوں و میانی سے واقع ہوں گے اگر تفسیر عثمانی کے تکمیل و حسنہ کوئی تفسیر آپ کے زیر مطالعہ ہے تب بھی یہ مقدمہ طالب و حضوری پہلی تفہیم میں مدد دے گا۔ چھ روپے۔

تائد اسلام (حقانی) اسلام کی بنیادی عقائد پر وچوراہی متعارف کتابیں ہیں مگر مولانا ہم ناول جس میں تائید حقانی کی کتاب تائید حقانی اسلام صرف اول کی جیز بھی کی اسے جل کر کتنا ہمگم ہر مسلمان کو اس سے ضرور باخبر ہونا چاہئے کہ عقائد کی وہ فتنہ پرستا ہے۔ میرت کوئی ہے جو حضوری عقائد اسلامیہ کی حیات ہے مانہ ہوئم بے خبری میں کسی ایسے تھیڈے سے ہے ہی داس جائیں جس کے تغیر ایمان و اسلام کا اعتبار ہی بارگاہ شرعاً ہوتا۔ قیمت چار روپے۔

روح تصوف صحابہ علماء اور شاعر و صوفیار کے پیلی

ادبیات

۶ -	کلیات اقبال
۴ -	" جگر
۷ ۵۰	" حضرت مولانا فیض
۹ -	شرح بانگ درا
۵ -	شعلہ طور جگر
۵ -	" آتش گل "
۳ -	گلستانگ حرم زائر حرم مجید لکھنؤی
۹ -	گاشن بے خار قدڑکہ شعر لے اردو زبان مصطفیٰ خاں نعت
۳ -	تفسیر عجم اردو علامہ اقبال
۸ -	ضم خانہ رعشت جمیعہ کلام امیر بیانی
۱ ۵۰	غالب کی باتیں دمزاغ غالب کی پچھپے خصیت کی جملیں
۲ -	زربان (مضمون شگاری کے فرضیہ عمدہ مضامین کے ساتھ)
۶ -	شرح بال جبریل غلام رسول پیر
۳ -	سچی باتیں مولانا عبدالمadjed دریا بادی
۳ -	ہوتی ہے بحرپیدا۔ اسلامی بحثات کے ہوئے ایک دلخواہ
۵ -	مکتوبات سلیمانی مولانا عبدالمadjed دریا بادی
۲ ۵۰	مطالعہ اسلامیات

مختالف موضوعات

۶۰ -	چالیس بیتیں
۳۰ -	فتاویٰ اعلیٰ حضرت بریلوی
۱۳۰ -	وہابی کی پہچان
۱ -	تقریر کیجیے (رد بدعت میں تقاریر اور طریقہ تقریر)
۵۰ -	اسلامی غصیبے (پیداالش سے مبوت تک)
۲۵ -	تحفہ اشنا و عشرت پر (رد شیعہ میں)
۱۵ -	آیات بینات مکمل ہر دو سہ در روشنیت میں
۱۸ -	کتاب التوحید (رد بدعت میں)
۳ -	ہدایت الشیعہ (مولانا شید احمد نکوہی)
۱ -	چیستان مرزا (قادیا یتیت کے رد میں)

فتاویٰ عبدالحی مولانا عبدالحی لکھنؤی کے قاتوں
کا شہرت یافتہ جمیع عده جسدیں

ایڈریشن) قیمت مجلد پندرہ روپے۔

اعیان الحجاج (پیغمبر و مصحابیوں، محمد توں اور
کے ایمان افراد، محققانہ اور دلچسپ قصہ۔ مولانا صدیب
الرحمن الاعظمی کے قلم گہرہ قسم سے سازھتے تین روپے
مجلد پانچ روپے۔

رسہبہر حجاج (یہ بھی مولانا اعظمی کی تالیف ہے
حج کا ارادہ رکھنے والوں کے لئے
عمدہ رہنمائی۔ ۵ پیسے۔

زبدۃ المناسک (مدنی مکمل) (مولانا رشد احمد نکوہی
کی مشہور کتاب فاضاً
مفیدہ کے ساتھ اسیں مسائل حج کو نہایت شرح و
بسط سے بیان کیا گیا ہے مجلد آٹھ روپے۔

ترجمہ ان القرآن (تفصیلہ لانا آزاد) (دو مجلدیں تو
اپنی زندگی ہی میں مرتب کر گئے تھے تیسرا جلد کا جو مواد
وہ تجویز کرنے اسے بھی غلام رسول مہر نے مرتب کر دیا۔
اب یہ تیسرا جلد یہ آپ ۳۸ روپے میں طلب
فرما سکتے ہیں۔ آج تو چھینیت مہیا ہیں مل کل خدا جانے۔

تفویش زندگی (مولانا محمد علی صدقی کے خطوط
حوالی و درستی معارف کا خزانہ اور سوز و گذار میں ڈوبے
ہوئے انکار کا گلہ دستہ ہیں جلد ساڑھے پانچ روپے

اویسا سے ملتان (سید محمد اولادی کیلائی) (ملتان کی
تاریخ اور اس سرزمیں کے ممتاز اولیاء کے تفصیلی
حالات تدیم و جدید تاریخی مذہبی جمع کئے گئے ہیں چھ رشی



مولانا مودودی کی کتابیں

نمبر	عنوان	تاریخ	تفصیل
-	غیر مجدد	-	اسلام کا اخلاقی نقطہ نظر
-	بسی کا سفر	-	دعوت اسلام میں خواتین کا حصہ
-	جماعتِ اسلامی کی دعوت	-	تفسیر سورہ احزاب علیکسی تفہیم کی جلد چھارم کا حصہ جلد ۱
-	زندگی بعد دعوت	-	تفسیر سورہ لور
-	سیلادالذبیح	-	رسائل و مسائل
-	ایک اہم استفارہ	-	اول جلد
-		-	جلد دوم
-		-	جلد سوم
-		-	تفسیر سورہ احزاب علیکسی تفہیم کی جلد چھارم کا حصہ جلد ۲
-		-	جلد
-		-	اول جلد
-		-	جلد دو
-		-	سوم
-		-	حقائق الزوجین (اضافہ شدہ ایڈشن)
-		-	مسئلہ جبر و قدر (اضافہ شدہ پاکستانی ایڈشن)
-		-	قرآن اور حدیث (رف)
-		-	قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں
-		-	تفہیمات۔ تکملہ ہر دو حصہ
-		-	حقیقت ایمان
-		-	حقیقت اسلام
-		-	حقیقت صوم و صلوٰۃ
-		-	حقیقت زکوٰۃ
-		-	حقیقت حج
-		-	مسئلہ قربانی شرعی اور عقلی نقطہ نظر سے
-		-	توحید رسالت کا عقلی ثبوت
-		-	غیر مجدد
-		-	اسلام کا نظام تعلیم
-		-	ایمان اور آزمائش
-		-	بناؤ اور بگاڑ
-		-	تعلیمات
-		-	اسلام اور ضبط و لادت
-		-	نشان راہ
-		-	خطم بنوت
-		-	شہادت حق
-		-	مسئلہ تعداد ازدواج
-	مولانا ابوالکلام آزاد کی کتابیں	-	
-	تبرکات آزاد	-	
-	آزاد کی تفسیریں	-	درف کا غندہ غیر مجدد
-	جامع الشواهد	-	
-	درس دقا	-	

۲	۵۰.	حضرت عمرو بن العاص (فاتح مصر) مجلد امسہ اور اکابر کی سیرت و سوانح	۵	-	غبار خاطر
۱۲	-	حضرت امام ابوحنیفہؓ کی سیاسی زندگی مجلد آثار امام ابوحنیفہؓ	۲	۵۰.	مضامین المسال
۳	۵۰.	آثار امام ابوحنیفہؓ	۳	-	ظہریات آزاد
-	۲۵.	امام اعظم (حضرت سوانح)، غیر مجلد	۲	۲۵.	قول فیصل
-	۸۵.	مناقب امام ابوحنیفہؓ	۲	-	مسلمان عورت
۱۲	۵۰.	آثار امام محمد و امام ابویوسفؓ	۲	-	صدائے حق
۹	-	حیات امام احمد بن حنبل (از ابوزہرہ)	۱	۵۰.	مضامین آزاد
۲۱	-	حیات امام ابن تیمیہ د د د	۱	۵۰.	مقابلات آزاد
۱۲	-	حیات امام ابن قیمؓ مجلد	۸	-	شہید اعظم
۱۲	-	آثار امام شافعیؓ	۸	-	آزاد کے انسانے
۱۰	-	حیات امام ناکاؓ	۶	-	مولانا ابوالحسن علی ندوی کی کتابیں
۱۵	-	سیرت سید احمد شہید غلام رسول مہر	۶	-	تاریخ دعوت و عزیمت - جلد اول مجلد
۱	-	حیات امام طحاویؓ	۵	-	" " " جلد دوم "
-	۵۰.	سوارک بچے (بزرگان دین کے حالات)	۵	-	عرب قوم پرستی اسلامی نقطہ نظر سے خطرناک کیوں؟
۱	۵۰.	حضرت رابعہ بصریؓ	۳	۵۰.	اسلام اور ضریبیت کی شکش
۱	۲۵.	حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحم	۱	۵۰.	انسانی دنیا پر مسلمان کے خروج و زوال کا اثر
۲	۸۵.	سوانح محمد بن عبد الوہابؓ	۶۵	-	مکاتیب مولانا الیاس
۲	۵۰.	سوانح خواجہ عین الدین شیخیؓ	۷	-	تصانیف مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحم
۳	-	علمائے سلف اور تابیین علماء	۳	-	تفہیق حلقہ علیحدہ پارولیں مکمل مجلد درچار جلد
۳	۷۵.	تذکرہ آزاد (مولانا ابوالكلام آزاد)	۳	-	البیان فی علوم القرآن غیر مجلد
۳	-	حیات ائمہ (علامہ الزرشاہ کشمیریؓ کی سوانح)	۳	-	عقائد اسلام
۱۲	-	اخبار الاحیا (رسوفیت کرام کے حالات)	۳	-	مجلد
۶	۷۵.	سفیہۃ الاولیاء (اویاء اللہ کے حالات)	۳	۲۵.	ایمان کیا ہے؟
۲	۵۰.	ملفوظات اویاء د اویاء اللہ کے ملفوظات	۱	-	تصانیف جناب اللہ صدیقی
۱۲	۹۰.	طبقات الاولیاء اور الطبقات الکبریٰ کا ارد و ترجیح	۱	-	تاجدار مدیر پریمیک شہزادیاں
۳	۵۰.	اعیان الحجاج (اویاء اللہ کے واقعات مفرج)	۱	-	حضرت عالیہ صدیقہؓ
۵	۵۰.	لبستان الحدیثین	۱	۸۸	حضرت معاویہ بن ابی سفیان
مکتبہ بھلی - دیوبند - (یونی)		۱	۵.	مجلد	

۱۲	پہلا	فقة الاسلام۔ مصنفہ: حسن احمد الخطیب متوجه حافظ رشید احمد ارشد	۳۶	پہلا	تاریخ اسلام (مکمل تین حصے)۔ مصنفہ: مولانا اکبر شاہ خاں بخیب آبادی۔
۶	-	صحابیات۔ مصنفہ: نیاز فتح پوری سفینۃ الاولیاء۔ مصنفہ: شہزادہ داراشکوہ ترجمہ محمد علی لطفی	۱۲	-	تاریخ الحلفاء۔ مصنفہ علامہ جلال الدین سیوطی ترجمہ اقبال الدین احمد
۶	۵	سیرت محمدؐ۔ سری احمد خاں	۱۵	-	فتح البلدان۔ مصنفہ البازری۔ ترجمہ ابوالآخر روودودی
۱۲	-	الادب المفرد۔ کتاب زندگی۔ مصنفہ حضرت امام بخاری ترجمہ: مولانا عبد القدوں ہاشمی سیاست نامہ۔ مصنفہ: نظام الملک طوسی۔	۲۱	۵۵	تاریخ غناظہ حصہ اول، مصنفہ اسان الدین ابن الخطیب ترجمہ: سید احمد ائمہ زادہ مکمل (دو حصے)
۸	-	متوجه: شاہ جہاں کے ایام اسیری مترجمہ: خلیفہ محمد حسین او رہبہ او زنگ زیب ا مرحوم ماڑھ عالمگیری مصنفہ محمد ساقی مستعد خاں۔	۱۷	۵۰	تاریخ فاطمین مصریک مصنفہ: ڈاکٹر زادہ علی شاہ جہاں کے ایام اسیری مترجمہ: خلیفہ محمد حسین
۷	-	متوجه: شاہ حسن عطا۔	۱۲	-	اقبال نامہ جہاگیری۔ مصنفہ مرتضیٰ استدخان ترجمہ زکریا مامل۔
۶	۴۵	فلسفہ اسلام۔ مصنفہ: ڈی اولیری مترجمہ مولوی احسان احمد	۱۲	-	اقبال اعلیٰ طالب ماڑھ زکریا مامل۔
۱۸	-	آیات بیانات۔ مصنفہ حسن الملک مکمل دو حصے	۶	-	تاریخ فردشہی۔ مصنفہ سراج عضیف مترجمہ قد اعلیٰ طالب
۹	۵۵	تجددید دین کامل۔ مولانا عبدالباری ندوی	۶	-	سفرنامہ ابن بطوطہ۔ (مکمل دو حصے) اردو ترجمہ
۹	۵۵	تجددید معاشیات۔ مولانا عبدالباری ندوی	۱۰	۷۵	اسان کامل۔ مصنفہ سید عبدالکریم الجیلی ترجمہ فضل میرزا ائینہ حقیقت نما۔ مصنفہ اکبر شاہ خاں بخیب آبادی
۸	۲۵	تجددید تصوف و سلوک۔ = " = "	۱۲	-	حضرت امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی۔ مصنفہ علامہ مناظر احسن گیلانی
۶	-	تجددید تعلیم و تبلیغ۔ = " = "	۱۵	-	حضرت عثمان و حضرت علی۔ مصنفہ ڈاکٹر طاہ سعین ترجمہ عبدالجید فرمائی
۷	۵۰	تدذکرہ شاہ ولی اللہ مناظر احسن گیلانی	۱۰	۷۵	حضرت ابوالکھدیق میڈن۔ مصنفہ ڈاکٹر طاہ سعین وفاروق اعظم ترجمہ شاہ حسن عطا
۷	۲۵	الدین اقیم۔ علامہ مناظر احسن گیلانی	۱۲	-	حضرت علی بن العاصی۔ مصنفہ علامہ محمد فرج مصری
۷	۲۵	حضرت ابوذر غفاری۔ مناظر احسن گیلانی	۱۲	-	حضرت حمزة محمد پانی بیتی
۸	۲۵	تاریخ فلسفہ اسلام اشتو و محمد طفی جبو مصری، تاریخ ہزار سال پہلے۔ مولانا مناظر احسن گیلانی	۱۲	-	حضرت ابوالکھدیق میڈن۔ مصنفہ ڈاکٹر طاہ سعین ترجمہ عبدالجید فرمائی
۳۹	۵	مغلیہ دو حکمرات۔ مکمل از بابر تا محمد شاہ دعوت اسلام بارو۔ (از سرخ حامس آرڈلڈ)	۱۲	-	حضرت علی بن العاصی۔ مصنفہ علامہ محمد فرج مصری
۹	-	اصول تفسیر۔ اشتو امام ابن تیمیہ	۶	۷۵	حضرت امام ابن ائمہ۔ مصنفہ علامہ محمد فرج مصری
۱	۵۵	" مع عربی مولانا محمد بالک	۱۲	-	حضرت علی بن العاصی۔ مصنفہ علامہ محمد فرج مصری
۵	-	انتساب مکتبات مجدد الف ثانی مجلد ضبط و لادت۔ عقلی و شرعی حیثیت سے	۱۲	-	حضرت امام ابن ائمہ۔ مصنفہ علامہ محمد فرج مصری
۱	۵۵	(از مفتی شفیع)	۱۲	-	حضرت علی بن العاصی۔ مصنفہ علامہ محمد فرج مصری
۹	-	علم الکلام اور الکلام۔ مکمل علامہ شبیح نوابی	۱۲	-	حضرت علی بن العاصی۔ مصنفہ علامہ محمد فرج مصری
۱	۲۵	کرامات ابدادیہ	۱۲	-	حضرت علی بن العاصی۔ مصنفہ علامہ محمد فرج مصری

مختلیبہ دور حکومت [منتخب الباب] اردو لیان
نظام الملک خانی خان کی ایڈیشن۔ میں سکھل چار جلدیں ۱۳۹۰ روپے پچاس روپے۔
تاریخ تمدن اسلام [ابرجی زیدان کی شہر و
آنکھوں تصنیف۔ ترجمہ دوال اور شگفتہ۔ آٹھ روپے پچھتر پیسے۔ ۵/۲۵]
تاریخ انگلیس [اسلام کی رشیت تاریخ کا
ایک عظیم باب۔ ۱۴/۵]

تدذکرہ شاہ ولی اللہ [از: مولانا مناظر احسن گیلانی]
اغلاط سے پاک تازہ ایڈیشن۔ ساڑھے چار روپے ۴/۵
اسلامی معاشیات [از: مولانا مناظر احسن گیلانی]
کتاب کی اہمیت نامے طاہر ہے۔ مجلد بارہ روپے ۱۲/-
زاد المعاو [سیرت اور معارف دین پر حافظ ابن القیم کی شہرہ آفاق کتاب کا اردو
ترجمہ سکھل چار جلدیں ۱۳۹۰ روپے پچھتر پیسے۔

کمیوزر م کے خروجی

تین انقلاب امریکی، فرانسیسی، اور رومنی انقلابوں کا موازنہ قیمت ۱۷۵/-
اویس اور گیسا رہنیاں سیاسی جابریوں کے مقابلے میں اویسوں کی بے بسی ایک داستان عبرت ۱۷۵/-
شہری نہیں۔ ان کا جائز اور ناجائز استعمال اور تاریخ قیمت ۱۵/-
نیات امرانج۔ اپنی آزادی کو قائم رکھنے کے لئے نئے سامراج کے ہتھکنڈوں کو سمجھنا ضروری

خوشحالی کی تلاش۔ چین اور ہندوستان کی معاشی دولت کا تجزیہ۔ قیمت ۵/۵.
کمیوزر م اور زراعت۔ روس، جرمنی اور چین میں زراعت کی کیفیت اور طریقہ قیمت ۱۴۵/-
اتحاد ہماری ہار۔ کمیوزر م کے حسین فروہ اتحاد ہماری جیت ہے۔ کی اصل حقیقت دیکھنے کے لئے

اس کتاب کا مطالعہ کریں قیمت ۱/-
پڑا من چلہ۔ کمیوزر م کے ان طور طریقہ کی تفصیل جنکے ذریعہ وہ کمیوزر م بھیلا تے ہیں اور
ان کا تجزیہ۔ قیمت ۱/-

کتابوں کا بڑا مرکز

مکتبہ تجلی - دیوبند - یوپی - (انڈیا)

تاریخ و تحقیق

کیا ہم مسلمان ہیں؟
عورت کیا کچھ کر سکتی ہے؟
بیوہ زندگی اسلامی نقطہ نظر سے
تحریک اسلامی دوسری تحریکوں کے مقابلے میں
اسلام اور انسانی قانون
اسلام اور اجتماعیت
آلات جدیدہ کے شرعی احکام
تحقیق اسٹم اعظم
سجدہ لشمنس (علام مشییر احمد عثمانی)
مجزہ کیا ہے؟ (مولانا محمد طبیب)
رحمت للعالمین خور د دہڑیں کی نظریں)
تحقیق سید و مدادات (محمود احمد عباسی)
تحقیق مزید سلسلہ خلافت معاویہ یزید (محمود احمد عباسی)
اسباب زوال امرت و تشكیل اسلام (مصری)
تاریخ اسلام کے ہیرت انگریز لمحات مجلد کتم
سدت خیر الانام

تاریخ عجیب (عرف کالاپانی)
فرعون و کلم کی داستان شکمش
کیا پروہ ملک کی راہ میں رکاوٹ ہے؟
کیا دین فائم ہے؟
خلافت بن امیم مکمل ہر وحدہ حصہ (بن الدین ابن الائیرجزی)
تاریخ شیرشاه سودی مکمل مجلد
آداؤں کا تحقیق جائزہ
اوئار اور عقیدہ رسالت مکمل ہر وحدہ حصہ
مقدمہ ابن خلدون مکمل مجلد

حضرت حضرت خلیفہ وسلم کی سیرت پر
زاد المعاویہ زاد امام حافظ ابن قیم مکمل مجلد و چاہیہ جلد
سیرت محمدیہ (سر سید احمد)

۲۵	دیوبند	رحمت للعالمین جلد ۴ (فاضی سلیمان منصور پوری)
۱۱	۲۵	حیات سرو رکائیت مکمل (ملا واحدی)
۸	-	خصوصی نبوی و شمال ترمذی مترجم اردو (مولانا زکریا)
۱۰	-	اصح الشیر (مولانا ابوالبرکات دانابوری)
۱	۵۰	سمولات نبوی ۳ (د پوری زندگی کے سمولات)
۱	۹۷	بزم پیغمبر (مولانا مقبول سیوط باروی)
۱	۳۰	پیغمبر اسلام نمبر (ماہنا منی راہ) غیر ملکی نظری
۱	۲۵	ہمارے پیغمبر (مولانا محمد سیاں)
۱	-	رسول عربی ۲ (مولانا فرید الوہیدی)
۱	-	پیغمبر انسانیت (مولانا یعقوب الرحمن)
۱	-	مجموعہ سیرت رسول (حضرت کی حیات مبارکہ کے تفصیلی
۱	-	حالات عام ہم زبان میں۔ بچے بچیاں اور عرب بھی فائدہ اٹھا سکیں اس لئے گتار ۲۵ حصوں میں باش دی گئی ہے
۱	-	فی حصہ ۳۰ پیسے سب حصہ کی یک رنگ میکانے پر۔ نور و پرے۔

صحابہ کرام کے حالات سیرت پر

۶۲	دیوبند	سیرت حضرت خدیجۃ البزری رضی
۸۸	-	حضرت عائشہ صدیقہ رضی
۱	-	تاجدار مدینہ کی شہزادیاں
۶	-	صحابیات (درس آمیز و اتعات و حالات)
۶۰	-	صحابہ کرام قرآن کی روشنی میں
۶	-	وسطے سلماں (صحابہ کرام) جلد
۲۵	-	حکایات صحابہ (مولانا زکریا)
۱۵۰	-	کرامات صحابہ (مولانا تھانی)
۵۰	-	صحابہ کرام کی جان بازی
۶۵	-	حضرت الونکھ صدیق و خواروق عنظ (ڈاکٹر طاہر احسین)
۱۲	-	حضرت عثمان ععنی و حضرت علی ()
۶	-	الفاروق (علام شیبلی نعیانی)
۶	-	سید الشہداء حضرت حضرت
۲۵	-	حضرت ابوذر غفاری (عاشق رسول)

مختلف موضوعات

ردیف	عنوان	مختصر محتوى	علیٰ تنقید (کلیم الدین احمد)
۱	۵۰	اساسِ دین کی تعمیر مقالات ایسی (مقالات پاکیزہ کا مجموعہ)	ذکر و مطالعہ (محمد ذکی رطف)
۲	۵۰	تقریر امام غزالی [ؒ] مجلد	جمهوریت اور عربی تحریکیں
-	۵۰	تصویر علم و عقل کی روشنی میں (مولانا فروودی اور مولوی سعید)	تصویحات (ادبی مضایاں کا انتخاب)
۲	۲۵	سکھ حتم بیوت (علم و عقل کی روشنی میں)	رقصات عنایت علی (درف کاغذی)
-	۳۱	احسن الصلوٰۃ نماز کے سائل آسان انداز میں	فیروز اللغات عکسی خورد سائز مجلد
-	۶۰	نفحیت نامہ (مولانا بادر عالم میرٹھی مہاجر کی)	سچی آپ بیتیاں (فرخ اصغریانی)
-	۷۰	طریقہ میلاد شریف (مولانا تھانوی [ؒ])	بی ہمسانی (طنز و مذاہ کا عمدہ مجموعہ)
-	۷۰	فتاویٰ میلاد شریف (مولانا جیب الرحمن عظی)	مسارق الاذوار
۶	-	تبیین نصاب مکمل مجلد ریگنین	صحیفہ ہمام بن غبہ ضار دین عربی غیر مجلد
۱	۱۲	ایمینہ ایمان غیر مجلد	علم الحدیث (اصول حدیث پر)
۱	۵۰	ایمینہ قرآن =	چھ سوہنہ منظوم (ذریجہ معنی تفسیر اور اردو مکہ صالحہ
۱	۵۰	ایمینہ رسول =	قرآنی دعائیں منظوم (=)
۱	۵۰	ایمینہ نماز =	فتراں نمبر (ماہنامہ نئی راہ) بڑے بڑے علماء کے مضایاں {
۱	۵۰	ایمینہ آضرت	آضرت
۲	۶۵	محکمات (آیات قرآنی کی وضاحت)	۱۵.
-	۴۵	موت کا منتظر (معنی شفیع)	
-	۴۰	ہمارا دفاعی منصوبہ (رسید حامد علی)	
-	۵۰	یچ کیا ہے؟ (=)	- ۵۰
-	۵۰	قوموں کا عروج و زوال (=)	- ۲۵
۱	۳۸	صلاح معاشرہ میں نماز کا مقام	۱ ۷۰
۳	۵۰	قانون و راثت (وراثت کے جدی سائل)	- ۶۰
۳	۴۵	سماں لے عالمی مسائل (مولوی تھی صاحب)	۴۰
۳	۲۵	الحکمت فی خلوقتہ الشر د امام غزالی [ؒ]	- ۵۰
۳	۴۵	مکاتیب امام غزالی [ؒ] مجلد	۱ ۲۵
شرک و بدعت کے روایتیں			
۲	-	خاصیٰ مسلمین (ترجمہ سائل الرعبین)	جنت اور دوزخ (شیخ عبد القادر جیلانی)
-	۴۰	شرک اور بدعت (مولوی کفیل الرحمن)	فتوح الخیب اردو د (=)
-	۴۰	شادی کی رسمیں (=)	اسلام ایک نظریں
			عورت اسلامی معاشرے میں

دین و اخلاق

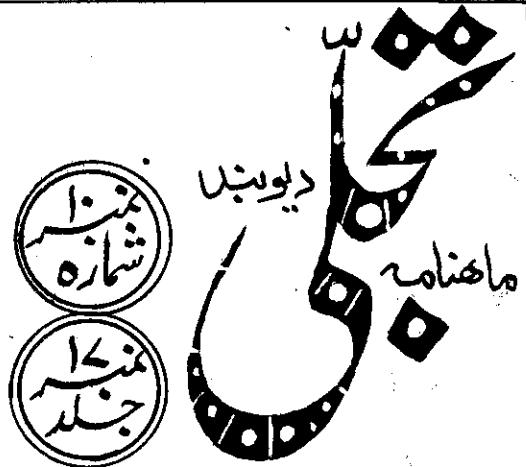
اسلامی انقلاب کی راہ	فریضیہ اقا مریت دین
اسلامی زندگی (مولانا احتشام احسن)	رفزہ کی فضیلت
	نماز کی فضیلت
	قرآن کی فضیلت
	نماز اور انسانیت
جنست اور احادیث	
فقتوح الخیب اردو د (=)	
اسلام ایک نظریں	
عورت اسلامی معاشرے میں	

ہر انگریزی ہینے کے پہلے مقتنی میں شائع ہوتا ہے
سالانہ قیمت آٹھ روپے۔ فی پرچہ نتھر پسیے

غیر مالک سے سالانہ قیمت ایک پاؤ نڈ شکل پوٹھل آردر
پوٹھل آردر پر کچھ نہ لکھنے بالکل سادہ رکھنے

فہرست مضمایں مطابق ماہ نومبر ۱۹۴۵ء

۱۲	عامر عثمانی	آغاز سخن
۲۳	جیل ہدی	آج اور کل
۲۴	عامر عثمانی	تجھی کی طاں
۲۵	شمس نویز عثمانی	کیا ہم مسلمان ہیں؟
۳۶	لاردن العرب گی	مسجد سے منجانے تک
۵۳	●	بلاگ سچائیاں
۵۹	●	تبیح کے دانے
۶۵	مولانا عبدالمadjid دریا یادی	ملی خادمہ
۷۲	مولانا عبدالرؤوف حماں	جب سلام کار فرا تھا
۷۵	پروفیسر احمد جی سٹگھ	مدیہ کشیر مہندوستانی
۸۳	بیگم عظیم زیری	باب الصوت



اشیعہ خودری

اگر اس ذاتے میں
سُخن شان ہے تو سمجھ لیجئے کہ اس پرچہ پر آپ کی خیریاری
نہیں ہے یا تو میں آردر سے سالانہ قیمت بھیجنے یادی پی
کی اجازت دیں۔ آئندہ خیریاری جاری نہ رکھنی ہے
تب بھی اطلاع دین خاموشی کی صورت میں اگلا پرچہ
وی پی سے بھیجا جائے گا جسے وصول کرنا آپ کا اخلاقی
فرض ہو گا (وی پی آٹھ روپے ستر پیسے کا ہو گا)
منی آردر بھیج کر آپ وی پی خرچ سے بچ جائیں گے۔

ترسیل نسماں اور خط و کتابت کا پتہ

دفتر تحریکی - دیولمنڈ - ضلع سہارنپور (پی)۔

عامر عثمانی پر نظر پبلشرنے "یشنل پرنٹنگ پرنس
دیولمنڈ" سے چھپو اکراپنڈ دفتر تحریکی دیولمنڈ سے شائع کیا۔

بانام جہاندار و جان افسوس

اعنای سخن

مدمرین کی خدمت میں نہایت ادھر سے ایک مشورہ پیش کریں گے جو اگرچہ کچھ بعد از وقت سامنے مکار آنے لگی بعد از وقت نہیں کہ قابل توجہ ہی نہ بھا جائے۔

یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ گُرسی نشین طبقہ چھٹے لوگوں کی بات سننے کا خُرگ نہیں۔ پھر جس زمانے میں جذبات کی طوفانی آنسو صیاح حل رہی ہے، یہ اور یہی سب بعد ہے کہ ہم جیسے نابیج اور غاک نہرے کے نی مشورے پر حشم تو جہ مبذول کی جاتے۔ لیکن اس موہوم می تو قع میں ہم اپنا ناچیز مشیرہ پر دلکش کرتے ہیں کہ کوئی تجھب نہیں پرنس انفارمیشن کا وہ حکمکار جو پریس میں آنے والی قابل اعتراض خریروں کو اور پرنسک پہنچاتا ہے قابل اعتراض خریروں کی مشیرت سے ہی ہمارے اس معروضے کو ارباب حل و عفت نہ کر پہنچا دے اور ان میں سے خدا کا کوئی بندہ یہ بوج کر اس پر غور و فکر کی زحمت اٹھلے کہ عقل و تدبیر کا سارا جو ہر اونچے عہدوں کی کمسیوں ہی میں سبھ کر لئی ہے گیا ہے بلکہ کوئی رواہ چلتا بھی کچھ بھار پتے کی بات کہہ سکتا ہے

مشورہ کوئی پیچہ اریالمبا چڑھا نہیں۔ بہت سارہ اور محض ناہے۔ چند لفظوں میں اسے یوں کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے علمکار طبقہ کو شیرک کے موقف پر کامل ہم بری اور مطابقت کی رواہ نکالنی چاہتے۔ اب تک چورش ارباب حکومت کی وجہ سے

اگر ملک و قوم سے دفاداری کا ثبوت پہنچ کر پاکستان کو بڑھ جڑھ کر ہر اکہا جاتے تو لمحے ہم صاف لفظوں میں کہے دیتے ہیں کہ پاکستان بہت بُرا ہے۔ اس کا کوئی دعوے معقول نہیں، اس کی کوئی دلیل ضبوط نہیں۔ وہ حملہ اور بھی ہے اور مرکار بھی۔ اس میں خوبی نام کی تو کوئی چیز نہیں پائی جاتی۔ اس کے کسی ہزر کو تسلیم نہ کرنا اور اسکی ہر رہادا میں سوکریتے ڈالنا ایک بھارتی قوم پرست کا وظیفہ حیات ہونا چاہیے۔ وہ سراپا عیسیے۔ جسم برا ای ہے۔ اور اگر اس سے بھی ثبوت دفاداری کی تکمیل نہ ہوتی ہو تو لمحے یہ بھی ہم اعتراف کئے لیتے ہیں کہ بھارت سے بڑھ کر حق پسند نیا میں کوئی ملک نہیں۔ بھارت کا ہر دعویٰ برحق، ہر دلیل حرف آخر اور ہر لغہ عدل و صداقت کا مین ہے۔ بھارت ہی ہے جس کے دم سے کائنات میں سچائی، مساوات، جمپوریت اور وحاظی اقادر کا نام نہ ہے۔

اگر اس نوع کی اندھی بھری ذم اور مرح کوئی سمجھیگی رکھتی ہے اور عقل و ادراک کی آنکھوں پر بڑی چڑھا کر بسر اقتدار کروہ کی ہاں میں ہاں ملانے سے واقعہ ثبوت دفاداری ملتا ہے تو یہیں آگے کچھ نہیں کہنا۔ لیکن اگر اس تفہیص و تعریف کی کوئی قدر و تیزی نہیں اور ملک و قوم کی سچی بھی خواہی کا جذبہ کسی نہیں اور معقول طرز عمل کا طالب ہے تو پھر ہم اپنی حکومت کے

صواب دید کے مطابق بجا طور پر اس کا حق رکھتے ہیں کبھارت
میں حق ہونے نہ ہوتے کا آزادانہ فیصلہ کر سکیں۔ الحق ہوتا
ہی کسی ایسی چیز کا ہے جو نظری اور خلقی جزو نہ ہو۔ جبکہ پاک
ارباب حل و عقد بار بار اس دعوے کو دہراتے ہیں کہ انہیں
نہ صرف ایک بار ملکہ تین بار بھارت سے الحق کر جائیں تو
یہ بدیحی طور پر اس اعتراف کا اعلان ہوتا ہے کہ خطہ کشیر
انکا مستقل حیثیت کا مالک ہے اور اسی لئے ہم نے اسے متعدد
بار فیصلہ کا حق دیا ہے۔

جب یہ صورت حال ہے تو ہمیں اتفاق رائے کیسا ہو
وہ منطقی موقف اختیار کرنا چاہیے تھا جو بعد میں آں جھاڑی
جو اہر لال نے اختیار کیا تھا۔ یعنی یہ کہ کشیر کی ایک ممتاز
حیثیت بجا اور بہادر والوں کا حق رائے وہی تسلیم تکرار وہ
حالات بدل چکے ہیں جن میں رائے شماری کا وعدہ کیا گیا تھا
بدرے ہوئے حالات میں اس وعدے کا الیفہ نہیں کیا جاتا۔
اس موافق پر الگ چیخ اخلاقی زادیوں سے اعتراض کیا
جاسکتا تھا لیکن آج کی دنیا میں اخلاقی حکم ایک اہمیت شے
ہے۔ آج کی سماست بے خدا سماست ہے جنہیں خلاف کی
کسی بھی قوت کو کوئی کلیدی اور حکم مرتبہ حاصل نہیں ہے، اس لئے
مادی توجہات سے اعزاز میں کافی دعیہ کیا جاسکتا تھا اور دنیا
کو ہم باور کر سکتے تھے کہ بدرے ہوئے حالات واقعہ ایسے
ہیں جن میں کشیر کو بھارت سے جدا کرنا احتمال نہ فعل ہو گا ہیں
طرح ہمارا موافق قبل فہم بھی ہو جاتا اور ہم پر یہ الزام بھی نہ
آتا کہ ہم کسی مسئلے سے اخراج کر رہے ہیں۔

مگر ہم نے پہنچتی ہی کے داشتدار علم کلام کے دُور
وں مسماٹ کو اہمیت دینے کے عومنی یہ تھی دلیل زور شور سے
پیش کریں تشریع کی کہ اہل کشیر تو ایک سے زائد بار اپنی رائے کا
اخبار کر جکے ہیں اور اپنی آزادانہ نمائے سے ہی انہوں نے کشیر
کو بھارت سے بھی وصفتم کیا ہے۔

یہ جو ہم نہیں اخalta کہ یہ دعویٰ قانونی اعتبار سے
کتنا مضبوط یا کمزور تھا۔ ہم نے یعنی میں کہ اس دعوے کے
لئے کافی قانونی جواز موجود رہا ہو۔ مگر اس دعوے نے صاف

اس میں موافق کشیر کو منطقی مضبوطی اور استدالی صلاحت حاصل
نہیں ہو سکی۔ یہ تو حضن دعویٰ ہے کہ کشیر بخاری ہے لیکن اس
دعوے کے لئے جو دلائل ہمارا حکم اس طبق و قاتاً و قنادیتار ہا
ہے وہ جماعت طور پر ایک منطقی اضطراب اور ملکراوڈ اپنے اندر
رکھتے ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ہمارا کسی دنیا کی رائے کا
اور اہل سیاست کو اس درجے میں اپنی نہیں کر سکا جس درجے
میں اسے کرنا چاہئے تھا۔

کشیر واقعہ کس کا ہے۔ اس کا قطعی جواب تو ہمارے
مولو یا نہ نقطہ نظر سے صرف وہیستی دے سکتی ہے جسے ہم خدا
اور آپ ہمگوان کہتے ہیں۔ اسی کو معلوم ہے کہ ارض کشیر پر
کس کا سلطنت برحق کھولا سکتا ہے اور کس کا طالما نہ۔ ہمیں کیا
معلوم کہ اس سلسلہ میں مالک ارض و سما کا نقطہ نظر ہمارے نقطہ
نظر کے مطابق ہے پاکستان یا شیخ عبد اللہ کے۔ یا پھر عین
مکن ہے کہ اسیستی ملک دو اتنے کے نزدیک نقطہ عمل ہم سب
نقطہ نظر سے ہٹا ہوا ہی ہے۔

یہیں جس دن بھی ہم نے خور و فکر کے بعد یہ طے کر لیا تھا
کہ کشیر ہمارے ہی زیر تسلیم رہنا چاہیے اسی دن ہمیں یہ بھی طے
کر لیا چکے تھا کہ اس تحریک کو حق بجانب منوائے کے لئے
ہمیں دنیا کے آگے دلیل کیا رکھنی ہے۔

معلوم ہے کہ کشیر کا ایک مستقل ریاست ہے نا اسلامات
میں سے ہے۔ اسی نے آجھانی وزیر عظم نے کشیر بر بھارت
کا حق منوائے کے سلسلے میں فقط اتنا ہی کافی نہیں سمجھا تھا کہ
وہاں کارا جو ایک ذاتی جاگیر کے طور پر اسے بھارت کی
نذر کر دے بلکہ ذائقے کی جوڑ کیا تھا کہ بھارت سے کشیر کا
الحق وہاں کی جتنا اپنی حرمتی سے کوئی سکتی ہے۔ اسے امن عالم
میں حق خود ارادی حاصل ہے۔ یہی وہ حق تھا کہ جس کی تصدیق
تو یقین کے لئے میں الاقوام نے رائے شماری کی قرارداد منتظر
کی تھی اور پہنچت جو اہر لال نے اس سے اتفاق رائے کیا
تھا۔ گویا یہ بات بھی مشکوں نہیں رہی کہ کشیر جس قطعہ ارض
کا نام ہے وہ بھارت کا کوئی طبعی اور پیرا شیعی حصہ نہیں
ہے بلکہ ایک ایسا خطہ ہے جس کے بیسے دلے خود بھاری ہی

چکھوڑہ کہہ رہے ہیں اس سے ایک طرف تو چہاتا گاندھی اور جواہر لال جیسے شہزادہ آفاق چہا پر شوں کی عقفل دل بصیرت کا مکمل استرداد ہوتا ہے اور دوسری طرف وہ دوسرے لید ریجی لغوگو اور یہ الفاظوں تراپتے ہیں جو بار بار تجھے ہے ہیں کہ شیر والیں تو میں بار حق راستے دھی دیا گیا اور نہیں ہی بار انھوں نے اسے استعمال کر کے بھارت سے الحاق کی تو شین و تائی کر دی۔

گویا پہلے قوہم نے ایک ایسا استدلال ایجاد کیا جو اور لال کے معلوم و معروف موقفے متعارف تھا اور پھر ہم نے ایک اور استدلال نکالا جس نے بدلے دیں ہی موقوفونکو متزلزل کر کے رکھ دیا۔ مشترکا گلائیا وضع کر دہ استدلال اس کے سوا آخر کیا معنی رکھتا ہے کہ چہاتا گاندھی جی اور پینڈرت جواہر لال کشیر کی اعتراضی حیثیت تسلیم کرنے میں رہا۔ کم نظری اور بے نصیرتی کا فناکار تھے اور جو لوگ پیدا ہوئی تھے ہیں کہ کشیر میں نے میں بار حق خداوار ادی استعمال کیا وہ بھی غلط گو ہیں۔ ایسا واقعہ بھلا کیسے میش آ سکتا ہے جب کہ کشیر کا معلم بھارت کے دوسرے متفق علیہ حصوں جیسا ہے۔ مدرس یا ہمارے لئے رائیر شاہی اور حق خود اختیاری کا سوال پیدا نہیں ہوتا تو کشیر کیلئے اس کا سوال چہ معنی دارد!

اب ہم بتایتے۔ ایک ہی وقت میں جب ہمارے وزیر خارجہ اور کشیر کے دوسرے زور شور سے پیدا ہوئے میں الاقوام کے رو برو پورے زور شور سے پیدا ہوئے کریں جس کو کشیر کے لوگ تین ہمارا بھی راستے کا اظہار کر رکھے ہیں، اور شری چھاٹکا یہ ادعاء رائیں گے کہ کشیر میں رائے شاہی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور جس طرح مدرس یا ہماری سے بیہ دریافت نہیں کیا جا سکتا کہ تھیں بھارت سے جوڑے رہنے منتظر ہے یا نہیں۔ اسی طرح کشیر سے اس طرح کا سوال ہیں کیا جا سکتا تو کون صاحب عقل ان دو موقوفوں کا صریح تضاد اور بدیہی تھام محسوس نہیں کرے گا۔ کون ہوگا

طیور پر پڑت جی کے معلوم و معروف موقف کو تاریخ مذکور کے لطفہ دیا۔ اس دعوے کا وصیت مطلب یہ تھا کہ پڑت جی شخص غلط بسانی کرتے رہے ہیں۔ رائے شاہی کا وعدہ استرد نہیں کیا گیا بلکہ اسے تین بار وفا کر دیا گیا ہے۔

ایمانداری سے غور تجھے۔ ہمارے علم کلام کا یہ رُخ کیا واضح طور پر ایسا چنگل اور یقین تھا کہ عالمی رائے عالمہ اسے ہضم کرنے سے اباکر قی اور ہم سے پھر دی رکھنے والے حمالک بھی قادر تی طور پر یہ محسوس کرتے کہ ہم تضاد کا شکار ہو گئے ہیں۔

پھر ہم تک سب نہیں ہوا۔ اچانک ایک اور استدلال کی کوئی تجھ سناتی دی جو منطق کے بذکورہ دونوں زاویوں سے اللہ ایک نئے زاویتے کی کہانی سناتا تھا۔ اس کا ہمرا فناپاں شری چھاٹکا کے سرستے۔ انھوں نے زور شور سے کہنا۔ مشرفع کیا کہ کشیر میں رائے شاہی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہ تو اسی طرح بھارت کا جزو ولا مینکے سے جس طرح مدرس اور پنجاب اور ہماروں خاصہ ہی۔ یہ دعویٰ صرف اندر وون خاصہ ہی نہیں کیا گیا بلکہ بیرونی دنیا کے سامنے بھی ڈٹ کر کیا گیا اور بی بی کی اطلاع کے مطابق لندن میں اخباری رپورٹروں کو بھی چھاٹکا صاحب نے اسی منطق پر مطعن کرنے کی کوشش کی کہ کشیر بھارت کا ایک طبعی پیدائشی اور قادر تی طکڑا ہے جسکے لئے رائے شاہی کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔

پھر یہ چکر وزارت تعلیم کا منصب سنبھالنے کے بعد شری چھاٹکا نے وطن دوستی اور مذہب میزادری کے شہوت میں جس محبت و غریب قسم کے گواؤں قانونی نکات تخلیق کئے ہیں وہ اتنے نادر اور نعمیں ہیں کہ پوری تاریخ قانون میں ان کی مشاہدہ سے ملے گی۔ اخفیں دنیا سے قانون کا ایک علیم النظر موجود کہا جائے تب بھی غلط نہ ہو گا اور یہ تو ہر حال عالم طور پر سمجھا جاتا ہے کہ ان سے طبر افداد ار ملک و قوم شاید آج تک معرض وجود ہیں نہ آسکا ہو۔

لیکن ان اوصافِ تجدیدہ کے باوجود وہ دنیا کی عقل عالمہ کو اس تجھے تک پہنچنے سے نہیں روک سکتے تھے کہ

ہونا خداون کے تحت الشور میں بطور امر واقع موجود ہے اسی لئے وہ کشمیر کو ایک ایسا قطعہ ارض کہہ رہے ہیں جس پر بالا دستی قائم رکھنا بھارت کے تحفظ اور یرو�ی خطرات کے تدارک کے لئے ضروری ہے اور دوسری طرف وہ بالادستی کی ضرورت کے لئے عمل و مدبب چین اور پاکستان کی دستی کو قرار دے رہے ہیں جو صریح طور پر ایک قسمی اور عارضی شے ہے۔ کون نہیں جانتا کہ ملکوں کے بھڑک چڑھ اور معاہدے اور دوستی و شمنی وقتاً فوتاً تھیں میں ہونے والی چیزیں ہیں تاگر یہ پاک دیوبن گھٹ جوڑی کشمیر پر حق جتنا کی دلیل ہے تو پھر یہ دعویٰ آئے آپ ہو گیا کہ کشمیر کی خیریت یورپ اور یوپی جیسے قطعات کی ہے جن کا جغرافی مرتبہ کمی و قمی اور تقریباً پذیر دنیل کے تابع نہیں۔

ملک و قوم کی وفاداری بڑی عمدہ اور ضروری ہے۔ مگر جب ہم خود ہی اپنے کمی موقف کے لئے خالص جذبہ باقی بن جائیں اور سخیدگی کے ساتھ اتفاق رائے کے عرض پرہام اور متفہارب دلیلوں سے کامیاب ہیں تو یہ ایسا رکھنا محتفظ سے بعد پڑھ کا کہ عالمی رائے عالمہ ہماری ہاں ہیں ہاں ملتے گی۔ ہم آج متعدد ملکوں کو مطلعون کرتے ہیں کہ وہ پاکستان کا پارٹ نہ رہے ہیں مگر خالی الذہن ہو کر یہ بھی تو ہمیں تھیں کہنا چاہئے کہ کہیں خود ہماری ہی کوئی خامی اور کوتاہی تو پاکستان کی معاون ثابت نہیں ہو رہی۔ کہیں ہم ہی اپنے تھیں کی ترتیب ہیں پھر علمی تو نہیں کر گئے۔ کہیں ہم اپنے آپ کا اختلاف خیال تو ہماری راہ کا درود انہیں بن گیا۔ شری چھاگلا جیسے دش بھلتوں کی حقیقی بھی تعریف اور حوصلہ افزائی حکمران طبقہ کرے گا اور کوئی رہا ہے وہ سرآنکھوں پر خدا موصوف کے مراتب اور بڑھاتے تاکہ اپنی وفاداریوں کا زیادہ سے زیادہ صلحہ وہ اسی دنیا میں جی پھر کر پالیں۔ — مگر ان کی قانونی صلاحیتوں پر ہموزاں اکنٹروں پر ضرور ہونا چاہئے۔ کم سے کم اتنا کنٹرول کر انکی قانونی نکتہ سمجھیاں خواہ گھر کے اندر کچھ بھی کوشش سازی کرنی اور ہیں ممکن ہوتا ہے کہ کشمیر کا بھارت سے الگ ایک مستقل اسٹیٹ

جسے یہ خیال نہ آئے کہ کشمیر کے بارے میں خود اپنی بھارت کا ذہن صاف نہیں ہے۔ تھے یہ بدلگانی نہ ہو گی کہ کشمیر کو بھارت کا بڑھ ایک قرار دیتے ہیں کی بات کشی تکمیل اور منطقی دلیل پر مبنی نہیں بلکہ مخصوص خواہشات پر مبنی ہے اور اسی لئے حکمران گروہ کے مختلف افراد جب چوچا ہتے کہ گزوئتھیں شری چھاگلا نے تو ایک مکال اور بھی کیا۔ ایک تازہ تقریر میں ارشاد فرمایا گہ:-

”الگ کشمیر سے ہاتھ سے جاتا رہا اور پاکستان کو مل گیا تو چین اور پاکستان کی دوستی کی بنادر پر چین کی قوی سعی پری کا راستہ روکنے والا کوئی نہیں رہے گا۔“

درست ہے کہ یہ ارشاد سیاسی اور عسکری دراست پر مبنی ہے مگر یہ دراست ان کے اپنے ہی مقصد کردے دعویے کو مکھیوں ناہیں اگئی۔ مارداں۔ پنجاب اور بہار جیسے قطعاً ارض کو بھارت کے اجر اسلام کرنا کسی ہنگامی اور عبوری وجہ پر منحصر نہیں بلکہ اس کے وحشتنقل ہیں۔ طبعی اور جغرافی ہیں۔ ان کو اپنابنائے رکھنے کے لئے کبھی کوئی ذی ہوش سیاست داں یہ دلیل زبان پر نہیں لامکتا کہ چونکہ فلاں فلاں ملکوں نے بھڑک جوڑ کر لیا ہے اس لئے ان کی درست برداشت سے پہنچنے کے لئے مارداں یا پنجاب کو بھارت کا جزو بنائے رکھنا بہت ضروری ہے۔ جزو بنائے رکھنا کیا معنی جب کہ وہ خود ہی بننے بجائے اجزا ہیں۔ وہ اسی طرح بھارت کا انگ ہیں جس طرح اضافی جسم میں آنکھیں اور کابن اور ہاتھ۔ کبھی بھیوں سے بھی یہ بات نہیں کہی جا سکتی کہ بہار یا بیرونی اس لئے بھارت کا جزو بننے وہیں کہ بھارت کا تحفظ اور دفاع ان پر منحصر ہے۔ بھارت کا دفاع چیزیں دار دھارت تو انہی اجزاء کے جھوٹے کا نام ہے۔ اجزا کو ہر حال میں ایک دوسرے سے جڑپتے رہنا ہے جس کے لئے علیحدہ سے کوئی وجہ اور ملحت درکار نہیں۔

ملک کشمیری چھاگلا کے اس ارشاد سے ایک طرف تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کشمیر کا بھارت سے الگ ایک مستقل اسٹیٹ

ایک قو قانونی ابھن جس کا لب لباب یہ ہے کہ جمپوری دنیا کسی قوم کے حق خود ارادی کی تحدی کے لئے جن تو اعد و ضوابط کو ہم کشمیر کے معاملے مانگ ریجھتی ہے کیا ان قواعد و ضوابط کو ہم کشمیر کے معاملے میں بروئے کارلا سکے۔ کیا ہم نے وہ سب سچ کر لیا ہے دنیا کے سامنے و تاویزی شہادتوں کے ساتھ پیش کر کے ہم یہ ماوراء کل ایکس کراہی کشمیر کو حق اپنا حق خود ارادی استعمال کر رکھے ہیں۔

دوسری ابھن یہ کہ حق خود ارادی دو قاؤں میں سے کسی ایک کے اختاب کا نام نہیں ہے بلکہ اس اختبار کا نام ہے جسے کال آزادی کے ساتھ استعمال کر کے اپنا نظامِ مملکت آپ بنایا جاتا ہے۔ ہم نے اپنے دعوے کے مطابق تین بار شیر کو حق دیا وہ قواعد و ضوابط حق تھا جس کے تحت اہل کشمیر جائے تو یہ خرضہ پھر بھی موجود رہ جاتا ہے کہ یہ حق حق خود ارادی نہ تھا بلکہ اسکے بعد وہ محدود و محدود حق تھا جس کے تحت اہل کشمیر بس اتنا ہی تکرستے تھے کہ پہلو پاک میں سے کسی ایک کی سرسری قبول کر لیں۔ انھیں اپنی صفت سازی کے باعث میں آزادی نہیں دی گئی تھی جس کے لئے "حق خود انتیاری" کی اصطلاح وضع ہوتی ہے۔ یہ پوزیشن دنیا سے چھپ کیجئی تھی جبکہ شیخ عبد اللہ کی مدد و نیا بارہ سالوں تک سلاخوں کی پیچھے دیکھتی رہی اور آج بھی انھیں آزادی سے محروم رکھ رہی ہے۔ ہم الگری تصور کر لیں کہ "سازش لکیش" کے علاف حقیقت کو دنیا کی نظرؤں سے چھادیا ہو گا تو یہ پرسے کی سادہ لوگی ہی ہو دو دراز کوئی امکان بھی کسی کے دھوکا کھا جانے کا تھا تو وہ اس طریقے کے طور پر میں نے قائم کر دیا۔ اور اب شیخ عبد اللہ کی موجودہ نظر بندی تو ایک اعلان بالخبر ہے اس حقیقت کا کام کشمیر کے لئے "حق خود ارادی" کا تصور تک ہم برداشت نہیں کر سکتے۔

تیسرا ابھن یہ کہ اگر اہل کشمیر واقعہ تین یا رجھارت سے الحاق پسند کر جائے ہیں تو کیوں نہیں یہ یقین کر لیا ہے کہ حقیقی بارہہ الحاق کو مسترد کر کے پاکستان کی ٹھہر میں چاہریں گے۔ یہ یقین ہمارے موقف اور ہماری صداقت کے حق میں

بولیں اور طبیعت کو روک کر گھر افشا نہیں کریں۔ پوری دنیا مسلم یونیورسٹی نہیں ہے جو موصوف کے ہر دعوے اور دلیل کے لئے دامت بستہ اور کم پیدا ہو جائے گی۔ دنیا دنیا ہے جو نہ جانے کتنے سفر اڑا لقبراٹ جیب میں ڈالے پھرتی ہے۔

اس تجزیہ سے واضح ہوا کہ ہماری جمپوری ہمارے اختار خیال میں ہے اہذا خور کرنا چاہیے کہ نہ کوہرہ تینوں قاط نظر میں سے کوئی ناقص نظر بہتر اور مضمبوط ہے جس پر جم کر ہیں تلائی تأفات کی کوشش کرنی ہے۔

رائم الحروف کے نزدیک رب سے اچھا راستہ آجھی ای میڑٹت نہ رونے اختیار کیا تھا۔ جب اخنوں نے طے کر لیا کہ کشمیر کو بھارت کی سرسری میں رکھنا ملک و قوم کے مفاد میں ہے تو بڑی صفائی سے کہا یا کہ کشمیر میں انتہا واب رائے کا وعدہ واب بدلتے ہوئے حالات میں قابل الفائزین رہا۔ یہ دعویٰ نہ استدلال اگرچہ دنیا کے لئے چونکا دینے والا تھا مگر پیچیدہ اور ناقابل فہم نہیں تھا۔ دنیا پہلے پہل چنکتی ہے پھر انوس ہو جاتی ہے۔ اسے بدلتے ہوئے حالات سے باخبر کیا جاتا اور چین و پاکستان کے نئے متفقہات سے پیدا مشدہ اندیشیوں کا حساس دلایا جاتا تھا۔ ہماری جمپوری اور ضرورت سے ضرور تماشہ ہوتی۔ ساری دنیا نہ ہے۔ چونچھ مالک یہ بات ضرور مان لیتے کہ تبدیل شدہ حالات میں انتہا رائے کا تھہرہ تاکہ دریافت بھارت کا ایک داشمن نہ اپنے ہوتے ہے۔ حالات کی تبدیلی سے ایک وعدہ تو کیا ہزار دعاۓ اور معاہدے تو ڈی ہو جاتے ہیں اہذا پیڑت جی کے موقف میں کوئی منطقی رقم نہیں پایا جاتا تھا۔ زیر اعتراض اس پر وارد ہوتا تھا کہ ہم نے کسی مسئلہ حقیقت سے اخراج کیا کسی مصنوعی اور در امی طریق کار کو قانونی حقیقت کا نام دیا۔

اس کے برخلاف باقی دونوں نقااط نظر خود و اور تا جھکم نظر آتے ہیں۔ یہ کہنا کہ کشمیر والے اپنا حق خود ارادی استعمال کر چکے اور ان کی آزاد مرضی سے ہی بھارت سے کشمیر کا الحاق ہوا ہے دنیا کے لئے تین ابھیں پیدا کر تا ہے۔

کر سکتے ہیں کہ اس فسرا دراد کی مٹی پلید کرنے کی تحریکی زمزدگی پاکستانی جا رحیت اور عطا کاری پر جاتی ہے مگر اس سے یہ بہر حال ثابت نہیں ہو سکتا کہ باضی گاؤں وجود ہی نہ تھا۔ باضی ایک اقل دستاویز کی صورت میں موجود ہے دنیا کے کمابغ میں یہ بات کسی طرح نہیں اُتاری جاسکتی کہ کل تک جزوی شمشیر بخارت کا ایک طبعی اور فطری جزو نہ تھا اور اس کی امتیازی حیثیت ساری دنیا کیم جو ان تینوں اجھنوں میں سے ہر ایک پر ٹھنڈے دل سے غور کیجئے اور فصلہ دیجئے کہ انکا سمجھاؤ کس علم کلام سے مکن ہے۔ یہ تو پورا سکتا ہے کہ ان اجھنوں کو صفائی کے ساتھ بیان کر دیتے پر آپ بیان کرنے والے ہی کو قید میں ال دیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کا سمجھاؤ آپ کے نزدیک بعض ان صحافیوں کی نکتہ سنجوں میں ہو جو اپنے مقابله پر پوری دنیا کو احمد بدنہاد اور ناہل سمجھتے ہوئے دلیں و منطق کے موتو بھیرتے ہیں۔ مگر ان میں سے کوئی بھی طرزِ عمل اس حقیقت کو نہیں بدل سکتا کہ دنیا کی منطقی حس زیر بحث نقطہ نظر کو ہرگز قبول نہ کر سکے گی۔

معلوم ہوا ہے کہ اب تک کے پروپیگنڈے کی نا اسلامی کا احساس کر کے مندرجہ ذیل مختلف حمالات میں پھیج کر بہر جو ہمارا کیس عمر کی طور پر دنیا کو سمجھائیں اور پاکستانی پروپیگنڈے کا توڑ کریں۔ یہ بہت اچھا اقدام ہے۔ اچھا کل ڈپلومی کامیڈان لٹرانی کے میدان سے بھی زیادہ اہم ہے۔ اس میدان میں جریف کو شکست فاش دینے کی کسی کوشش سے پوکنا نہیں چاہئے لیکن تشویش یہ ہے کہ خدا جانے ان ذریعے کے ارکین نے باہمی مشورت سے منطق کی کسی خاص تنکنک پر اتفاق رائے بھی کر لیا ہے یا نہیں۔ بات جسمی وزندر ہوتی ہے جب اسے ایک ہی انداز اور ایک ہی در و بست کے ساتھ ہم آواز ہو کر دہرا یا جائے الگ خدا نخواستہ ان حضرات نے بھی دی گی غرضیہ روش اختیار کی کہ جس کا وجہی چاہا کہدا ہے اور جب جو دلیل ذہن میں آئی صادر فرمادی تو امیر نہیں کہ مطلوبہ شرات حاصل ہو سکیں۔ بہت بڑا فقص جو تم اپنے اندر خسوں کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم دوسروں سے موقع رکھتے ہیں کہ ہر مشتعل میں وہ بھی اسی طبقہ سے سوچیں جس طبقہ سے ہم سوچ رہے ہیں اور وہی نتائج اخذ کریں جو تم نے

زہر ہاہل کا حکم رکھتا ہے۔ ہم کسی طرح بھی دنیا کو اس بدگمانی سے باز نہیں رکھ سکتے کہ پہلے تین بار حس استھنی اب کا ہم دعویٰ کرتے ہیں وہ اور جو کچھ بھی رہا ہو گر آزاد استھنے نہیں ہو سکتا ورنہ کوئی وجوہ نہیں کہ فقط ایک بار اور استھنے کرنا نے کے سوال پر ہم اتنے شدید سے انکار کا موقف اختیار کرتے۔

ان تینوں اجھنوں میں سے ہر ایک پر ٹھنڈے دل سے غور کیجئے اور فصلہ دیجئے کہ انکا سمجھاؤ کس علم کلام سے مکن ہے۔ یہ تو پورا سکتا ہے کہ ان اجھنوں کو صفائی کے ساتھ بیان کر دیتے پر آپ بیان کرنے والے ہی کو قید میں ال دیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کا سمجھاؤ آپ کے نزدیک بعض ان صحافیوں کی نکتہ سنجوں میں ہو جو اپنے مقابله پر پوری دنیا کو احمد بدنہاد اور ناہل سمجھتے ہوئے دلیں و منطق کے موتو بھیرتے ہیں۔ مگر ان میں سے کوئی بھی طرزِ عمل اس حقیقت کو نہیں بدل سکتا کہ دنیا کی منطقی حس زیر بحث نقطہ نظر کو ہرگز قبول نہ کر سکے گی۔

دوسرنقطہ نظر۔ جس کا سہرا ہمارے ناقص علم کی حد تک نشری چھا گلار کے سرہے ہے۔ اور یہی دشوار الفہم اور خطرناک ہے۔ یعنی یہ کہ کشمیر کوئی ایسا خطہ ہی نہیں چھا جانے والا خدا دادی کا سوال پیدا ہو۔

یہ نقطہ نظر دنیا کو دفتاریہ احسان دیتا ہے کہ ہم سلمہ تاریخی صورت اقوال کو چھلائے پر اُتراتے ہیں کھڑے زیادہ دن تو نہیں لگوئے جب بخارت کے شہرہ آفناق دزیر عظم نے بلاسی ابراہام کے شیل کیا تھا کہ جمپوری اصولوں کے تحت کشمیری خواہ کو حق خود اداری پیختا ہے اور اسی مسئلے کے مطابق عالمی کوشن نے بھی ایک قرارداد پاس کی تھی جس میں تسلسلہ کشمیر کا فصلہ اسے شماری پر منحصر کر دیا تھا۔

یہ بجا تھے کہ یہ قرارداد قصرت پار نہیں چکی۔ یہ بھی بجا کہ استدلال کی ایک خاص تنکنک کے ساتھ ہم ثابت

بہادر فوجوں نے پاکستان کے ۲۵ ٹینک اور ۳۷ ہوائی جہاز میڈیم ایریٹ کئے ہیں اور ان اعداد و شمار کو ہمارے فوجی حراج نے حافظتی سطح پر جلو قلم سے ثابت کرو رکھا تھا۔ اب اچانک یہی ریڈ یو مناسب توجیہ و تاویل کے بغیر مذکورہ اطلاع دیتا ہے تو یہ اجھن سدا ہبھی قدر تی ہے کہ کیسا ۲۵ ٹینکوں کی کمی سا طاقتمنتر ٹینکوں سے اور ۳۷ جہازوں کا نقصان ۱۸ جہازوں سے ہوا ہو سکتا ہے! — بہت سادہ سی بات ہے کہ ریڈ یو کی صدرخ کے طبق اگر اگست ان نے ٹینکوں اور جہازوں کی مذکورہ تعداد نقصان پورا کرنے ہی کے لئے مانگی ہے تو اس کے نقصان کا گوشوارہ ہے یہی ہو سکتا ہو اس تک شرکر کا جاتا رہا ہے اور اگر وہ گوشوارہ درست ہے — اور یقیناً درست ہو گا لیکن چھ ماہے رویہ کو مذکورہ خبر نشر کرتے ہوئے ایسا کوئی نکتہ ضرور عطا کرنے پا چاہیے تھا جس کے ذریعے ان دونوں خبروں نے تطبیق ہو سکے اور یہ غلط خیال دماغ کو نزدیک رکھ کر ہماری شاندار فتوحات کی صفت بخش اطلاعوں میں کسی مبالغہ کی بھی میراث رہی ہے۔

مذکورہ خبر اخبارات میں بھی جھپٹی ہے مگر تجھ بھی ہے کسی اخبار نے بھی ایسا کوئی پہلو اخبار نے تی کوشش نہیں کی جس سے اجھن رفع ہوتی۔ ریڈ یو اور اخبار دونوں ہی ریڈ یو کی رخصت ہو رہتے ہیں کہ پاکستان اپنی کمی پوری کرنے کیلئے امریکہ سے ساٹھ تاسٹرینک اور ۱۸ ہوائی جہاز مانگ لے ہے مگر یہ عقدہ حل نہیں کرتے کہ پر باد شدہ ٹینکوں اور جہازوں کی صحیح تعداد کے مقابلے میں اتنی کم تعداد طلب کرنے سے کمی کیسے پوری ہو جائے گی۔

ہمارا خیال ہے ریڈ یو اور اخبار الگ ڈھانٹ استعمال کرتے ہوئے تاویلیں بہ اسلامی جہسا کر دیتے مگر انھوں نے یہ خلاف پر نہیں کیا اور تاویل و تطبیق کا مسئلہ ان عوام پر چھوڑ دیا جو اپنی کم بھی کے باعث غلط تاسیع بھی اخذ کر سکتے ہیں۔

دوسری مثال ریڈ یا تی تبصروں کا وہ حصہ ہے جسیں

کہتے ہیں — جب یہ موقع پوری نہیں ہوتی تو ہم خود اپنے انداز فنکر میں وسعت پیدا کرنے کے عوض غصہ، جھلکاہٹ اور جمود کا شکار پہوچاتے ہیں۔

اب یا تو ہم اس عادت کو بدلیں اور اپنے مختلف طبقہ میں سوچنے والوں کے خیالات کو ایک مناسب قدر و قیمت دینے پر آمادہ ہو جائیں یا چریڑے کر لیں کہ بات کی پچ میں ہمیں ساری دنیا سے لے جانا ہے۔

مرکزی وزیر اطلاعات مسٹر اندر اگاندھی نے پبلیٹی کے ہمو بائی ڈائرکٹروں سے خطاب کرتے ہوئے پبلیٹی کی عدم پالیسی میں تبدیلیوں کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ ہمیں ہمیں علوم تبدیلیاں کس نوع کی پیش نظر میں ہو جو کچھ بھی پبلیٹی کے باب میں اس گذارش کی جہارت ہم ضرور کریں گے کہ ریڈ یو کے نشریات کے نقائص پر بھی حصہ ہو جوہر دی جاتے۔ تجھیت جموعی ہمارا ریڈ یو اس میں کامیاب رہا ہے کہ ہمارے حوصلے بلند رکھے اور ہمیں ان تاخ اور بے رحم حقیقوں کی ضریب سے بچا لے جاتے جن سے دل بوستہ اور ہمیں ہماری ہوں۔

لیکن وقت افوقتاً ایسی چیزیں بھی نشریات میں شامل ہو جاتی ہیں جو سچے سمجھنے والے سامعین کے لئے بے اطمینانی اور غلشن کا موجب بنتی ہیں۔

مثلاً۔ دلی ریڈ یو نے ہمیں بتایا کہ پاکستان نے اپنے بر باد شدہ سکھ کا نقصان پورا کرنے کے لئے امریکہ سے ۱۸ جہاز اور ساٹھ سے لیکر ستر تک ٹینک طلب کئے ہیں۔

اس اطلاع کو سنکری پو سکتا ہے بالکل ہی بے عقل اور کوئی مغز لوگوں کے دماغ میں کوئی خشم پیدا نہ ہوئی ہو مگر جو لاگ درا جھی منطقی مراجع اور فہم و درافت کا تھوڑا سا مادہ رکھتے ہیں ان کے لئے تباہیں اس اطلاع میں سامان خلش ہو جو دھرا۔ ایسی خلش جسے دور کرنے کی پرواہ ہمارے ریڈ یو نے نہیں کی۔

ہمیں اسی ریڈ یو نے تو بار بار بتایا تھا کہ ہماری

ہونٹوں پر چاگ لائے اور آنکھوں میں بترارے بھس کر
حریف کو صلوٰتیں سنانا اور اسے سراپا عیب، سراپا بزدی
سراپا جھوٹ باور کرنا ہے انداز فرفت، شریعت تعلیم اور
غیر معمولی غصہ کا مظہر تو ہو سکتا ہے بلکہ کاگر اور تیر بردف
پر و پینڈے کا ہم معنی نہیں ہو سکتا۔

امم پھیلے شمارے میں بھی اشارہ کرچکے ہیں اور پھر کرتے ہیں کہ
ہماری شریات مزید اصلاحات کی طالب ہیں۔ ہمارے
تصورے کھج اور ذہانت اور سخیدگی چاہتے ہیں میں اپنے لب و
لہجے اپنی تکنک، اپنے تقدیری زاویوں میں مناسبت تبدیلیا
کر کریں چاہتے ہیں۔

ر ا ق م ال ح ر و ف کا تاثر یہ ہے کہ صبح سوا آٹھ بجے جو
ہندی خبریں ہوتی ہیں وہ رات کی سوانح بجے والی اُردو
خبروں سے کہیں بہتر ہوتی ہیں۔ ان کے الفاظ اور ان کا
در و بست و قار و شناسنگی سے تم آئنگ ہوتا ہے۔ اپنی
کھڑا اہٹ کی آئیز مش نہیں ہوتی۔ انھیں تنکری ہیں لکھا
کہ خبریں مرتب کرنے والا نسی پر خارکھائے بیٹھا ہے اور
انکے لئے کامیاب ہو اور آزاد بھی متانت و شقاہت کی ایمن
حسوس ہوتی ہے۔ شاید انھی اوصاف کا تصور ہے کہ طبعت
بے ارادی طور پر انھیں معتبران یعنی پر آزادہ ہو جاتا ہے
اس کے برخلاف رات کی سوانح بجے والی خبروں

کی تکنک، ہدیت اور انداز بیان میں یہ اوصاف نہیں۔
انھیں شش صہرو درجیہ ملک شنتی ہوئے یہ احسان نہیں اُنہوں
کو یہ ہندوستان جیسے عظم ملک کی عظمی شرکاہ کی ادازے ہے
حریف کی شدید اذانت، تفعیل اور نہ لیں شناسنگی کیسا تھے
ہو اور اذرفت و حقارت کی چیز کاریاں بلیغ و معتزل اسلیٰ
میں چھسالی جائیں تو اہل متانت کا وحدان اور اصحاب
عقل کا منطقی شعور اذیت حسوس نہیں کرے گا مگر مستا
مشتعل اسلوب تو بازاری لوگوں کے سو اسکی بھی عقل اشیاء
مادر بن کر نہیں اُتر سکتا۔ چراغ ٹھبب یہ ہے کہ حکم انداز نس
لہجے بھی خاصا جارحانہ بنائیتے ہیں جو خبروں سننے کے لئے موزوں
نہیں۔ خبر سننے والے کو تو یہ تما ثریشیت کی کوشش کرنی چاہئے

پاکستانی مسلم کے متعلق اب اب اخبارات اور بھائیں جیسے
الفاظ دہراتے جاتے ہیں۔

مسئلہ یہ ہے کہ کیا پوری دنیا کو اور خود ہمیں
اس عالم آشنا رواقصے کا علم نہیں کہ امریکیہ و برطانیہ
وغیرہ نے جس طرح پاکستان کو مسلم، گھبیں اور دوسرے
فرع بہ نوح ساز و مسامان سے فواز اسے خود ہمیں بھی
نواز اسے ہے۔ یہ الگ بحث ہے کہ حالیہ جنگ میں پاکستان
نے امریکی سلطاح استھان کئے اور ہم نے نہ کئے ہوں لیکن
اس سے اس حقیقت میں تو کوئی فرق واقع نہیں ہوتا
کہ جس عطا کا نام ہم نے خیرات اور بھیک رکھا ہے اس سے
ہم بھی بچے ہوتے ہیں۔ بچا ہوا چہ معنی۔ ہم تو ڈنڈ کی
چوٹ کرتے ہیں کہ جو ملک بھی ہماری مادر کرے گا، اس سے
شکر یہ کے ساتھ قبول کریں گے چینی جا رحیت کیخلاف
ہم نے امریکیہ اور برطانیہ کی امداد قبول کی اور آشناہ
بھی قبول کے لئے ہمہ نن آمدہ ہیں۔ اقتضادی امداد
کا حال بھی دھکا چھا ہیں۔ چھڑا خراہی عقل کو اس نئے
پر سخن سے کون روک سکتا ہے کہ ہمارا ریڈی یہ ہمارے
حریف کی صرف حقیقی اور واقعی برا بیان ہی بیان
کرنے پر اکتفا ہیں کرتا بلکہ وہ ایسی چیزوں کو بھی اس کے
معاملہ اور حرام میں شامل کرتا ہے جنہیں ہم اپنے معاملے
میں ذرا بھی عیب نہیں سمجھتے۔

امم پر و پینڈے کی خوبی یہ ہے کہ لوگوں کے دل و
دماغ پر ہماری ایسا نداری، حقیقت پسندی، راست
بازی اور بے تعصی کا سلسلہ ہے۔ وہ یہ تصویر کریں کہ ہم
تعریف اور تنقیص دونوں میں عدل و تو سط پسند کرتے ہیں
پرانی کہادت ہے کہ بُرائی کو بھی ہنس رہا ہے۔ ہمیں اُن لفاف
قوم کے مقام میں جھوٹ بھی پولنا پتو منطق اور نفیسات
کا الحاظ رکھ کر ایسی ہنرمندی اور شناسنگی کے ساتھ پولنا
چاہئے کہ لفڑی ترکی طرح گلبوں سے اُتر جائے اور حریف
کی تذلیل و تردید ایسے سچا و کے ساتھ کرنی چاہئے کہ
مُنین و اسے اسے واقعہ نکاری اور حق کوئی پر جھوٹ کریں

عطاف رہائیے جو دلوں میں اُتریں اور دماغوں میں ٹھکریں۔ جن سے فقط سسی نظر تھی مخصوصاً نہ ہو بلکہ ذہنوں کی تربیت اور وہنماقی مخصوصاً ہو۔

صحیح اور شاید کی خبر وہ ہیں جس فرشتہ کی ہم نے نشاندہی کی ہے اور بصوروں کے بارے میں جو انہار خیال کیا ہے اسے ہماری محترم وزیر اطلاعات الگ خالی الذہن ہو کر خود بھی تھوڑے مخصوص نہ رہا ایں اور چند اریاضت کرو فہم سے بھی رائے لئے یہ تو ہمیں موقع ہے کہ ہماری صاف گوئی کا وہن ان انھیں ضرور محسوس ہو گا۔ خوشابد اور چاپوں کی قیمتی شے ہمیں ہے۔ ایں عقل پہشی بے لاک تنقید اور دیانت دار انہ مشوروں ہی کو قدر و قیمت دیتے ہیں۔

کلام طویل ہو گیا مگر ایک احتجاج خالد ارش اور بھی ہے پارٹیٹ کی تحریک کے لئے اگرچہ ایسے خاعد موجود ہمیں ہیں جو نااہل اور کم سواد گوں کو منظم ایوان کے داخلے سے دوکھیں تاہم کوئی ایسا ضابطہ تو ان کے لئے وضع ہونا ہی چاہیے جس کی رو سے وہ یہ احتیاط برتنے پر جھوکر ہو جائیں کہ ہمارے مخدوس سے جو کچھ بھی نکلے کا درنا اس کے سطح پر ہے اس ایوان کی عظمت اور ساکھ کے منافی نہ ہو۔ حصہ اج ان اراکین کا ایسا سی تعلق ہر جز اقتدار سے ہوا ہمیں تو اور بھی مخاطب ہونا چاہیے۔ ان کے مخدوس سے ایسا ایج پر جو کچھ بھی نکلے کا درنا اس کے سطح پر ہے جو کوئی ایوان کو وہ کے مزاج و مذاق اور انداز قدر کی جملیں نکھنے کی کوشش کرے گی۔ وہ اپنی بھی زندگی میں کیسے ہی مخاطب اور لامپرواہوں لیکن پارٹیٹ جیسے بھاری بھر کم ادائی کا رکن ہونے کی نسبت سے ان کی حیثیت ہمیشہ حاکم کے ایک جزو کی ہے جس کی لامپرواہی، ضمول گوئی اور بد دماغی جزب اقتدار کے دامن کا دادا بھی ہے۔

ہمیں رونم صحیح اور شکوہ ہے کہ لکھنے ہی عزت مات تحریک بعض اوقات بڑی بے نکلفی کے ساتھ ٹھٹھے بسندوں ایسی گل افشا نیاں کھلاتے ہیں جن کا کوئی تعلق احساسِ ذمہ داری سے نہیں ہوتا اور بہادری ان کے تحریک بیوں کو حسرت د

کہ وہ ایک کیمرے کی ماننے ہے جس کا کام یہ ہے کہ سامنے کی جزیر کا ٹھیک ٹھیک عکس پیش کرے۔ اسے اس کی مطلب ہمیں کہ سامنے کی جزیر ہمیشہ والی۔ تحریک سانے والے کو بھی حقیقی اوس طبق تحریک کی حقیقت پسندی کا مظاہرہ کرتا چاہیے تاکہ سامعین یہ ہوں گے کہ جو کچھ وہ ہوں رہے ہیں یہ لالا اور ریسے۔

پھر منصل بعد جب یہی صلب "تصھرہ" پڑھ کر سنا تھے ہم تو جا بیٹ داری کا عصر اور نیاں ہو جاتا ہے جو طرف ملکہ کی اثر انگریزی کے حق میں رہ رہا تھا ہے۔ یہ مشاہدہ نہیں کہ انہوں نے اپنے ملک قوم کا دامتھی نہیں ہونا چاہیے۔ اپنا ہونا تو قدرتی ہے اور ضروری بھی۔

طریق پیشکش کے کوئی نہ، جاندار اور کارگر بنانا ہے تو دوران تصریح میں غیر جانبداری اور انصاف پسندی کی ادا کاری لازماً کرنی ہو گی۔ ہمیں رونم کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بتیرے تصریح سے تو سرے سے تصریح ہی نہیں ہوتے بلکہ تبرانامہ ہوتے ہیں جن میں تہذیب و شاستی کا کوئی لحاظ نہیں کھا جاتا۔ مان لیا کہ سارے نقطہ نظر سے پاکستان "غذہ" ہے۔ ایوب اور بھوڑا کو اور لڑیے ہیں۔ پاکستانی افواج بزرد اور نااہل ہیں۔ مگر ان کی مذمت اور ضمیم میں کیا ہمیں بھی بازاری سطح پر بیچ جانا چاہیے۔ چون کی بذریبائی خاصی شهرت پاکی ہے اور وہ ہمارا بدترین دشمن بھی ہے۔ تو کیا سر جنگ کے میدان میں پاکستان کو ہزمت دینے کے لئے ہمیں اپنے اسی بدرباب دشمن کی تعلیک کرنی چاہیے یا ہماری عظمت، ہماری اور اخلاق پیشی کا انتقام دینے کے غذہ دشمن کی سر کوئی شرفی کی طرح کہیں۔ ان بھاروں کی طرح کریں جو دستی اور دشمنی دلوں میں اپنا ایک معیار قائم رکھتے ہیں۔

"تصھرہ" ایک تھقفارہ اور تین جائزے کو کہتے ہیں، تکرارات کو نو تجھکچیں پر نشر ہونے والے بتیرے تصریح سے جائزہ ہوتے ہیں نہ تحریک۔ وہ تو ایک تھقفارہ ہوتے ہیں جو اگر ضروری ہی ہو تو اسے کسی اور وقت کسی اور عنوان سے نشر ہونا چاہیے تبصروں میں ہمیں نقد و نظر کے ایسے زاویے

عائد کر دیا جائے۔ ملکوتوڑہ صاحب پر لگیا گذشتے گی الگوئی شخص ایک جلسہ عالمیں صاف صاف "امکشافت" کرے کر دہ پاکستان یا چین کے جا سوچ ہیں۔ پارلیمنٹ کی بڑی آدمی کو اتنا اوچا تو نہیں اٹھادتی کہ عدل و آمین اور انتہا بہترافت کے سارے ہی تفاصیل اس کے قدوں میں پائماں ہو گردے جائیں۔

ہمیں یقین ہے کہ ہمارے صدر جمیوری، ہمارے وزیر اعظم اور ہمارے وزیر داخلہ ایسے ہوائی "امکشافت" کو نکالا ہیں سے نہیں دیکھ سکتے۔ مگر اسے کیا کچھ کہیں
حاکم کا کوئی بھی فرجب زبان کھوئے گا تو دنیا یعنی قیاس کرے گی کہ یہ زبان حکمران طبقے کے مذاق و مزاج کی ترجیحی کرو ہی ہے۔ آج ہمیں نظریں چراتی ہوئی عامی راستے عاتیہ کو اپنے حق میں ہوا رکھنے کی حقیقت شدید ضرورت ہے شاید ہی کبھی رہی ہو۔ آج ہمیں ڈبلو میسی کے میدان میں اپنا پرچم گھوڑے کا سخت رحلہ دریش ہے۔ آج بھی اگر ہمارے ہمہنگ پارلیمنٹ پہنچے تو پھر کوئی حکمت نہیں بھیں گے تو پھر خدا جانے کبھیں گے۔

کاش ہم اپنے ہی ملک کے ہمارا جیتوں کی شاندار تاریخ کا مطالعہ کر کے بتا چلاتے کہ حقیقی شجاعت، جنگی اخلاق اور عمدہ کردار کا کیا جزا فیر ہوتا ہے! جیت ہار تو مردوں کے ھیں ہم مرد بھی اونچے پتھیار پسند نہیں کرتے۔ تجھے ہے کہ رہا اور خوش کے بلند اسوسے نہیں بھی سبق لینے والے اس سر زمین میں کم سے کم تر ہوتے ہارے ہیں جو روشنیوں اور ہنسیوں کی سر زمین ہے۔ جو ہمارے شوکی تصور ہے۔ جو گاندھی جی کی سر زمین ہے۔

بازگفت

یادا ہے لکھا چاٹھا کھا کے، ارکو برکی شام کو سوانو بیجے کی خبروں میں ایک نوائی آواز سُننے میں آتی۔ گویا کسی وجہ سے اس دن وزارت کے اناؤنسہ صاحب کو حق کی خاتون نہیں تھیں سنائیں۔ ان کا نام ہمیں علم نہیں۔ لیکن یہ ہمیں کے سامنے آئے۔

جیت سے تکتی رہ جاتی ہے۔ اس وقت ہم ایک تازہ نوونہ میش کریں گے۔ پارلیمنٹ کے معزز نمبر خاک اور جیت ملکوتوڑہ نے کامگری کلب کے ممبروں سے خطاب کرتے ہوئے الہ اکتوبر ہائیکورٹ کو فرمایا۔ فرمایا کیا بلکہ بقول نامہ نگار "امکشافت" کیا کہ:-

"پاکستان کے ہندوستان پر حالیہ حملہ کی سازش الجزا تریں چاؤں لائی اور شیخ عبداللہ کے درمیان ملاقاتیں میں تیار کی گئی تھیں۔"

"اخلاق" اور "ضمانت" کے افاظ اگر بالکل ہی ہے متعین نہیں ہو گئے تو ہم ادب کے ساتھ سوال کریں گے کہ ایک معزز ترین شہری شیخ عبداللہ کے ہارے میں اتنے بھیانک الزام کی تصنیف کرنا اور پھر اسے "امکشافت" کی جیت سے ڈالنے کی جوڑت میں کر دینا کیا اخلاق و انصاف ہی کوئی قسم یا اسے پاؤ وہ گوئی کے خانے میں رکھیں گے۔ شیخ عبداللہ مددوں کے لاکھوں افسر اور کاٹھوں کا تارا اور دلوں کی دھڑکن ہیں۔ جمیوری اصولوں کی ترازوں میں ان کا وزن عالم قسم کے ہزار اور براں پارلیمنٹ سے بھی کہیں زیادہ ہے۔ وہ اگر قید میں ہی تو اس سے ان کی ذاتی عظمت میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔ ابھیں ماہنی قریب میں خود ہماری ہی سیاست نے بنی الاقواءی شہرت و عورت کا خلعت بھی پہنادیا ہے۔ دنیا الگ ملکوتوڑہ صاحب کا "امکشافت" سننے کی تو اس کے سوا ایک تیج اخذ کرے گی کہ بخارت کا مقصد و حلقہ اپنے میاسی حریفوں اور اپنی نائبندیہ شخصیتوں کے باشے میں کس درجہ غرذہ مددارانہ روشن اختیار کر سکتا ہے۔ وہ خیال کرے گی کہ بخارت کی پیشیت حاکم کسی ادنی اثبوت کے بغیر بھی بڑے سے بڑا الزام لکھنے میں قباحت محسوس نہیں کرتی اور ایک ایسے قدری کے باشے میں جسے جا ب دیشے کا موقع میسر نہیں اسے تجھر من گھڑت جو اتم کی اشاعت میں کوئی تخلف نہیں ہوتا۔

ہم کہتے ہیں شیخ عبداللہ ایک عالم تیمورے درجے کے آدمی بھی ہوتے تو یہ بات کسی مظہر جا تر نہیں تھی کہ دنیا کا سب سے بڑا الزام ان پر دلیل و شہادت کے بغیر

ایک تازہ ہندی خط کا ترجمہ

۱۶ اکتوبر ۱۹۶۴ء۔ مشریکان جی نہستے!

آپ کا بنیا ہوا مردم دریافت ہم نے استعمال کیا
اس کے استعمال سے ہماری آشیخین صاف درستی ہیں اور
بنیائی میں بھی انتہاء ہوا ہے جس سے ہر چیز صاف تکھانی
دیتی ہے۔

مردمہ فائدہ مند ہونے کی وجہ سے آپ پر ہمگوا
لہے ہیں۔ از راہ کرم چھوٹی ۲ شیشیاں بذریعہ وی پی
بذریعہ ذیل پتہ پر بھیجیں۔

بابراؤ۔ مونہن راؤ۔ مقام پوسٹ گونڈی
صلح اور نگ آباد (چہار اشتر)

ایک اور خط:-

۱۸ اکتوبر ۱۹۶۴ء۔

آپ کے کار خانے کا تیار کردہ مردم دریافت میں
بڑا ایمگوا یا کرتا ہوں اور اس کی آزمائش بھی کی بار
کر چکا ہوں۔ بنے شک یہ مردمہ قابل تعریف ہے۔
اس نے مردمہ دریافت میخت ایک تولہ والی ۵ عدد
شیشیاں اور ۵ سلاٹیاں جلد از جلد بذریعہ ذیل
پتہ پر ارسال فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

۱۹ اکتوبر ۱۹۶۴ء۔ مولانا حجر عبد الباری دل دعبد الرحیم جعفر اور
صدر جامع مسجد میٹی مقام پوسٹ گونڈی
تعلق مرتضی پر صلح اکولہ (چہار اشتر)

کوئی بھی تین شیشی ایک صاح طلب کرنے پر دا خیافت
ہماری خاص حق تی سالی بھی ساخت طلب کیجئے۔ مرف ۱۵ پیٹے

دار الفیض رحمانی۔ دیوبند (بی۔ پی)

سکتے ہیں کہ صوت و آہنگ کی اثریت کا وجود ان رکھنے والے
دش غیر جانب دار نج اگر بے لگ ہواز نہ فرمائے تو اشارہ
نو لا زماں پیغامہ دیں گے کہ یہ بے اکتوبر والی سوانی آوانا پنے
شقہ لب و لبج اور غیر جارحانہ پرداز کے باعث خبروں اور
تہصیلوں دونوں کے لئے روزانہ والی مردانہ اوانس سے زیادہ
میور، دل کش اور قابل قبول ہے۔ اس مقین کی بنیاد اس عالم
لکھنے پر نہیں ہے کہ صنعتِ تحریف کی آواز زیادہ پسند کی جاتی
ہے۔ اس کلیہ کا تعلق تو انسان کی جسمی نعمیات سے ہے۔ ہم
دل دماغ کی بات کر رہے ہیں۔ دل اور دماغ دونوں نے
اس آواز کے حلم، طہیر اور معتدل زیر و بم اور لقین دلانے
کی قوت کو غیر معمولی طور پر قبول کیا۔ پتہ نہیں اس دن کی
خبریں بھی کسی زیادہ شاستہ آدمی کی حرمت کرده تھیں یا یہ
اسی آواز کا طبع اثر تھا کہ ان خبروں کی زبان اور تنہ لفڑانہ
سے باہر محسوس ہوئی۔ اگرچہ پاکستانی غنڈوں کا القظان میں
بھی موجود تھا مگر وہ ٹھیک لگایا تھا۔ پہلے قوانین میں موجود نہ ہوتا تو
ان خبروں کو بم پلٹی کا اچھا نہ کہہ سکتے تھے۔ اگر ہمارے
خیال کے مطابق آں انٹریا پر ٹیکی تمام نظریات طریقہ یکاڑوں
میں حفظ ہتھی ہیں تو یہ اکتوبر کی خبروں کو ارباب فکر و
نظر پر نہ سکر اندرازہ فرمائے ہیں کہ ہمارا کیا مطلب ہے۔ روزانہ
کے تباہ سر صاحب کی دل آزاری قصود نہیں سوچتی
مفاد کا لحاظ نہیں نظر ہے۔ کاش کوئی اس بکواس پر توجہ دے۔



کمال یہ ہے کہ اپنے جملہ فائدہ
کے باوجود آنکھوں میں لگتا اور
کر گتا ہے۔ اسی لئے میں
اسے پھوپھو کی آنکھوں میں بلا تکلف
ڈالتی ہیں۔

تاجر حضرت مژاہن احمدی طلب فرمائیں

چھ ماشہ
تین اسپے

ایک تولہ
پانچ اسپے

محصول پیکنگ
طیب چادر و پیٹہ

جبل جہدی

اج — اور کل

پاکستان کا مخصوص سر و صوت سامنے سے ہٹ جائے کے بعد اب بیا سست دنوں کی لفڑی کا مخصوص ایک بار پھر "امریکہ یاروس" ہونے لگا ہے۔ کچھ لوگ امریکے کے دربار میں پیش کئے جانے والے قصیدوں کے رکھ رکھا پر فکر آزمائی کر رہے ہیں۔ کچھ نے روں کو راہیٰ محبوب ان کر غزل کا جذباتی ترانہ مشروع کر دیا ہے۔

پورے ایک ہفتہ تک ایم ہم کی تیاری کا ڈرامہ ساری دنیا میں مخصوصی نزع کی منسی پیدا کرنے کے بعد وزیر اعظم شاستری کے اس اعلان پر ختم ہو گیا ہے کہ ہندوستان ایم ہم نہیں بناتے گا۔

ویٹ نا کامسلہ پورے دش مہینے گزر جانے کے بعد اج بھی جوں کا توں ہے۔ جب ہم ہندوستان اور پاکستان کے مسائل پر لفڑی کریں تو اس مسئلے کو اسی طرح پورے طور پر پیش نظر رکھنا چاہئے جس طرح غزل کہتے ہوئے قافیہ اور روایت کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ یہی وہ مسئلہ ہے جس نے ہند اور پاکستان میں جنگ کے لیک ملک درست کئے ہیں اور یہی وہ مسئلہ ہے جس پر ہندوستان کی خلافت کی سزا اب امریکہ ہندوستان کو دینا چاہتا ہے اور یہ وہ مسئلہ ہے جس پر ہمیں کے ساتھ پاکستان کے مشوروں نے دائٹ ہاؤس میں روکھتے اور منیٰ کی عشق آفرینی کش کو پیدا کیا تھا۔

ڈیپھلا کھا امریکی فوج جو جدید ترین الات اور میزوں اور الکٹوں اور ہوا ای جہازوں سے آراستہ ہے شاید امریکی

۲۲ ستمبر اج ۲۱، اکتوبر تک ہند اور پاکستان کی "عیم الشان" جنگ کو ختم ہوئے پورے چار ہفتے ہوئے ہیں۔ دلوں طرف کے بلڈ بانگ دعویٰ اور ایک دوسرے کو ہلک ترین نفعیان پیچائے کا اڈ عالیٰ آہنگ ختم ہو گیا ہے۔ جنگ بنادی لائن پر دلوں طرف کی خلاف درزیوں کی ہلکی سی گونج، لیکے سے چھنکا کے اور لیکے سے سور کے علاوہ جنگ کی موجودگی کسی چیز سے ثابت نہیں ہوتی۔ ایک نام نسی گھبراہٹ، ایک مجھوں سی جھلہہٹ، ایک معدوم سے غصے کے باوجود ہندوستان میں حالات آہستہ آہستہ معقول پر آتے جا رہے ہیں۔ اگرچہ سارے سیاست دنوں نے ابھی تک اس کا اعزاز نہیں کیا لیکن آہستہ آہستہ ایک عظیم ملک کے بے شارمسائل جو جنگی صورت حال کے پیش نظر دب گئے تھے اُبھر کر سامنے آتے لگے ہیں ان مسائل کی بد صورتی اور مبارز طبی سے ہم کتنی ہی آنکھیں اور کان بن کریں لیکن ملک کو ہر حال ان سے بینداز ہے۔ کانگریسی رہنماؤں نے پر ای خانہ جنگی کے حالات پھر سامنے آ رہے ہیں۔ بیشی کا اخبار بلڑی وزیر خزانہ کر شم اچاری اور ہم ماضی نزد اکے دریاں بول چال تک کے خاتمے کی خبر ھائیت لگا ہے۔ جن سکھی اخبارات نے مسلمانوں کو بیان نہ کرتے کا پر انا حماز پھر سنبھال لیا ہے۔ اونچی سطح کی سیاسی رقاقوں نے ہندوستان کے سر بر رشتہ دال کر اسے دبارہ ٹھیکنا مشروع کر دیا ہے۔ جمعیت علماء ہند نے خیانت اور حیامت کا مسئلہ از مرزا چھیر دیا ہے

مشروع ہو گئے ہیں اور امریکی عوام اس بے نتیجہ لڑائی اور اس میں امریکی سرماں، امریکی سامان اور امریکنوں کے خون کو بے فائدہ بنائے کے خلاف احتجاج کرنے لگے ہیں۔ ہندوستان کی مجموعی ایر فورس ہماری جہازوں تکی جس تعداد پر مشتمل ہے۔ شاید اس سے کچھ ہمیں امریکی طیارے دیٹ نام میں بر باد ہو چکے ہیں اور امریکی عوام اس سے زیادہ تقدیمان برداشت کرتے کو اب کسی طور تباہ نہیں۔ پھر بھی امریکی کے کسی دزیر کی زبان سے یہ نہیں سنائیا کہ منظاہرہ کرنے والے غدار ہیں!

پی۔ ایل۔ ن۔ ۱۸۸۷ کے ماتحت ہندوستان کو گھومن جیسا کرنے کے امریکی معاہدے کی تجدید میں برتولیت ایک واضح اشارہ تھا جو اب محل کر ایک یعنی کی تسلیم میں ہندوستان کے سامنے آگیا ہے۔ امریکی حکومت نے ہندوستان کو نہ صرف گھومن جیسا کرنے سے انکار کر دیا ہے بلکہ ایک اقتضابی اور ادھمی تسلیم طور سے روک دی ہے۔ امریکی ارباب اقتضاب کے الفاظ میں یہ "ہندوستان کو معقولیت کی طرف ہیکر لانے کی کوشش ہے۔" اور ہندوستان اسے ایک ایسے ایسے "سیاسی دباؤ" کے نام سے ہوسوم کرتا ہے جو اس کے لئے قطعاً ناقابل برداشت ہے۔ غیرہ کا مثلہ اب تک ہندوستان کا زرعی مسئلہ تھا۔ یہ بھی یعنی ہے کہ اس زرعی مسئلے کا سارا دباؤ ہندوستان کی اقتصادیات پر ہی پڑتا تھا لیکن امریکی کی موجودہ پالیسی نے اس کو متاثر سیاسی مسئلہ بنا دیا ہے۔ اب ہندوستان کے یا اس سے بچانے کے دوسرے راستے ہیں ایک پر کوئی عظیم شاستری کے احکام کی تعییں میں ہندوستان کو گھومن کے لائق ہوں گے صحنوں اور چھوپوں کے مکمل میں اماج اکائے اور خوفیں بن جائے۔ دوسرے یہ کہ امریکی کے سامنے مسلم خدم کرے اور کشمیر میں امریکی فوجیوں کی تعمیل بے خون و حراثتی کرے۔ ظاہر ہے کہ ہندوستان پھر اس سے اخراج ہی کی کوشش کرے گا۔ لیکن ہندوستان میں حکومت اور عوام میں جو ایک

تاریخ میں بھی بار اپنے ملک سے باہر لڑتی ہے۔ آسٹریلیہ، نیوزی لینڈ اور جنوبی کوریا کے یاران و خادار کا شکران کے علاوہ ہے۔ شمالی اور جنوبی دیٹ نام کا پورا ملک جو قبیہ میں مشرقی پنجاب سے کچھ ہی زیادہ ہو گا عملی طور پر ہندوستان میں تبدیل ہو چکا ہے۔ لیوں، ریلوے لائنوں، پیپلائنوں، ہماری اڑوں، ٹھروں اور چھیتوں نام کی کوئی چیز اب دہاں موجود نہیں ہے۔ دیٹ نام کے دونوں حصوں کے لوگ درختوں کے نیچے بیٹھے ہیں اور استقلال کے ساتھ کہہ رہے ہیں کہ ہم امریکی کے ساتھ تین نسلوں تک لڑنے کے ساری دنیا ایسی سمجھوتے کی کوشش کر کے تھا جو امریکی کے لئے باعثت ہوا اور جس کی آڑ لیکر دیٹ نام سے اپنی واپسی کو کسی باعثت عنوان سے سجا سکے۔ لیکن دیٹ کا حق باغیوں اور شمالی دیٹ نام کی حکومت جنگ کے خاتمہ کی ایک ہی جادہ اور دوڑک شرط پر ہر طبقہ کے ساتھ سامنے رکھنی ہے کہ امریکی دیٹ نام سے غیر مشروط طور پر اپنی وحیں پہنچے۔ امریکا اس شرط پر تیار ہو جاتے تو اس کا وقار ساری دنیا میں "رقیب کی عزت" بن کر وہ جلتے گا کہ جس کے جی میں اس سے کھلوڑ کرے۔

دیٹ نام کا یہ چھوٹا سالاک ہندوستان اور پاکستان کی "عظمیم اثنان" حکومتوں کے لئے جو اپنے اپنے دائرہ میں سرداری اور رہنمائی کی دعویٰ اور بھی ہیں عترت اور صبرت کی لکھتی ہی نہ نیاں پیش کر رہے ہیں۔ صدرہ دن کی تھنھر لیکن عظیم ترین جنگ کے بعد ہی یہ دونوں ملک چھڑ افغانستان کی طرف پڑی آس اور اضطراب کے ساتھ دیکھنے لگے تھے جو کہ یہ چھوٹا سا ملک پھیل گیا رہ چھینتوں سے طینکوں اور ہماری جہازوں کی صادری ہلاکت اور دندنا ہٹ پڑی خندہ پیشانی اور استقلال کے ساتھ برداشت کر رہا ہے اور صلح کی ہراہانت ایگر تجویز کو حفارت کے ساتھ درکردیتا ہے۔ غیر مشروط طبقہ بندی کجاوہ امریکی جیسے طاقت ور ترین ملک کو اتنی بھی مہلت دیتے پر تیار نہیں کر دہا اپنی جنگی پالیسی پر نظر ثانی ہی کر سکتے۔ تیججی ہے کہ آج خدا امریکی میں اس جنگ کے خلاف منظاہرے

رہی ہیں۔ اس بات کے لئے مشکل ہی سے تیار ہو گا کہ وہ امریکی
مشاور کے خلاف ہندوستان کی کمی بھلی کو شش کو کامیاب
ہوتا رہے سکے۔ ابھی سٹرپائل نے حکومت کا رکن ہوتے ہوئے
بھی اچھے طور پر وکر آم کے بالکل خلاف جو سرگرمیاں
نشریوع کر دی تھیں ان پر ہندوستان میں احتساب کا اظہار
نشریوع ہو گیا تھا۔ تب یہ کوئی ششم اچاری یہ سٹرپائل اور
اسی تھاں کے دوسرا بزرگ اور طاقت وریاستاں
سرماہی داری کے خلاف ہندوستان کے کمی بھی حدا کا
ساتھ دیں گے جو امید کرنا ایسا ہی ہے جیسے یہ آس گانا
کر پچھدار تقریریں کیوں کی سنتری بالوں کا دل بن جائیں!
یہاں یہ بات بھی دھیان میں رکھنے کی ہے کہ تم ازکم غلے
کے معاملے میں ہندوستان کے لئے روں کی دوستی کسی طرح
فائدہ مند ثابت نہیں ہو سکتی۔ روں ہیں چاہے ایک بھی
نکسپلائی کر دے لیکن وہ ہم غلے چھیا نہیں کر سکتا۔ پچھلے
پانچ چھ سالوں میں روں کی زرعی اسکیں اس بری طرح
ناکام ہوئی ہیں اور ان کی بدولت خود روں کو امریکی سے غلہ
خریدنے کا اس اسعار برداشت کرنا پڑا ہے جس نے اس کے
سیاسی و فقارتک کو خود کردا تھا۔ خود سٹرپریشوں کی
وزارت عظیٰ سے معزولی اسی بناء پر ہوئی کہ انہوں نے
زرعی اسکیوں میں ناکام ہو کر روں کو امریکی کے سامنے ذلیل
کر دیا تھا۔ حال ہی کیلیو فٹ کا انگریزیں یہ سٹرپریشیں سے
بھی اس بات کا اعتراض کیا کہ خشک سائی اور کمی دوسرے
اسباب کی بناء پر ابھی کچھ سال اور روں کو آج خریدنے
کی ضرورت پڑے گی اس لئے روں کی طرف سے ہندوستان
کو غلہ کی سنتر ایمانی خارج از بحث ہے اب صرف دو ملک
روہ جلتے ہیں۔ کنیڈا اور آسٹریلیا جن کے پاس قابلِ انتاج
ہے اور جو ہندوستان کو آج دے سکتے ہیں۔ لیکن امریکہ
نے جس موڑ اور جس طرز کے ساتھ ہندوستان کو غلہ کی فراہمی
روکی ہے اسے ایک ملک کا دوسرے ملک کے متعلق انفرادی
رویہ نہیں کہا جا سکتا۔ خود امریکی داشت وردن کے افاظ
میں یہ "ہندوستان کو" "معقولیت" پر لانے کی کوشش ہے۔

جو ہول سی عدم مومنت ہے اس کے ماتحت یہ "لانوں"
صھنوں اور گسلوں میں غلہ اٹھانے والی اسکیم "زبان اور
کاغذ کے علاوہ بھی ہمیں پھلے چھوٹے گی پہ آس لگانا مشکل ہی
ہے۔ یوم مختصر نہدا کے افاظ میں ہندوستان کے ہر بیان
اور ہر اسکیم کی ناکامی کا سبب یہی ہے کہ وہ محض کاغذی
ہوتی ہیں اور انہیں بھی عملی صورت دینے کی طرف توجہ
ہمیں کی جاتی۔

یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ امریکی کا دباؤ ہندوستان
پر باہر ہی سے مسلط ہوتا رہے اور ہندوستان کی قومی اور
اجتماعی حریقت اس کے مقابلہ پر جم کر کھڑی ہو جائے تو یہ
ایسا کوئی دباؤ نہیں ہے جسے ہندوستان برداشت نہ کر سکتا
ہو یا کوئی بھی ملک برداشت نہ کر سکتا ہو۔ آزادانہ دنیا
مزصرف امریک سے بلکہ اقوام متحده سے بھی کٹ کر زندہ
ہے۔ اور کبودیا کے پرس سوانا پھوٹا امریکی کا مکمل
پائیکاٹ کر کے بھی اپنی خیر بندار پالیسی جلا ہی رہتے ہیں۔
لیکن ہندوستان میں امریک کے مقابلے میں قومی حداست ختم
روہ سکے گا اس کی کوئی امید نہیں۔ برلاجی نے جس
طرح ابھی سے چنانی مشریع کر دیا ہے اور وہ ہندوستان کو
جس طرح امریک سے بہر قیمت دوستی قائم کرنے کا مشورہ نہ
رہے ہیں، اس سے کم ازکم یہ بات تعلموم ہی ہو جاتی ہے
کہ ہندوستان کے اجارہ دار اور سرمایہ کارکس ہسپر
سوچ رہے ہیں اور ہندوستان اور امریکی کے اختلاف میں
ان کا رول کیا رہے گا۔ یہاں دولت کی پوچھا سارے سماج
کے قومی شعور میں ایک ایسا قومی عقیدہ بن کر سماں ہوئی ہے
جس کی آڑلے کریہاں کے سرمایہ دار حکومت سیدت سار
سماج کو دکھل دی گی پر سماج کا کھیل آسانی سے کھیل سکتے
ہیں اور آج تک بھی حقیقیں کی آڑلے کر کھیل ہی رہتے ہیں۔
چھر کا انگریزیں حکومت میں بھی وہ دایاں بازو جو سرمایہ داری
کی طرف را غصب غصہ کا دسرا نام ہے اور جس کی قوت
اور متوڑ ترسرگرمیاں کا انگریزیں کے میہم اور مختصر بسوشلم
کے راستے میں اب تک جس کامیاب کے ساتھ کامنے پھجاتی

قصہ مختصر یہ کہ اس ایک ہی مسئلے میں ہم اتنی بیشائی پوچھتے ہیں جس کے اثرات اتنا ہی دُور اور طاقتمنش کل سکتے ہیں۔ ہندوپاکستان کی حکومت کا نتیجہ اور کچھ تکل شکل لیکن اس کے نتیجے میں وزیر عظم شاستری کا وقار کافی بلند ہو گیا ہے۔ ہر ہندوستانی کو اس کا احساس د اقرار ہے کہ شاستری جی اس وقت اس مقام سے کئی نیتے اور پھر ہیں جس پر وہ ابھی آٹھ بیفٹے پہنچنے لیکن یہی ایک غذائی مسئلہ ایسا ہے کہ الگ ہندوستان اس معاملے میں خود کھیل نہ ہو تو شاید ہندوستان کو خود شاستری جی سے خود ہدم ہونا پڑ جائے۔ حال کے افق پر مستقبل کے صائب روشنی اور تاریخی کو اس طرح ایک دوسرے میں مدغم کئے ہوئے ہیں کہ آئندے والی صحبوں کے بارے میں کوئی واضح پیش گوئی نہیں کی جاسکتی۔ ہندوستانی خواہ کا کردار، صہیر اور روانی مزاج ایک بڑی آزمائش کی زد پر ہے کون

جانے اگلا میر ہماری
تاریخ کوں سخت
لے جائے۔

اس لئے یہ سوچنا کہ امریکی دباؤ سے آزاد ہو کر آسٹریلیا ہندوستان کو اناج کی قراہی پر تیار ہو جائے گا سمجھ میں آئے والی چیز نہیں ہے۔ جملک ساری دنیا کے بیان کی راستے اور مرضی کے خلاف دینام میں امریکی ہم کا حصہ اور بن گیا ہواں سے ہم کس طرح امید رکھ سکتے ہیں کہ وہ اس خاص مسئلے، غذا کے مسئلے میں امریکی کے خلاف ہماری مدد کرنے پر تیار ہو جائے گا۔ جہاں تک کہیڈا کا تعقل ہے اول تو ایک طشدہ اور موڑ امریکی پالیسی کے خلاف اس ملک کا بھی چالا جانا بڑا مشکل ہو گا۔ اور اگر بالفرض حال وہ تاریخی ہو جائے تو اس کے لئے ہم نقد نیت ادا کرنی ہو گی۔ قیمت ادا کرنے کے باوجود بھی ہم مطلوبہ مقدار میں غلہ کنیدا سے حاصل نہیں کر سکیں گے اور بدیلی کرنسی میں اتنے زیر بار ہو جائیں گے کہ ہم اپنے اقتصادی ڈھانچے کو سنبھالنا دستور اور ہو جائے گا۔ امریکی گذم سے ہم اتنا ہی فائدہ نہ حاکم ہیں مطلوبہ مقدار میں غلہ کر جاتا تھا، بلکہ سب سے زیادہ فائدہ یہ حاکم کہ ہم اس کی قیمت ہندوستانی کرنسی میں ادا کرتے تھے اور اس طرح ہمارا حفاظت سر بر ایج کسی حکومت کی اقتصادی ساکھ بنائے رکھنے کے لئے ضروری ہے مترزاں ہونے سے بچ جاتا تھا۔

کیا جماعت اسلامی حق پر ہے جماعت اسلامی پر کئے جانے والے بیانی اعتراف کی حقیقت اس کتاب سے آپ سے سمجھی۔ جس نے اس ملاحظہ نہ کیا ہوا ب ملاحظہ کرے (قیمت میں روپے)۔ اس کے اختتاً پر جس کتاب کی امید دلائی گئی تھی الحمد للہ وہ بھی طبع ہو گئی ہے۔ اس کا حضرتم ہے

الزامات کا جائزہ

اس میں

ان الزامات کا منصفا نہ جائزہ لیا گیا ہے جو حکم اسلامی اور مولانا مودودی پر کبھی فتویٰ نکل میں اور کبھی کتابوں اور اشہاروں کی صورت میں لکھے جاتے رہے ہیں۔ اور اب بھی لکھے جاتے ہیں۔ یہی فحصت میں پڑھئے اور حق و باطل کا فرق محسوس رکھئے اس کتاب کی قیمت ڈھانچی روپے ہے۔ فوراً طلب فرمائیے۔ جو لوگ اسے اور "کیا جماعت اسلامی حق پر ہے" کو ایک مباحثہ طلب فرمائیں گے انھیں ڈاک خرچ معاف کر دیا جائے گا۔

مکتبہ تجلی۔ دیوبند (بی۔پی)

بھلی کی طاکت

کسی فعل و عمل کو بحث یا انظر میں اکر جائز نہ جائز کی بحث اٹھانا لتویت ہے۔ ان کی جذبیت دینی و علمی اعتبار سے ایک عام ادبی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ضاد کے تلفظ میں اختلاف رائے بہت ساری باتیں ہیں۔ سچائی تو فقط اتنی ہے کہ عربی کے حروف ہجی میں جو حروف بظاہر ایک سی آواز سے نکالنے جاتے ہیں ان کا صحیح تلفظ ایک دوسرے کچھ فرق ضرور رکھتا ہے جسے ایں تجوید اپنے استعمال میں بخواہ رکھتے ہیں اور تنگروں کو اس کی قیمت دیتے ہیں۔ مشافت اور طیاس۔ نت اور ص۔ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ جہاں تک اس کے لئے مکن ہو کسی صاحب تجوید سے حروف کو صحیح خروج سے ادا کرنے کا ڈھنک سکیے اور تراۃ قرآن میں اس کا شاطر رکھے۔

ظ۔ حق۔ ستر اور ذ لیے ہی حروف ہر جن میں صوتی پیشانتی پائی جاتی ہے لیکن جب استاد سے ان کو ادا کرنے کا صحیح طریقہ سیکھا جائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ ان میں لطیف دنارک تسم کافر ق ہے اور ہر ایک کا خروج علیحدہ ہے۔ البته د ایک صاحب حرف سے جسے غیر حقیقی طور پر ان چاروں حروف کی صفت میں رکھ لیا گیا ہے۔ یہ تو بالکل طبعی ہے کہ ایک مہار شاہی مسلمان غیر المغضوب پڑھنے تو تجوید میں وہارت نہ ہے بلکہ صحیح خروج سداد ایک پرقدار نہ ہونے کے باعث مغضوب کے حق کو ستر یا ذ یا ظ کی طرح نکال جائے لیکن یہ بات غیر نظری اور بکسر مصنوعی ہو گی کہ وہ دال کی طرح پڑھ جائے۔ ضاد کا صحیح خروج ایسا ہے جو بہت ہی لطافت کے ساتھ دال کی طرف

زُوادِ یا مَوَادِ ۚ

سوال ۱: ازہار ون روشن - صلح سنتھال پر لگہ۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ حرف ضاد کی جگہ دآل پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ یہ حرف ہمارے یہاں دیوبندیوں میں بحث کا موضوع بنا ہوا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ لذت شستہ سال ہمارے حترم جناب مولانا عبدالدین تشریف لائے تھے اور اپنے قیام کے درمیان ہر نماز میں ضاد کو بالدار پڑھتے ہے اس وقت سے دیوبندیوں میں دو گروہ ہو گئے ہیں ایک گروہ ضاد کو بالدار پڑھتا ہے اور دوسرا گروہ کے لائل یہ ہے کہ مولانا عبدالمحی صاحب للهمنوی حنفی اپنے مجموعہ افتادی صفات پر مرقوم کرتے ہیں۔ قال غیر المغضوب باللطاء بالدار لاقفسد صلوٰۃ - اسی طرح فتاویٰ قاضی خان میں رقم ہے۔ دلو قراءۃ الطالین بالطاء بالدار لا تفسد صلوٰۃ - دلو قراءۃ الدین بالدار تفسد صلوٰۃ اور اسی طرح خلاصۃ الصناوی میں ہے۔ لہذا قراءتے عرب دعجم کا ضاد کو دال جعلتے پڑھنا غلط حفظ ہے۔ لہذا آپ کے گزارش ہے کہ مستند چراج سے بسطع کریں کہ تمام ائمہ کا اس کے متعلق کیا فیصلہ ہے اور انہیں کتب قرأت و تفسیر اور تفہیم اس کے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں؟ نیز علمتے جمیع حنفیہ کا کیا فیصلہ ہے؟

جواب:

پہلی بات تو یہ ہے کہ مولوی عبدالحسن جیسے لوگوں کے

یہ سمجھ لیں گے کہ ہماری زکوٰۃ ادا ہو گئی گیسا ہے؟ اس طرح
زکوٰۃ ادا ہو گی یا نہیں؟
جواب:

اس شکل کو اختیار کرنے میں کوئی شرعی قباحت نہیں۔
اگر قرض ادا نہ کیا گیا تو زکوٰۃ ادا ہو گئی اور اگر ادا کر دیا
گیا تو اسے غرایا میں قسم کر دیا جائے۔

بلکہ زیادہ تواب کی بات ہی ہے کہ جو لوگ کے
شرط دیک بلاشبہ زکوٰۃ کے متعلق ہم تینوں وہ اپنی خودداری
کے باعث صدقہ لینا پسند نہیں کرتے بلکہ قرض کے نام پر
چھوٹ طلب کرتے ہیں انھیں خاموشی کے ساتھ زکوٰۃ کی قسم
دیدی جائے اور یہ نہ جایا جائے کہم زکوٰۃ دے ہے ہیں۔

امانت داری

سوال ۳:— (ایضاً)

زید کو ایک شخص نے ایک کتاب لا کر دی۔ شخص مذکور
کا خیال تھا کہ وہ کتاب زید کی ہے حالانکہ وہ کتاب کسی
یوں سے کی ہے۔ کتاب میں تمام مضمونیں اور مسائل اس
قسم کے ہیں کہ اہل قبور سے مدد ماننا جائز ہے۔ عرس و
توالی وغیرہ جائز ہے۔ بعد قرض کے قبر پر اذان کہنا احادیث
سے ثابت ہے۔ دیوبندی و یاہی سمرکے بال مندوائی ہیں یا
خششی بناتے ہیں جو خلاف سنت ہے وغیرہ وغیرہ۔
کچھ دنوں بعد پوسٹ میں نے ماہنامہ شمع جو کسی اور کا
کھل غلطی سے زید کے مکان پر دیدیا۔ زید اس قسم کی تلاش
یا رسائل ان کے مالکوں کو نہیں کروانا بلکہ اس کا ہنسنا ہے
کہ ان کتابوں کو دریا بردا کر دینا زیادہ پتیر ہے۔ ان کے
مالکوں کو روٹانا کو اتنا سخت کراتی تیزی کرنا ہے۔

براہ کرم شلائقہ زید کا یہ عمل کیسا ہے؟ مالک ان
کتابوں میں تمام تر خرافات ہیں۔ بے دینی ہے وغیرہ وغیرہ
لیکن جن چزوں پر ہمارا حق نہیں انھیں مضمون صاف کرنے اور
انھیں ان تے اصلی مالکوں تک نہ سجاوے کا حق زید کو
کیوں نکر جا سکتا ہے۔ ایسا کرنے سے وہ تواب کا حق دار ہے یا

ڈھلتا تو ضرور ہے کہ غلبہ اس میں آتا اور شرکی آواز کا رہتا ہے
جو لوگ غلبہ دال کی آواز کو دیتے ہیں وہ اُن لوگوں کے مقابلہ
میں صحت سے زیادہ دُور ہیں جو غلبہ ظاہر شرکی آواز کو دیتے
ہیں۔

یہ تو تھا ایک فتحی تجویہ۔ سادہ علمی سبق یہ ہے کہ الگ امام
صاحب تجوید پر عبور نہیں رکھتے تو اپنی الفاظ سے خواہ خود
کشی لٹپنے کے عوض وہی روشن اختیار کرنی چاہئے جو ہماری
زبان اردو میں شائع زانج ہے۔ یعنی ضماد کی ادا تک میں تر
اور ظل کی ادا کو غالب رکھنا۔ اُردو میں ہم ضرورت کو درست
مرض کو مرد۔ عرض کو وعد۔ فرض کو فرد اور رضا کو ردا نہیں بولتے
بلکہ اسے تمام ہی الفاظ میں ضماد کو صاف طور پر شرکی آواز
میں ادا کرتے ہیں۔ یہ ہماری حالت میں ایک طبعی شے ہے میں ادا
دین ضرورت کی سادگی اسی سے جوڑھاتی ہے۔

ویسے یہ بات اچھی طرح ذہن نہیں کر سکتے کہ اس قسم کی
چیزوں میں علمی و فنی اختلاف رائے تو اپنی جگہ برقے سے اور
بڑی قدر تمیت رکھتا ہے لیکن اس اختلاف کو عام زندگی میں
اہمیت دینا اسے مسجدوں میں تصحیح کر لانا اور انھیں پھر یون
بجھت بنا کر اڑانا بھرپڑنا حقانہ فعل ہے۔ یہ ایسی جزئیات
ہیں جن میں دسعت رکھی گئی ہے۔ انھیں ایک خاص حد سے
زیاد اہمیت بھی نہ دیجی چاہئے۔

زکوٰۃ کا مسئلہ

سوال ۴:— از عبد الرشید خاں۔ ضلع جلکاؤں
ہائے پاس زکوٰۃ کی قسم ہے۔ ایک ضرور تمدن
مسلمان ہم سے قرض مانگتا ہے۔ اگر اسے زکوٰۃ دی جائے تو
وہ صرف یہ سے ہی انکار نہیں کرتا بلکہ خفا بھی ہوتا ہے۔
اس کی اپنی سمجھی ہے کہ زکوٰۃ لینا ایک حیر اور فخر کا کام
ہے۔ نہ راگر اسے قرض دیا جائے تو اس شخص سے رقم والیں
ملنے کی تھی امید نہیں۔ ایسے شخص کو زکوٰۃ کی قسم میں قرض
دینا اس نیت سے تھا اگر اس نے والیں کر دیا تو وہ رقم ہم
کسی نقیر یا محتاج کو دی دیں گے اور اگر واپس نہیں کی تو

بُنَاتِيْلِيْحِي قَلْبِيْ اَوْ جَسْدِيْ اَوْ طَرْبِيْ
وَ حَفَانِيْكَأْجُوا بِ— (وَ طَرْبِيْ طَرْبِيْ) لَكِنْ جَسْدِيْ تَلَابِيْ
وَ قَتْلَهُ وَ رِسْلِيْ سِيلَتِ طَ— دِلْگِنْ جَوْ اِيكْ هَيْ جَلْجَرْ رَكْمِيْ رَهِيْ۔
إِعْمَدُوا الْدَادَشَكَهُ اَسْتَهِيْ دَادَهُ اَوْ لَادَهُ (بَرَا) شَكَرَ
وَ قَلْلِيْ مِنْ عَبَادَهُ الشَّلَوَهُ كَرَادَهُ بَنَادُونْ بِيْ شَكَرَ
(دَسْوَهُ سَبَارَ كَوْعَ ۲۰ آیَت ۱۳) گَذَارَ طَهُورَ بِيْ ہِیْ۔

حضرت سیدمان علیہ السلام کی شریعت میں جسے عین مورثین نا
جاہز تھا یہ مورثین انہیں اور صلحاء اور علماء اور مائکر کی ہوتی
ہیں جو ملیحو و معابر میں رکھی جاتی ہیں اور مقصود اس سے یہ ہوتا
تھا کہ ان کو دیکھ کر لوگوں کے دلوں میں عبادت خدا کا زیادہ
سوق ہوا اور وہ اس میں زیادہ مصروف ہوں۔ عرب والوں نے
عہد کر دیا کہ جسموں کو پوچھنے لگے یعنی ان کو معاذ اللہ خدا مجھے
لگے جو انسان کے لئے کو اشرف المخلوقات ہے ہے انتہا
ذلت اور خدائے تعالیٰ کے حق میں نہایت ظلم ہے۔ شریعت
محمدیہ میں جاندار کی مورت بنانا منوع قرار دیا گیا تاکہ بت پرتو
کی جڑ کٹ جائے۔

اب دریافت طلب امریہ ہے کہ کیا آیت مذکور کے
تحت مندرجہ بالا تشريع درست ہے؟ ہمارے کچھ ماتھیوں
کا کہنا ہے کہ یہ تشريع صحیح نہیں۔ کیونکہ اسلام نے ہمیشہ شرک
اور تصویر سازی سے روکا ہے۔ یہ تصاویر کبھی بھی ذریعہ
عبادت نہیں ہیں۔ میرا علم خود محدود ہے اس لئے میں
خود یہ فیصلہ کرنے کا مجاز نہیں ہوں کہ ان دونوں باقویں میں
سے سوچوں کو صحیح کہے سکوں۔ برآہ کرم آپ آیت مذکور کے صحیح
طلب اور تشريع سے بذریعہ تجلی مطلع فرائیں۔

جواب:

آپ کے جو ماتھی دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ تشريع درست نہیں،
ان سے پوچھئے چھر کیا تشريع درست ہے؟ — اور جب وہ
کوئی اور تشريع بتائیں تو غور کر کے دیکھئے کہ قرآن کے الفاظ
بھی اس تشريع کا ساتھ دیتے ہیں یا شخص زبردستی ایک خود
ساختہ تشريع کو قرآن کے ذائقہ لکھا جا رہے ہے۔
ہمیں اب تک یہی معلوم ہے کہ تمہا قبیل ان تصویر و کو

عذاب کا۔ یہ بات صحیح ہے کہ ان کتابوں کو دبائے رکھنے
میں اس کی غرض اس کے سوا کچھ اور نہیں کہ خلق خدا میں
برائی اور بدعاویات کا رواج کم ہے۔

جواب:

زید نے اگر یہ کتاب آپ کے حوالے کرتے ہوئے یہ
وضاحت کی تھی کہ یہ فلاں شخص کو پہنچادی جائے اور
آپ نے کتاب بے لی تھی تو آپ کا فرض ہو گا کہ اسے فلاں
تک پہنچا دیں۔ اسے روک لینا اور فلاں تک پہنچانا
گناہ ہے تھا۔

لیکن آپ کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ زید نے اسی
کوئی وضاحت نہیں کی تھی۔ اب اگر اپنے طور پر آپ کو یہ
بات معلوم ہو گئی کہ یہ زید کی نہیں ملکہ فلاں شخص ہی ہے
تو آپ کے ذائقے یہ نہیں ہے کہ اسے فلاں تک پہنچائیں البته
اگر خود زید سی و اپنے مانگے تو اسے واپس کر دیں۔ زید کی
اجازت کے بغیر اسے جلانا یا ہمارا طالب المدارس نہیں گا۔

رپا داہی قسم کے رسائل کا معاملہ۔ تو اگر داکیس
غلطی سے آپ کے یہاں دے گیا ہے تو آپ پر ایسی کوئی
ذمہ داری عائد نہیں ہوتی کہ اس کے ٹھیک بیتے پر
پہنچائیں۔ خود اس انتظار کرنا چاہیے کہ ڈاکہ اپنی غلطی
سے خرد اور ہوکر وہ رسالہ آپ سے واپس طلب کرتا ہے
یا نہیں۔ اگر طلب کرے تو اپنے کرنا چاہیے۔ نہ طلب
کرے تو ضائع کر دینا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایک آیت کا فہرست

سوال: از محمد طاہر مدرس۔ اعظم گڑھ۔

میرے پاس تاج پیمنی لمیٹڈ لاہور کا شائع شدہ
ایک مترجم قرآن مجید ہے جس میں مترجم کام کہیں درج
نہیں جس سے یہ معلوم کیا جائے کہ یہ ترجمہ فلاں کا ہے۔
پر ترجمہ آن میرے مطالعہ میں ہے۔ اس میں مندرجہ ذیل
آیت کے تحت جو کچھ لکھا گیا ہے وہ یہ ہے:-
یَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُونَ وَهُوَ جُو چاہتے ہیں ان کے لئے

کام میں لگے رہتے تھے۔ ان جنزوں کی خدمت و اطاعت کی نعمت واضح کرنے کے لئے قلعوں کا بڑے بڑے جمیون کا غیر معینی سوت کی لگزوں کا اور اتنی بڑی بڑی دیگوں کا تند کرہ فرایا جو ہلاتے نہ ملتی تھیں۔ کون نہیں جانت کہ تخت پر ارش کر جسے بنانا بڑی مشقت کا کام ہے۔ پھر بڑے بڑے جسمے تو اور بھی مشقت اور وقت چلتے ہیں۔ یہ کام بہت بے سense حضرت سليمان کی اطاعت اور چاکری کے طور پر انجام دیتے تھے۔ اس طرح اللہ نے اپنے بندے سليمان کے تحریر الیزرا قاترا و عظمت کا حال بندوں کو سنا دیا۔ اس کا بیطلاب نہیں ہے کہ قلعوں کو زینت دینے والے یہ شخصے برتش کے لئے تیار ہوتے تھے۔ یہ کسی نے کچھ اور بچھا پیش کر دیا۔ اگر دلائل کی روشنی میں لیکن ایسی تفسیر کے ہم قابل نہیں کہ پہلے سے ایک بات لٹنے زدہ میں ملے کر لو اور پھر آیات قرآنی کو اسی پر ڈھانے کی کوش کرو۔

زکوٰۃ کا ایک مسئلہ

سوال: ازاں اور فاع۔ بھوپال۔

کوئی ایسی جماعت جس کا دستور یہ ہے کہ وہ دوران بفر اپنے ہی مصروف سے اپنے کھانے پینے کا انتظام کرتی ہے۔ اور حتی الامکان دعوت قبول کرنے سے احتراز کرتی ہے۔ کیا اُس کی دعوت و ضیافت کا اہتمام اعلیٰ پیا نے پر زکوٰۃ کی رقم سے کرنا جائز ہے؟ اور کیا میزبان کا اس طعام میں شریک ہونا ازروے شرع اسلام جائز ہے؟ اور اگر میزبان مقامی دینی جماعت کا سربراہ اور عالم ہواں کے لئے کیا حکم ہے؟

جواب:

زکوٰۃ کے تحقیقیں میں "مسافر" شامل ضروریں لیکن اس کے پھر شرائط ہیں۔ یہ نہیں ہے کہ ہر سافر کو زکوٰۃ دیدی جائے چاہیے اس کے پاس اپنی ضروریات کے لئے کافی خرچ موجود ہی ہو۔ زکوٰۃ کا درپیغیر نظر یا طعام کی صورت میں پھر ایسے

کہتے ہیں جن میں طول و عرض کے ساتھ عنق (گہرائی) بھی ہو۔ یعنی مجسمے جب قرآن حکم اندماز میں یہی لفظ استعمال کرتا ہے تو اس لفظ کے کوئی اور جمازی معنی لینے کے لئے علمی و فنی دلیل چاہیے۔ یہ کوئی دلیل نہیں کہ چونکہ اسلام نے اپنی آخری تکمیل یا فتوحہ پیدا میں تصویر سازی سے روکا ہے اس لئے پہلے بھی کبھی تصویر سازی کا جواز قابل تسلیم نہ ہو گا۔

تم سب جانتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اپنی پر جو شرائع نازل ہوئیں وہ اپنی اصل اور جو ہر کے اعتبار سے عین اسلام ہونے کے باوجود اتنی مفضل اور جامع نہیں تھیں جتنا ہمارا مصطلح اسلام ہے اور یہ مصطلح اسلام بھی بیک وقت نازل نہیں ہو گیا ہے بلکہ سالہ اسال من تدریج کے ساتھ اسکی تکمیل کی گئی ہے۔ اہذا یہ مان لینے میں کوئی عقلی قباحت نہیں کہ پھر کسی بھی یا بعض اپیسا مکی شرعاً میں تصویر سازی کی مخالفت نازل نہ کی گئی ہے۔

آیت میں حضرت سليمان عليه السلام کا تند کرہ ہے۔ اگر ان کی شرعاً مخالفت میں مجسمہ سازی کو اللہ تعالیٰ نے حرم نہیں کیا تھا تو کیا اضافہ ہے کہ جمادات نے قلعے بناتے ہوئے ان میں اسی طرح بعض جسمے بھی بنادیتے جس طرح ان کے زمانے میں عام رواج پا یا چاندار ہو گا۔ یہ بات آیت میں ہرگز نہیں لیکن یہی کہ یہ تجسمے دیوبنی دیوبنی کی جیشت میں پڑھنے کی خاطر بنائے گئے تھے۔ پھر اس شرک سے جوڑنا کیسے درست ہو گا۔ شرک بلاشبہ کسی بھی زمانے میں حرمت کے علاوہ کسی حکم کا مستحق نہیں رہا، لیکن قرآن تو بار بار بارکھوں کو بتا رہا ہے کہ ہمارے پیٹھے ہوئے اپیسا درسل محدث تجدید کی دعوت دیتے رہے اور شرعاً کی قباحت سے دیگوں کو مطلع کرتے رہے۔

آیت کا ضمنون بھی اسی پر دال ہے کہ یہ جسمے پوجا کے مقصد سے نہیں بنائے جاتے تھے۔ قلعوں اور بڑے بڑے برخزوں کے درمیان تماشیں کا ذکر کرنا صاف طور پر اشارہ کرنا اس کے کفتوحہ عبادات کی نہیں ہو رہی ہے بلکہ صرف پتیجا ہمارا ہے کہ سليمان کو ہم نے کتنا عظیم اقتدار ختنا تھا کہ ایک طرف ہووا ان کے تاج پری درسری طرف بہت سے جن ذکروں کی طرح ان کے

بعضیں

سوال ۷: - از عبد الکریم۔ بمعنی ۷۵۔

آپ کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ قلابہ کی مسجد میں فی الحال ایک نئے پیش امام صاحب کا تقریر ہوا ہے۔ جب سے یہ حضرت آئے ہیں۔ آپ بغیر عمامہ لعین صرف طویل ہیں کہ ہر یہی نماز ادا فرماتے ہیں۔ دوسری یہ کہ اس سیجی میں ایک پیر اپنی روایت کہ نماز جمعہ میں پیشتر اذ خطبہ تو زدن سورہ نقدح ساجعہ کمر مرتا آخر سورہ نادوت فرمایا کرتے تھے اس کو بھی امام صاحب نے بنڈ کر دایا ہے۔ سو یہ کہ فاتحہ ٹھہنا ہر رخ و فتنی نماز کے بعد کہتے ہیں ہمارے یو پی میں نہیں ٹھہنا ہر رجہ بالا سورہ کا نماز جمعہ میں تو زدن کا پڑھنا صرف بمعنی میں رواج ہے۔ دوسرے کسی مقام میں نہیں ٹھہنا ہر دعوت ہے۔ قرآن مجید یا کسی حدیث مشریف سے کوئی عالم پیشا بابت کردے تو میں پیغامبیر کرلوں گا۔ اور پھر تو یہ کر کے یہ سب چیزوں شروع کر دوں گا ورنہ نہیں۔

بر اکرم آپ اس مسئلہ پر وہی ذالیں شاید کہ جناب کا جواب پڑھ کر بہت سے مسلمان سدھ جاتیں

جواب ۸:

معلوم ہوتا ہے مذکورہ سبجی کے نمازی زیادہ تر جاہل اور غافل ہیں اور انہیں پیشی ور مولویوں نے بعض غلط باتوں پر جادیا ہے۔ ایسا نہ ہوتا اون نے پیش امام صاحب پر اعتراض نہ کیا جاتا۔

تو بس بھجو یہیجے کہ نماز ٹھہنا کے لئے عمامہ بالک ضروری نہیں ہے خالی طویل ہیں کہ نماز ٹھہنا سے بھی اتنا ہی تو اب ملتا ہے حقنا عمامہ ہیں کہ ٹھہنا سے۔ عمامہ ہیں کہ نماز ٹھہنا ادارت ضرور ہے لیکن جب جہاں یہ ٹھہنے لیں کہ امام کے لئے عمامہ استعمال کرنا ضروری ہے تو دن سے واقف امام کے لئے ضروری ہے کہ اسے ترک کر دے یا کبھی کبھی ترک کر دیا کرے۔

ہی مسافروں کو دینا درست ہے جو اپنی حالتِ سفر میں ضرورت کے مطابق پیسے سے حروم ہو گئے ہوں۔ فرض شیخی ایک شخص اصلًا یو مسحی زکوٰۃ نہیں۔ اس کے اس کافی ماں موجود ہے لیکن دورانِ سفر میں اس کا سفر خرچ تم ہو جاتا ہے یا خلاف تو قع سفر ناطق ہو جاتا ہے کہ زاد راہ وہ لے کر چلا تھا وہ ختم ہیگا اور اب بالفعل اسکے قضاۓ میں آثار و پیہ نہیں ہے کہ گھر لوٹ سکے اور گھر تھیں تک کے مختلف اخراجات اٹھا سکے ایسے مسافر کو اس کی ضرورت کے بعد زکوٰۃ کا پسیہ دینا جائز ہے چاہے وہ اپنی عام حیثیت میں "الدار" ہی کیوں نہ ہو۔

رسہ ہے وہ لیگ عن کا ذکر اسے کہا تو ان میں سے صرف ایسے ہی افسر اور کو زکوٰۃ کی رقم سے ٹھہنا اھلیا جا سکتا ہے جو اپنی موجودہ حالتِ سفر میں "افراس" کی شرعی حدود تک پہنچ گئے ہوں۔ مجرد یہ بات کسی گروہ کو مسحی زکوٰۃ نہیں بنادیتی کر دہ حقی الامکان دعوت قبول نہیں کرتا اور سفر میں اپنا انتظام خود کرتا ہے۔

ایک بات اور سمجھ لیتے گی ہے۔ کشمکش مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ صاحبِ استطاعت ہونے کے باوجود وہ مدت سفر کے مطابق زاد راہ ساختہ نے اور یہ موقع رکھ کر جب وہ سفر میں خالی جیب ہو گا تو اس کے لئے ماں زکوٰۃ سے فائدہ اٹھانا جائز ہے جائے گا۔ یہ ایک قسم کا فریبی ہے صاحبِ استطاعت آدمی نے لئے حالتِ سفر میں کسی سے مالی زکوٰۃ وصول کرنا اور زکوٰۃ کا لھانا اھلنا فقط اسی صورت میں جائز ہو سکتا ہے جب کہ وہ الفاقی حالات کا شکار ہو کر احتیاج کی حوصلہ کی پہنچ گیا ہو۔

یہ بھی فوٹ کر لیں کہ خالص زکوٰۃ کے پیسوں سے جو کھانا تیار کیا جاتے اس میں خود زکوٰۃ دینے والے کے لئے ایک نوائے کی بھی سرٹک جائز نہیں ہے۔ قرآن کے گوشہ کی بات اور ہے۔ مالی زکوٰۃ کا فرضیہ ٹھیک ہلکا سیو قت ادا ہو گا جب کم اوجب کا ایک ایک جب شستھیں ہی کو پہنچ۔ اپنے یا کسی غنی کے پیٹ میں نہ اترے۔

پچھلوں نے بطور حدیث ذکر کیا ہے لیکن محققین اس کے حدیث ہوئے کو تسلیم نہیں کرتے۔ مشہور حنفی عالم ماعلیٰ قادری نے اپنی "موضوعات" میں بیان کیا ہے کہ اس روایت کے آراء میں زرشکی کہتے ہیں کہ مجھے تو اس کا کچھ بھی علم نہیں معنی الین صفوی ہے کہتے ہیں کہ میر روایت ثابت نہیں ہے۔ پچھلے گیہ بھی کہتے ہیں کہ یہ حدیث نہیں ہے بلکہ سلفیں میں سے کسی کا قول ہے۔ سخا وی فراستے ہیں کہ مجھ پر بھی انکا حدیث ہوا نامشخص ہے۔

یہ تین قدمیں کا ذکر ہوا۔ علمائے متاز خرون ہی شاید ہی کوئی اونچا عالم ہو جس نے اسے حدیث تسلیم کیا ہو۔ پھر جس نے تسلیم کیا وہ بھی پر دعویٰ نہ کر سکا کہ اسناد کے اعتبار سے اس پر بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔ گویا ازروے فی یہ بات تقریباً مسلمات میں سے ہے کہ اس فقرے کو بطور حدیث جوت بنانا کسی بھی موقع پر درست نہیں ہے۔ رہا درایت کا معاملہ۔ تو روایت بھی صاف طور پر اس کے قبول سے انکار کرتی ہے۔ معروف و معتبر کتب احادیث میں جہاں جہاں بھی اجزائے ایمان کا ذکر ہے کسی ایک حکم بھی حریط کا تذکرہ نہیں۔ وطن کی محبت غیر مسلمین میں بھی یا کی جاتی ہے اور مسلمانوں میں بھی ایمان ایک انسانی چیز ہے جسے طبعی تو کہہ سکتے ہیں جزو ایمان نہیں کہہ سکتے۔ قدرتی بات ہے کہ انسان کو اپنے وطن سے بحث ہوتی ہی ہے مسلمان بھی بھی اس سے خالی نہیں رہے۔ لیکن یہ ایک مصنوعی اور غیر علیٰ طریقہ ہے جسکا کہ کوئی مقرر مسلمانوں کو اس دلیل سے حرمت وطن کا سبق دے کر حرمت وطن ایمان کا جزو ہے۔

جن ایں علم نے یہ پسند کیا ہے کہ اس فقرے کو حدیث ضعیف کے طور پر مان گر اس کی مناسب تاویل کریں۔ انہوں نے یہ تاویل کی ہے کہ یہ فقرہ درہمن وطن کی محبت کو جزو ایمان قرار دینے کے لئے نہیں ہے بلکہ یہ بتانے کے لئے ہے کہ وطن کی محبت ایمان کے خلاف نہیں ہے۔ اس تاویل پر اعتراض کی گنجائش نہیں۔ بعض نے تاویل کی کہ وطن سے مراد ملک عرب ہے کیونکہ مسلمانوں کا اصل

چیزیں اللہ اور رسول نے دین میں ضروری قرار نہیں دی اس سے ضروری قرادے لیا تا بھی اسی طرح گناہ ہے جس طرح ضروری چیزوں سے غلطت برداشت ہے۔

جمعہ میں خطبے سے قبل کسی خاص آیت کی تلاوت بھی شریعت کا کوئی مسئلہ نہیں ہے اسرا جو لوگ ایسا راجح چلتے ہیں وہ بدعتی ہیں۔ اس رواج کو بندی کر دینا درست ہے ہر نماز کے بعد فاتحہ پڑھنا بھی بدعت ہی کے خاذان سے ہے۔ خدا جانے ممکن طعقل کے مولوی کہاں کہاں سے مسئلے نکال لاتے ہیں اور پھر سادہ لوح مسلمانوں کو بدعت کی راہ پر لکھتے ہیں۔ نماز تھا پڑھتی یا جماعت سے۔ طریقہ ٹھیک ٹھیک وہی ہونا چاہیے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے مددگر ترین اصحاب ہے ثابت ہے۔ ائمہ کرام کے فرمودات پر بھی نظر رکھنی چاہئے۔ کسی بھی امام اور فقیہ نے یہ بات نہیں کہی کہ امام غلامہ ضرور باندھ یا خطبہ جمعہ میں قبل متوذن کسی آیت کی تلاوت ضرور کرے یا نمازوں کے بعد فاتحہ ضرور پڑھی جائے۔ جب کسی بھی مستند ذریعہ سے یہ چیزیں ثابت نہیں تو ان کے تارک پر اعتراض کرنے کی بجائے ان کے اختیار کرنے والوں پر اعتراض کرنا چاہیے کہ وہ دین میں نئی باقیتیں نکال رہے ہیں۔

حُبُّ الْوَطْنِ مِنَ الْإِيمَانِ

سوال: - از جیل احمد سی تھلم -
مقرر صاحبان عموماً سیاست کے اسچ پر "حُبُّ الْوَطْنِ مِنَ الْإِيمَانِ" کی وردی کر رہے ہیں۔ کیا واقعی پر مستند حدیث ہے؟ یا اولاد ایمان اخلاق الدلائل کی طرح ایک شقولہ دین و شریعت کی اصطلاح میں "وطن" کی تعریف کیا ہے؟ علماء اقبال نے وطن کی یوں تعریف فرمائی ہے:-

مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

جواب: -
کوئی شک نہیں کہ حُبُّ الْوَطْنِ مِنَ الْإِيمَانِ کو بعض

لیڈر، تو انھیں اپنا راگ الائینے دیجئے۔ انھیں اتنی فرصت اور ضرورت کہاں ہے کہ سی علمی مسئلہ کو سیاسی مفاد اور جماعتی اغراض سے بلند ہو کر زیر غور لا سکیں۔

تاریخ فقہ الادو دنائے عرب کی معروف تستی علامہ شیخ محمد حضرتی مکہ مکرمی کی معمر کتاب الراہ کتاب کا سلیس اُردو ترجمہ۔ فقہ کی مرتب تاریخ اور بیش بہا معلومات کا خزینہ۔ مجلد نو روپے۔

ازالۃ الخفاہ خلفاء راشدین کے صحیح مقام و منصب ان کے تقابلی صفات اور ان کے کردار سیرت پیر محقق شاہ ولی اللہ الدبلوی حنفی کی مشہور کتاب کا اور ترجمہ۔ اس میں ان اعتراضات کے جوابات بھی ملئے ہیں جو مگر اہل فرقوں نے پہلے میتوں خلفاء پر کئے ہیں اور اجتنک ان کا ناپاک سلسلہ جاری ہے۔ دو جلدیں میں متمکل۔

قیمت مجلد چوبیں روپے

كتاب الصالوة اندازتے مسائل پر ویسے توہرت کتاب ایکتا بین ہیں مگر مولانا عبد الشکوری

یہ کتاب اپنی نظر آپسے۔ ڈھانی روپے۔

بيان اللسان ابنہترین عربی اردو دشتری۔ ہزاروں الفاظ۔ حماورے۔ ضرب الامثال۔

قیمت مجلد دش روپے۔

قاموس القرآن الفاظ قرآنی کی لا جا ب لیغت قرآن کو خود اس کی زبان میں بھئنے کے لئے یہ لغت بہت مفید و کامیاب بھی گئی ہے۔

قیمت مجلد نو روپے۔

اسلامی حکومت کے نقش و نگار اسلامی تاریخ کی سیکھی کرداری اور عدل و امانت کے اعلیٰ نمونے۔ ایک روپیہ ۵ روپے۔

مناقب امام امام امام ابوحنیفہؒ کے اوصاف و کمالات پر ایک تختیر لیکن شافی کتاب پر خیم کتابوں کا پختہ ہے۔ ۲۵ پیسے [مکتبہ تخلی۔ دیوبند] یونیورسٹی

وطن و ہی ہے اور مخفی اور عالمی اقتدار سے قیامت تک انھیں اس وطن اصلی سے محبت رکھنی چاہئے۔ اسکی محبت سے دل کا خالی ہونا ایمان کے زوال کی علامت ہے۔ بعض نے بتا دیں کہ وطن سے مراد جنت ہے

کیونکہ انسانوں کے جدی احمد حضرت آدم کا مسکن اول یہی رہا ہے۔ دیگر بہت سی تاویلیں کی گئی ہیں مگر کوئی تاویل ایسی نہیں جو وطن کی محبت کے اس معیار اور مخصوص صور کا ساختہ دے سکے ہے میوسوں صدری میسروی میں مغرب کے تدنی فلسفے نے راجح کیا ہے۔ حضور کو اور ان کے اصحاب کو بھی اپنے اپنے وطنوں سے محبت بھی لیکن یہ محبت ایک طبعی پریقی نہ کہ شرعی۔ اس محبت کو جب ایک فلسفہ، ایک خوری اصول، ایک سیاسی فارمولہ بنایا جائے تو بات پچھڑا اور بن جاتی ہے۔

وطن کی جو تعریف علامہ اقبال نے اپنے متذکرہ صصرعہ میں بیان کی دہ دراصل تعریف نہیں ہے بلکہ وطن کے اس مرد جو سیاسی مفہوم پر اسلامی تاریخی نظر سے تعریف ہے جسے آج دنیا بھر میں رواج کر لیا گیا ہے۔ وطنیت آج ایک مستقل سیاسی فلسفہ ہے۔ وطن پرستی آج ایک فارمولہ اور سیاسی کیمیاگری کا مقول نہیں ہے جس کے روپ میں نہ صرف علامہ اقبال نے بہت بچھ کہا ہے بلکہ ہمارے موجودہ صدر جہور یہ جاتب را دھاگر شن نے بھی اپنے عالمانہ اور مفکرانہ انداز میں کئی بار اس کی تحقیر و تردید کی ہے۔ وہ وطن پرستی کے محدود فلسفے کے مقابلہ میں میں الاقوامی طنیت اور عالمگیر برادری کے بلند تھوڑا پر تعدد بارز و درجے چکے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ان کی صدر اسے بلند نقار خانے میں طوطی کی صدر اسے زیادہ اہمیت اور قبولیت نہ ملے ہو۔ آج ہمارے اور گرد "وطن" کا لفظ جن خاص معنی ہیم میں پلا جاتا ہے اور وطن پرستی کے فلسفہ کو جس طرح "حق پرستی" کا حریف نہادیا گیا ہے اس کا شعور رکھنے والا کوئی بھی مسلم یا غیر مسلم مفکر یہ غیر ممکن اور غیر علمی ہاتھ نہیں کہہ سکتا کہ جب وطن ایمان کا جزو ہے۔ رہے ایجھی مولوی اور پشتہ ور

عظمت مرتکب این

خطبات مدرس [سیرت کے موضوع پر مولانا سلیمان ندویؒ کے شہرہ آفاق خطبات اپنی نوع کی واحد چیز۔ سارے ہی تین روپے۔

جموہ سیرت رسول [حضورت کی حیات بمار کے تفصیلی ۲۵ صفحات میں شامل تھا، فرمادہ احاسکیں اسلام کتاب پیچے چاہا اور غریباً بھی فرمادہ احاسکیں اسلام کتاب ۲۵ تھیں میں باقاعدہ کئی ہے۔ فی تھیں جالیں پیسے و سب ختنے کیجاں گے اسے پر نو روپے۔

یکاہم مسلمان ہیں [شش نویں عثمانی کے پرسز مضمایں کا جو جمع ہے۔ دو روپے چھس سی پیسے۔

سوانح حضرت یا با فرید الدین [جیج شکر حجۃ الحقائق انداز یا با فرید گنج شکر حجۃ الحقائق سوانح۔ جلد چھروپے۔

اداب بیارت قوام [زیارت قبور ایک عدد ۵ کے فرمودات۔ چالیس سی پیسے۔

پیام وطن کا آزاد نمبر [مرحلتنا اپا الکلام کی زنگاری ان کے نظریات۔ ان کے ادب اور ان کی دلگیں خصوصیات پر فوج بہ نویں مقاٹے۔ قیمت تین روپے۔

فضائل صحابیہ اور اہل بیت [حضرت شاہ عبدالعزیز بعض اور مسائل کا ارد و ترجیہ۔ شاہ حبیب اور شاہ رفیع الدینؒ کے مکتوبات بھی شامل تھا۔ میں۔ جلد چھروپے ہرنے کے بعد کیا ہو گا؟] انسی میں موضوع کی ایک معلومات مفید۔ قیمت دو روپے ۵ سی پیسے

روح تصوف [صحابہ علماء اور مشائخ و صوفیاء کے ارشادات کی روشنی میں تصوف کے جواہر اور حقیقت کی لساندہی دلچسپ اور فکر انگریز۔ مجلہ تین روپے چھس سی۔

بے مثال زندگی [رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محقر نیکن امام الدین راز نگری کے شفاقت اور روان قلم سے۔ ۶۵ سی پیسے۔

شریعت اور طریقت [مشہور کتاب جو آیات احادیث کی روشنی میں شریعت اور طریقت کے باہمی ربط پر برطانی تفصیل سے بحث کرتی ہے ۵۲۲ صفحات۔ مجلہ سات روپے۔

حصن حضین [شب و روز کے نام معروقات اور زندگی کے ہر شعبے سے متعلق حدیث سے منقول دعاؤں کا مشہور جموعہ۔ عربی معن اردو ترجمہ۔ قیمت داں روپے۔

دش سیغید [حضرت نبیؐ، حضرت یوسفؐ، حضرت ابراہیمؐ، حضرت یوسفؐ، حضرت شیعؑ، حضرت علیؓ، حضرت موسیؐ، حضرت مسلمانؐ، حضرت یونسؐ، حضرت علیؓ، حضرت محمدؐ۔ یہ کلی ملحوظ رہتے ہیں کہ "قصص الانبیاء" جیسی بوگس کتاب نہیں مسند اور محققانہ ہے۔ ڈھائی روپے۔

دش بڑے مسلمان [ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، خدیجہؓ، حسینؓ۔ عمر بن عبد العزیزؓ۔ مجلہ چھروپے۔

ہشتی رپورہ کمل مدلل] [ہر قسم کے شرعی مسائل پر متعلق اسی ہشتی رپورہ کمل مدلل کتاب کا ہر ہر میں بہنا ضروری ہے۔ اسے گھر یا مفتی تصویر فرمائیتے ماں، بہنوں، بیٹیوں کیلئے خاص پیزی۔ بارہ روپے (جلد ۱۵ روپے)

معراج المؤمنین [قرآن حدیث کی روشنی میں نماز کے معارات اور وحایی بصائر کا فصل جموعہ۔ دو روپے۔

کیا ہم سے مسلمان ہیں؟

سامانی کے عالم میں اس انوکھے پیغام کے ساتھ اٹھاکہ "ایک ایکے خدا کے سوا اور کوئی خدا ہرگز نہیں۔" یہ پیغام اُس جامد اور تاریک فضایں انوکھا ہی تو تھا جو بے شمار فرضی خداوں اور خود ساختہ دیوتاؤں کی خیالی کہانیاں دامن میں سیٹے ادھر سے ادھر تک۔ شرق سے غرب تک چھائی ہوئی تھی۔

مگر انہوں نے دیکھا کہ شروع میں جو پیغام مخفی ایک دلوں انگلی سمجھا گیا کس طرح ایک سیندھ خطرہ اور ایک عالمی انقلاب کی دھمک بنتا چلا گیا۔ کس طرح اس پر تھقہ لگانے والوں نے تبوریاں چڑھانی شروع کیں۔ اسکلیاں اٹھانے والوں نے اُستینیں سونت کرتے ہوئے اٹھائیں۔ لیکن پھر کس طرح ظلم و قہر را نیت کے اس طوفانِ بلا میں اسلام کا سفیدہ قپڑے کھا کھا کر اس طوفانِ خطیم کا سینہ حرث تا چلا گیا۔ کس طرح پیر جنڑے حملوں اور ظالماں نے میغاروں کی زرد پر تائے ہوئے سننے اور سر "ایک خدا" کے نام پر دامہنا دھر کر کے اور "ایک خدا" کی چوکھٹ سے لپٹے رہے۔ کفر و شر کے ظلم پر ظلم دھانے کے اسلام نے صبر کی حرثناک طاقت سے ہر ظلم کا خاموش جواب دیا۔

لوگوں کو سرخ شعلوں کی چادر پر لایا گیا اور اسلام نے صبر کیا۔ اُگلیں زنجروں تباہی کیں اور انسانی جسموں کے نکلے گشت پر کس ڈالنے کیں مگر اسلام نے صبر کیا۔ زنجروں میں جکڑا جکڑا زندہ انسانوں کو نکلتے ہوئے دیت اور سنگریزوں پر مردا جانوں کی طرح گھٹشا گیا۔ مگر اسلام نے صبر کیا۔ چالینہوں میں لوگوں کو مند کر کے کامیابی کیں اور پھر دھوان کر کے دم گھونٹ دلتے کا

غزوہ احزاب تک —

حضرت عمر بن العاص کفر و شر کی ان آٹگی ساتھیوں میں شامل تھے جن کو اسلام دشمنی کی اُگ بڑی تیزی سے دوزخ کے آتش فشان کی طرف ھٹپھٹے لے جا ہی تھی۔ اس وقت تک ان کو یقین تھا کہ اسلام کو بیٹایا جا سکتا ہے سے اسلام کو بیٹایا جائے۔ ان کی روگوں میں دوڑتا ہوا جوان خون اس وقت تک ان انسانوں کے خلاف بڑی طرح گھول رہا تھا جنکا واحد جرم یہ تھا کہ وہ سچے ایک خدا ہی کو اپنا خدا دانتے ہیں۔

اس اُگ بھری نفرت کے پیغمظریں —

نفرت و سفا کی سے تھراۓ ہوتے ہیں میں —

ایک خاموش مگر بے حدیم انقلاب بھی سویا ہوا تھا۔ پہ نظرت صاحبہ کی وہ طوفانی قوت تھی جو نفرت اور عصب کی فولادی چٹائیں کو توڑتی پھوڑتی ہوئی آخر کار باہر اُب بی پڑتی ہے۔ اور اس طوفان خرابی دہ کو ان کی سوچ برا بھکانے کی کوشش کر رہی تھی۔

سوچ!

مسلسل — لگاتار سوچ !!

یہ اسلام کی زبردست اخلاقی طاقت تھی جس نے عمر بن العاص جیسے دشمن اسلام کو بھی کچھ سوچنے پر محروم کر دیا تھا۔

وہ دیکھنے کے تھے کس طرح تین سو ساٹھ بتوں کے پیباریوں میں ملے کا ایک بالکل تنہا انسان انتہائی بے مرد

معارے تھے اور پھٹے پڑا نے کپڑوں کے تار تھے۔
عمر بن العاص ماذی طاقت کی قہر ایمیت پر بھروسہ
کر کے لفڑو مشرک کی ان صفوں میں شامل ہوتے جو
تاخوں اور سچیاروں سے "سچائی" کو تباہ کرنے کیلئے
روانہ ہوتی تھیں۔ وہ جنگ بدر، حجج احمد اور حنگ
احزا بے میرانوں تک اسلام کو صفحہ سہتی سے مٹادیتے
کے جنوں میں گردتے، کرتے اور جیلیاں گرا تھے ہوتے تھے۔
لیکن؟ —

لیکن انہوں نے یہاں پہنچ کر وہ چیز بھی جسکو دیکھ
دیکھ کر اسی دنیا میں فرط حریت سے نہ جانے لکھتی آنکھیں
کھڑے چلی ہیں! اب تک انہوں نے دنیا میں جو دو چیزیں
دیکھی تھیں وہ مظلوموں کی تسلی اگر دنیں اور مظلوموں کی آہنی
کھلا آئیں ہی تھیں۔ لیکن یہاں پہنچ کر انہیں مسلمانوں کے
سر مردہ تیسری چیز بھی نظر آتی ہے: "خدا کا ہاتھ" کہتے ہیں۔
ایک دھکائی نہ دینے والا طاقتور ترین، ہمہ بانترین ہاتھ!!
— کچھ جب بھی کسی کے سر پر رکھا گیا چھر کوئی طاقت اسکا
بال بھی بہکانہ کر سکی۔ اور — کچھ جب بھی کسی خود گردن کی
طرف پڑھ گیا تو پھر کوئی قوت اس گردن کو ٹوٹنے سے نہ
بچ سکی۔

— انہوں نے سر کی آنکھوں سے یہ تاریخی منظر دیکھا کہ
لے کے آن گستہ ہاتھ اور فولادی سچیار "مدینے" کی ایکی سچائی
کو مٹانے میں چیز تناک طور پر ناکام رہے ہیں۔ ان ٹھیک بھر
فاٹوکشوں کے سینوں میں نہ جانے کیا چیز بھری ہوئی تھی کہ
سیکڑوں بزرگوں پلے ہوئے مضبوط جسم ان کے آنگے نہ تھیں
کے! — جنگ بدر اور حجج احمد کے بعد عمر بن العاص یہ
دیکھ کر سخت ہمراں تھے کہ کفر نے مغلوب ہو کر اسلام کو مٹانکا
اور نہ غالب آگرا! — جنگ بدر میں تو تین صوتیہ بنے سرو
سامانوں نے خپش خدا کی ضمیمہ مدد سے ایک ہزار آہن پوش
سکے والوں کو شکست فاٹا ہی دیدی بھی تھی مگر جنگ احمد میں
اسلام ایک بار غالب آگرا دوسرا بار بھی مسلمانوں کی لغزش
سے مغلوب بھی ہوا۔ لیکن کفر کی طاقت خدا کے رسول اور

و خشیانہ کھیل کھلایا مگر اسلام نے صبر کیا۔ عورتوں کو ظلم کی
چلی میں پسیں ڈالا گیا اور ان کی شرم کا ہوں میں خجربوں کے لئے
مگر اسلام نے صبر کیا۔

صبر! — حضن صبر! —
نہ کسی ظالم کا ہاتھ پڑا گیا — نہ کسی قاتل کو گالی
دی گئی۔ وہاں ظلم واستبداد سے فکار مسینوں سے بس ایک
ہی آواز اٹھتی سناتی دیے تو ہی تھی۔ وہ یہ کہ: —
"ساری دنیا، ساری کائنات کا خدا ایک ہے۔
سارے انسان ایک خدا کے بندے اور آپس میں
بالکل سیکے بجا ہی ہیں اس لئے کسب آدم کے بیٹے
ہیں اور آدم عمومی سے بنائے گئے ہے۔ کسی بھی
انسان کو یہ حق نہیں کو دہا پنے ہی جیسے انسان کو دہلیز
تباہ کرے۔ کسی بندے کو یہ رواہیں کہ خود بھی بندے
ہی ہوتے ہوئے دو دن کی زندگی میں "خدا"
بننے کی کوشش کرے۔"

ہاں —

عمر بن العاص میں نظر دیکھ کر تھے۔
لیکن ابھی ان کے اندر سیوا ہوا "انسان" بس اس
حد تک جاگ سکا تھا کہ اسلام کی عنیزم اخلاقی طاقت ان کو
ایک زبردست مجرمے کی طرح رہ کر چونکار ہی تھی۔
اس طاقت کی بیکاری ان سچائی کو وہ ابھی تک پانہیں سکتے تھے۔
ابھی تک خدا کا انکار کرنے والوں اور خدا کی خدا ایسیں "تمزیں
کو ساجھی قرار دیئے والوں کی ماذی طاقت پر ان کا ایمان
لرز کر زمین پر ڈھر نہیں ہو سکا تھا۔ ابھی وہ یہ سمجھے ہوئے
تھے کہ تین سو ساٹھ بتوں کے پیاری ایک خدا نے ان ٹھیک
بھرمندوں کو مٹا دالئے تھے اور اسے تضمیں زدن میں ان کا
صفایا کر کے رکھ دیں گے۔ لفڑو مشرک کے پاس بے شمار آدمی
بھی تھے اور آگ اور لوہے کی زبردست طاقت بھی اور
آتش و آہن کی اس بھائیک طغیانی کو روکنے کیلئے اسلام
کے پاس جو کچھ تھا وہ بس تھی بھر انسانوں کا گوشہ تھا۔
تھا — چند لوہی پھوٹی سلواریں تھیں۔ بھوکے پیاسے

یہ بات ایک عظیم سوال یہ نشان بن کر ان کے دل و دماغ میں اُبھرتی چلی گئی کہ اگر اسلام ایک صداقت نہیں ہے تو پھر وہ اس قدر سخت جان کیوں ہے؟ یہ کیفیت، یہ استغراق، یہ خوبیت بڑھتی ہی چلی گئی۔ جذبات و خیالات کی جو آنے والی ان کے اندر ہی اندر خود برپا کر رہی تھی اب وہ "شوور" دوسروں کے کافوں تک پہنچنے لگتا۔ ان کی روح کی بے عنیتی ان کی آنکھوں اور ان کے چہرے سے اُبُل اُبُل کر دوسروں کے مشاہدے پر گھرنے لگی اور اسکے کافروں کا دل یہ سوچ کر دھمک سے ہو گیا کہ کیا اسلام کا "جادو" عمرو بن العاص پر بھی چل گیا ہے؟

آخر ایک دن اہل مکہ کا ایک نمائندہ صورت حال کا سراغ لگانے کے لئے ان کے دروازے پر آئی۔ پہنچا شے کی قصہ ہے؟ "فکر و تشویش بھرے تھے میں اس شخص نے سوال کیا" ہم دیکھتے ہیں کہ تم اکثر حکومتے ہوئے ہے رہنے لگے ہو! — کیا اسلام"

"طیار جاؤ" عمرو بن العاص نے مداخلت کی۔ "میں تم سے ایک بات پوچھوں گا۔"

"کیا؟"

" بتاؤ کیا ہم کے داسے حق پر ہیں، یا فارس دروم دا لے؟"

فارس دروم اس وقت کی دو عظیم ترین طاقت و ترین سلطنتیں تھیں۔ اس شخص نے ان دو سلطنتوں کا نام سناؤان کی زیر درست شان و شوکت اس کی آنکھوں میں پھر گئی۔ مگر پھر فوراً ہی اس کو حساس ہوا کہ عمرو بن العاص نے اس وقت مادی شان و شوکت کی بات نہیں پوچھی تھی بلکہ سوال یہ کیا جا رہا تھا کہ حق اور سچائی پر کون ہے؟ اس شخص نے ایک بھر جھری سی لی اور بولا۔

" حق پر ہم لوگ ہیں!

" اچھا! — اب ذرا یہ بھی بتا دو کہ دنیا کے عیش و آرام ان کو حاصل ہیں یا تم کو؟"

" وہ وہ تو ان کو ہی حاصل ہیں! " قریشی نمائندہ نے گفتگو کے اس موڑ پر قدرے چونکتے ہوئے کہا۔

خدا کے خلاف میں کو بری طرح گھائل کر دینے کے بعد بھی اسلام کو نیست و نایاب کرنے سے عاجز ہی رہی! لیکن یہ رب پھر دیکھ چکنے کے باوجود اب ابھی تک عمرو بن العاص اس دھوکے میں متلاش ہے کہ اگر جزیرہ نما سے عرب کے پوئے کفر کی طاقت مرتکز ہو کر دھاوا بولے تو اسلام اس میغاڑ کی تاب نہ لے سکے گا۔

اور۔

جب عرب کی تمام کافران طاقتیں غزوہ احراب میں ۲۴ نہراں کا دل بادل لئے ہوئے مدینے کی طرف جمیٹ رہی تھیں تو عمرو بن العاص بھی اسلام پر آخری فصلہ کن دار کرنے کے لئے ان کے ساتھ سانحہ بڑھتے ہے جاری ہے۔

مگر جنگ کے اس ہولناک ترین حادثہ پر بھی انھیں اسلام کے سر پر خدا کا وہی باہمی صفات نظر آیا! — انکھوں نے دیکھا کہ اس قدر بے پناہ لاوشکر کے ساتھ جو حملہ کیا گیا تھا وہ سلانوں کے اوپر ٹوٹ پڑنے کی حسرت بھی نہ نکال سکا اور خود بخود پسپا ہو گیا! — ایک خندق کی دو مختلف سمتیوں میں اللہ کے غلام اور اللہ کے باغی طرف تھے کہ ایک محیب و غریب آنہ بھی جو مسلمانوں کی سمت میں نہ میں اور معوی ہوا تھی مگر کفر کی سمت میں ایک لرزہ نیز طوقان! اور یہی آنہ بھی اُن ۲۴ نہراں انسانوں کو انتہائی بد خواہی کے عالم میں اسی طرف اُڑا کر لے گئی جو صر سے وہ سب امنڈا منڈ کر رہے تھے۔ اپنی آرزوں اور ارادوں کے لاشے کا نہ ہے پر اٹھائے وہ دُور تک پسپا ہوتے چلے گئے۔

یہ وہ آخری جنگ تھی جس میں عمرو بن العاص نے خدا اور اس کے رسول کے خلاف سنبھال اٹھائے تھے اور یہی وہ تاریخی مورثا جہاں اسلام کے خلاف اٹھی ہی ہی ان کی نسبی تلوار ہمیشہ کے لئے ان کے ہاتھ سے چھوٹ گری! جتناک مناظر نے ان کے دیدہ دول کے وہ بندروں پر چکوں لئے جنکی راہ سے انجام ازندگی کی فکر سچائی کی تلاش بن کر آدمی کے اندر داخل ہوتی ہے۔

حاذا جنگ سے وہ ایک ایسی بھوئی بھوئی کیفیت میں سر جھکائے ہوئے پلٹ میں ان کا دل کہیں اور ہو اور جسم کہیں اور

جمع کیا اور اپنی تداریخ ان کے سامنے رکھ کر ان کے جذبات کے دھارے کا رُخ پھر دما۔

”خدا کی قسم!“ عمر بن العاص نے اعلان کیا ”خدا کی قسم! تم لوگ خوب سمجھ لو کہ مجھ کی آواز تمام مخالف آذاروں کو ایک دن دبا کر رکھ دے گی۔ سیہ ایک الیسی بیات ہے جس میں بحث کی کوئی گنجائش نہیں۔ جو اُنھیں اور فیصلہ لگانے کا ”

یہ مسنتے ہی لوگوں کی تیوریاں بیکا ایک پڑھ گئیں اور خون آشام نظروں کے گرم گرم تیر چلتے تھے۔
”یعنی شیری ایک رائے ہے۔“ عمرو بن العاص نے اس طوفان کو مخاطب کیا۔ ”بشرطیکہ تم لوگ مندا پسند کرو۔“
”کیا...؟“ پھر لوگ غرائے۔ ان کی آوانوں میں شعلہ کامن رہے تھے۔

”میری رائے ہے کہ ہم لوگ جذبہ جا کر سکونت اختیار کریں۔ الگ تحریر کی خصیٰ قوی ہم لوگ جذبہ کے عیسائی بادشاہ بخاتمی کی سلطنت ہی میں وہ طور گئے کیونکہ تحریر کی ماتحتی میں رہنے کے مقابلے میں ہمیں بخششی لی غلامی میں رہنا زیادہ پسند ہے اور۔۔۔۔۔ الگ ہماری قوم غالباً آگئی تو پھر کوئی بات ہی نہیں نہست کھلتے اتنے گھر وہ میں آپس میں گے“

خہر کے بارے میں اس قسم کی باتیں سنکریوگ ہم و بن العمر کے متعلق از سر ز خور کرنے لگے! — ان سے متعلق تفہیں جو شکوہ و شبہات ہو رہے تھے اس انداز پر گفتگو نے ان سب کا گھر صاف کر دیا اور عینظ و عضب کے بادل پھٹنے لگے۔ مختلف اداویں آنا شروع ہوئیں۔

“---، میلادی”

"میں نوہ بہت معقی معلم ہوتا ہے۔"

"غمد بن العاص بہت ذہین آدمی ہیں۔ اور انھیں یہ رہا۔ بہت سیوں تاریخیں ہیں۔

یہ بات خوب ری سوچی ہے سفر چشمہ کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ خدا کے عذاب کو دعوت دیتے والے لوگ بخاشی کی رضاہاں کرنے کی تدریب سوچنے لگا۔ طے پایا کہ اس کو عرب کا بہترین چڑھہ تھے

سوال کامیاب زادیہ بچلی کی طرح قلبی نمائش بے کے دل و
دماغ پر گرا۔ وہ کم سرور ہے گیا اور عمر کا چھوڑنے تک لگا!
دلوں مخاطب ایک دوسرا کی آنکھوں میں سے ایک
دوسرے کے باطن میں جھاٹکے کی عین کوشش کر رہتے تھے۔ عصر و
بنی العاص نے اس باحول سے پورا فائزہ اٹھاتے ہوئے اس
شخص کی ذہنی بیچارگی پر تحقیقت کا آخری واپسی کا سارے
”اس مخاطبے“ انکھوں نے کہا ”حمد لله تعالیٰ کتنی حانزا!

پہنچ کے بعد ایک دنیا اور بھی ہے — اس ندی کی
کے بعد ایک دامی زندگی اور بھی ہے جہاں صرف اپنی خلکیت
ہوں گے اور اپنی باطل ناتاک — جہاں ہر نکی کا پورا الفاظ
میں چاہا در ہر بڑی کی قرار واقعی سزا — جہاں —

قریشی نمائندہ یہ الفاظ سُننے کی تاب نہ اسکا تیری
سے اٹھا اور نظر وہن سے اوچھل ہو گیا۔ وہ جسے سیکڑوں بیوں
سے پیار تھا مگر "ایک خدا" کے ذکر سے نفرت۔ وہ بھلا
عمر و بن العاص کے فتوح سے محمد نماں سن بھلو کیسے سکتا تھا۔
وہ شرک زدہ انسانوں کے جن گروہوں سے تعلق رکھتا تھا ان
کی خود دشمنی نے تو ان کی عقل دخیرد کو دہان تک پہنچا ریا تھا جہاں
دیوار ایک بھی انسان پر قبھر لگائی ہے۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ
خشنڈے دل سے وہ محمدی تعلیم کی معمولیت پر غور کرنے کو تیار
ہوتے!۔ عمر و بن العاص نے اس تعلیم پر کیوں غور کیا؟۔
عفتن اتنا بھی خدا کے ان دشمنوں کو گواہ نہ کھا۔ ایک
اتفاق آئیز رو عمل شروع ہو گیا۔ گلی گلی مگر گھریلوں کے
خلاف زہرناک تھمرے ہونے لگے۔ ان زہرناک تھمروں
کی مار سے بچنے کیلئے عمر و بن العاص نے
..... ایک اور تیر مسچی۔ اخنوں نے کفر کے اچھے دامغوں کو

تھے۔ داخلے کے وقت آداب شاہی کا پول اخاظر کھائیا۔ سجدہ بھی کیا اور قصده سرافی بھی کی۔ مسافر فراز خلیق بادشاہ بڑے اخلاق سے پیش آیا۔

”اپنے ٹکاٹے ہماں نے کوئی تحفہ لاتے ہو؟“ بادشاہ نے خوشی کا انہار کرتے ہوئے تکلفی سے سوال کیا۔

”جی ہاں۔ عالی جاہاں!!“ عمر و بن العاص کا چہرہ اس سوال سے کھل چکا اور انہوں نے وہ قسمی چھڑی نذر کر دیا۔ بادشاہ جو پہلے ہی اخلاقی طور پر خوش تھا یہ تحفہ پاکرا اور بھی زیادہ مائل ہو کرم نظر آنے لگا۔

”لے بلند مرتبہ، بھتی!“ عمر و بن العاص نے اس شاہی مود سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ڈرتے ڈرتے کہا ”محمد کا جو آدمی ابھی ابھی آپکے ہماں سے بخل کیا ہے وہ ہم پر دیسیوں کا پرانا دشمن ہے۔ ان سب لوگوں سے ہماری دشمنی جو رہی ہے۔ کیا عالی جاہیں یہ اجازت محنت فرائیں گے کہ ہم اس سے انتقام لے لیں۔“

یک ایک بجاشی کے چہرے کا رنگ بدلتا ہے۔ اس کے سوچے چہرے کی جگہ ایک شعلہ جو الٹے لے لی اور انتہائی نفرت میزازی کے ساتھ اس نے اپنا منہ بیٹ لیا۔

عمر و بن العاص نے یہ کیفیت دیکھی تو تمہوں کیا کریں، سوال کر کے انہوں نے ایک ہولناک غلطی کی ہے۔ ان کے پاؤں تلتے کی زمین ٹھکسنے لگی۔

”عالی جاہاں!“ کمال ادب و نیاز کے ساتھ عمر و بن العاص جلدی سے پکار لٹھے۔ اگرچہ یہ خبر پوچی کہ ہماری یہ درخواست اس قدر ناگوار خاطر ہو گئی تو میں ہرگز اس کے تصویر کی جگہ جرأت نہ کرتا۔ میں آپسے...“

”تم!... تم!... یہ چاہتے ہو“ زخم خوردہ جلان کے ساتھ بجاشی نے ان کی بات کا طے ہوئے کہا ”کہ میں آپسے شخص کا قائد تھا میرے حواس کے کردوں جس کے پاس وہی عنظیم فرشتہ آتا ہے جو موہی کے پاس آیا کرتا تھا۔...؟!“

”کیا... کیا... وہ قسمی ایسا ہی ہے۔... اے بادشاہ؟“

کے طور پر دیا جاتے تاکہ وہ ہم سے خوش ہو سکے۔ قافلہ روانہ ہو گیا۔ کفر بھی آج دطن سے ہجرت کرو رہا تھا۔ اسلام نے بھی کل اصلی وطن سے ہجرت کی تھی۔ لیکن ایک ہجرت کام قصده خدا سے بھاگنا تھا اور دوسرا ہجرت کام قصده خدا کی طرف بھاگنا تھا!۔ ایک ہی عمل کے باطن میں کتنا ہولناک فرق ہو سکتا ہے!!

— آخر یہ قافلہ علیشتہ میں داخل ہو گیا۔ لیکن ٹھیک اسی وقت انہوں نے دیکھا کہ حضرت عمر و بن امیہ صفری جنکو حضیرگر نے بجاشی کے پاس ایک حصہ صیغہ پیغام دے کر بھیجا تھا بجاشی کے ہماں سے واپس آرہے ہیں۔ میں ملے والوں ان کی صورت دیکھی تو آنہوں میں خون اُتر آیا۔ حنبل مسلمانوں سے دُور بھاگ کر دہاں آئے تھے ہماں بھی ان کا مجھ عمل دھن دیکھنا ان کے لئے ایک جاہنگیر ملے تھا۔ لیکن وہ کبھی کیا سکتے تھے!۔ یہ ملکہ نہیں جبستہ تھا!۔ یہ بجاشی کی سلطنت بھی جس نے عیسائی ہونے کے باوجود مدد سے ظلوم مسلمانوں کو سب سے پہلے یا پہلا دی خی اور اسی لئے خدا نے اس کے سینے کو اسلام کی سچائی قبول کرنے کیلئے گھول دیا تھا۔

”میرے ذہن میں ایک تدبیر آ رہی ہے!“ عمر و بن العاص نے اپنے بھروسے ہوئے ساتھیوں سے سرکوشی کی۔ ”کیا؟...“ غصہ سے ٹھیک طبعی اواز آئی۔

”کل“ عمر و بن العاص نے سمجھدی کی کے ساتھ کہا۔ ”ہم لوگ بجاشی کے دربار میں جائیں۔ آداب ہی دل و جان سے بجالائیں اور پھر یہ چھڑی اس کی خدمت میں نذر کریں۔ اس کے بعد اگر وہ ہم سے خوش ہو جائے تو ہم یہ درخواست پیش کریں کہ ہمیں اس قاصدہ کا مرآتا رانے کی اجازت دی جائے۔ سوچو! یہ سرہاری قوم کے لئے لیسا شاندار تھنہ ہے کھا!“

”ہوں!“ لوگ سانپ کی طرح چنکا رانے پڑے ہوئے ”ایسا ہی ہونا چاہتے... ایسا ہی کرنا چاہتے...“

اگلے دن ایسا ہی کیا بھی گیا!۔

عمر و بن العاص بجاشی کے دربار میں داخل ہو رہے

وہی سچائی جس کو کبھی مٹا دینے کے وہ دونوں بھی دیوار
دار کوشان رہ چکے تھے۔ آج وہی سچائی ان کی زندگی تھی۔
ان کی زندگی کاملاً تھی۔ ان کی ارز روؤں کی آخری منزل
تھی۔ ان آج اسی کو اپنے سینے سے لگانے کے لئے وہ فرط شوق
سے آنکھوں اور سر کے بل جلے آ رہے تھے۔ کل تک انھوں نے
محمد پر وارثتے تھے مگر آج محمد کی نگاہوں کا خیں وارثتے کے
لئے ان کیسے تھے کہ ھلکے ہوتے تھے اور دل تھے کہ شدت
شوق میں سینوں سے نکلے جائے تھے۔

اللہ اکبر! — یہ کتنا عظیم انقلاب تھا!!

دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور دیکھتے
رہ گئے!

"کون؟ سے خالد بن ولید!!؟" "عمر بن العاص
پکارا۔

"عمر بن العاص۔ تم؟!" خالد کے منہ سے نکلا۔
دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں ایک بھی جذبہ
دل کی تحریر پڑھ رہے تھے۔ دونوں طرف ایک بھی انقلاب کے
دوسویں روشنی کے۔

"کہاں کا قصر ہے۔ لے خالد؟" سوزیں ڈوبی
ہوئی اور از عمرو بن العاص کے منہ سے نکلی۔

"خدا کی قسم! کیا ہی خوب حسن اتفاق ہے! خالد
بن ولید کی روح کی پکار سنائی دی" خدا کی قسم! یہ شخص یقیناً
سیغیر ہے۔ یقیناً پیغمبر ہے۔ آدم جلد آؤ۔ اب ہم اسلام قبول
کر لیں! — آخر۔۔۔ آخر کتب تک....؟"

"لے خالد! عمر بن العاص خوشی سے بیتاب ہر کر
پڑے ارسے ایسی ذرا عزم سفر میرا جی ہے۔۔۔ آؤ! تیر جلیں!
— تیر! — بہت تیر! !! سے بہت تیر! !!۔

اور۔

پھر وہ دونوں اس سیکی کی بارگاہ میں والہا نہ اخسل
ہوتے جس کی دھاکے آگے بادشاہ ہوں کے تاج و تخت
لرز آٹھتے تھے مگر محسن کے عجود اخلاق کا یہ عالم تھا کہ وہ اپنے
غريب دناد اور ساتھیوں میں بھی پاؤں پھیلا کر نہیں بیٹھتا تھا۔

"خدا کی قسم" شاہ جیشہ محمد کی عقیدت سے سرشار
ہوتے ہیوئے بولا۔ "خدا کی قسم! وہ حق پر ہے۔۔۔ وہ تمام
خالقوں بر طبق کی اسی طرح جھا جائے کامیں طرح میری عیسیٰ فرعون
اور اس تے لاوشکر پر چھا گئے تھے۔ میرا کہا الملا جو اس کے
باھر میں اپنا ہا تھدید دیو۔"

محمد کے بائیے میں یہ ایک بادشاہ کے الفاظ تھے۔
ایک بادشاہ جس کی ریگوں میں عیسائی خون تھا مگر جس کے دل
میں اسلام کی روشنی نے چڑا گافا کر دیا تھا۔ اسلام کی صدقۃ
پر یہ ایک بڑی ہی بے نیت، بڑی ہی وزنی توکا ہی تھی
پسیسے مکن تھا کہ عمر بن العاص جیسا آدمی بخشی کی اس
طوفانی عقیدت کے ساتھ بہترانہ چلا جاتا۔ اب تک انھوں نے
ایسے طور پر چوکھہ دیکھا اور سوچا تھا وہ تمام داعیات اور تمام
حذیبات و خیالات اس طوفانی شوق کے ساتھ شامل ہو گئے۔
ان کے اندر اور باہر ایک زبردست، بچلی تھی۔ اب ان کے
سامنے نہ ملکہ تھا نہ قریشی کفار کا غیظ و عذب۔ نہ بخششی
اور اس کی وہاڑا طلبی کا جذبہ۔ ملکہ محمد "اسلام" اور اس کی
صدقہ افت کا یقین کامل تھا۔ میری ایمان افراد رشیقت بھی
اور خداۓ واحد کا بیکران جمال و جلال تھا۔ ان کے خون
میں ایک زبردست شنسی ہوئی۔ دل کی دھڑکنیں سرسری گئنے
لگیں۔ آنکھوں میں وہ آنسو جھملاتے جو کفر کی سیاہ رات کو
دھوکہ ریا ہے کی صبح درخشاں طلوع کرتے ہیں۔ ان کی زندگی نے
ایک بے قرار جست کی اور ایک بھی بے قرار جست میں کفر سے ایمان
نکل کے لامتناہی فاصلے طے کر لئے۔

"لایے۔۔۔ اپنا ہا تھدلا یے!!" شدت حذیبات کی
والہا نہ تھی ان کے ہوتھوں سے نکلی۔ "لے بادشاہ میں بھی
اور اسی وقت آپ کے ہاتھ پر خدا اور محمد سے عہد و فائز ناچاہتا
ہوں۔۔۔"

دو لوچوان انسان دو مختلف سمتوں سے مدینہ کی طرف چلے
جا رہے تھے! دو نوں کی منزل ایک بھی سچائی تھی۔

اس کو شانے کے لئے میں نے کوئی سر نہ چھپوڑی تھی۔ آج بین "اسلام" سے عشق رکھتا ہوں۔ میں بعثت کرنا چاہتا ہوں۔ میں بعثت کروں گا حضور! — لیکن... لیکن میں اس سیاہ کارانہ ماضی کو کہاں لے جاؤں لے آقا! میرے دوڑ کفر کے گناہ! — لے خدا کے رسول! سے کیا وہ سب معاف ہو سکتے ہیں... کیا... ”

”ای عرو“ رسول اللہ نے اپنے گشته افعال کو بہترین تسلی دی ”بعثت کرو۔ اسلام اپنے قبل کے مالی گناہوں کو ڈھادیتا ہے۔ اور خدا کی راہ میں ترک وطن سے بھی پچھلے مالے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ ”

ایک بالکل نئی اور بے راغ زندگی کا یہ پیغام سننے ہی عرو بن العاص بن میتا باز جھکے۔ آگے بڑھے اور پھر بھی پچھے نہیں ہٹے۔ حضور کے مقدس ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے کر وہ اللہ کے قدر ہوں میں سجدہ ریز ہو گئے۔ ایک سجدہ جو پھر کجھی ختم نہ ہوا۔ ایک عہد و فاوج پھر کبھی نہ ٹھٹا۔ اسی سجدہ شوق اور اس عہد پر جان شاری پر انھوں نے اپنے خون جیات کا آخری قطرہ کا پھر ڈیا۔ اور زندگی کا آخری سالن تک اسی یقین پر شمار کر دیا کہ۔ ”خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور محظوظ خدا کے رسول ہیں۔ ”

یہ ”ایمان“ کی فطرت تھی کہ دوڑ کفر کے گناہ بھی سینے میں زہریلے کانٹوں کی طرح ھٹکنے لگتے تھے۔

آج بھی ”ایمان“ کی فطرت بھی ہر چاہیئے کم سے کم اتنی نہ ہوئی ہی جاہیئی کہ دوڑ ایمان کی سیب کاروں کا منتظر ایک سیاہ بھی انک رات سے بھی زیادہ بھیانک تھیں ہو اور تپڑا ڈالے۔

اس نوئے کر فطرت کبھی بدلتی نہیں ہے۔
فترت کبھی بدلتی نہیں سکتی۔

— تو آخر ہم ہیں اور کیسے بدلتے گئے۔ اگر ہمارے سینوں میں بھی وہی ایمان ہے تو کوئی ایمان ہے جو ایک

جس کی عظمت کی کیفیت یہ تھی کہ ٹھوکشاوں اور سیور ماؤں کی پر شوق آنکھیں بھی اس کی طرف اٹھتی تھیں تو احسان عظمت سے جھک جھک جاتی تھیں مگر جس کی دل رہی اور جان رہی کا یہ عالم تھا کہ گوشہ حشم میں دیکھنے کا اس کا مشیر ملا انداز اس کے جان نواز نبسم کے ساتھ مل جاتا تھا تو احمدی سے احمدی شخص کی روح بھی پکار اٹھتی تھی۔

”یہ قویرے ہیں! — اور مجھے ہی سب سے زیادہ چاہتے ہیں!“

پہلے حضرت خالد بن ولید نے حضور کے ہاتھوں میں پاٹھ دے کر اعلان کیا۔

”میں... ہاں میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے دصوں ہیں۔“

خالد بن ولید کا یہ رجز توحید۔ یہ شہادت حق کا منیرہ اپنی زبردست گونج کے ساتھ عرو بن العاص کے سینے میں اُڑتا چلا گیا۔ وہ جذبات شوق سے لرزتے ہوئے اٹھ۔ اپنا بے قرار ہاتھ حضور کی طرف پڑھایا اور حضور نے اپنا ہاتھ ان کی طرف پڑھادیا۔ لیکن بیکا یک ایک اس سے بھی عجیب چیز واقع ہوئی۔ اچانک عرو بن العاص نے اپنا بڑھا بڑھایا ہاتھ ٹکٹک پیٹھ لیا تھا!۔

”میں کیا؟ — اے عرو بن العاص!!“ آنحضرت نے فرمایا اور عرو بن العاص کی طرف گھری نظر ڈالی۔ آپ

نے ملا ہظر فرایا کہ وہ ایک عجیب کیفیت میں تھے۔ ایک عظیم اضطراب۔ ایک جان گذاشتمان کے بشر سے میک رہی تھی۔ جیسے اب تک انھوں نے اسلام کو مٹانے کے لئے دوڑ کھر میں پوچھ جنم کئے تھے وہ سب انھیں ایک ساتھ یاد آ رہے تھے اور مٹپار سے تھے۔ جیسے نہیں کاچ قدم آخرت بنانے کی صفت میں اُٹھ رہا تھا بے چین تھا کہ ماضی کی سیاہ کاریوں کو بھی آنسوؤں میں غرق کر دے ”میرا ماضی بھجے تپڑ پار ہے حضور!“ عرو بن العاص نے گڑ گڑا تھے ہوئے کہا ”جب میں اسلام کا دشن نکالتا تو

اعلیٰ یا آزادی کے وقار کے خلاف نہیں ہوتی۔ امریکہ، یورپ، اور ایشیا کے بہت سے ممالک نے لپٹے سرحدی معاملات کو اسی طریقے پر حل کیا ہے، اور اس صورتی کے لیے اس کی بہت سی نظریں تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہیں۔

ہمارے دستور کے رہنما اصولوں کے تخت اہلی
و فحہ (ج) کے تخت واضح ہدایت ہے کہ "مین اقوامی
بھگتوں کا تصفیہ پنجاست سے کیا جائے" اس نئے بانکی
بیانات بھیت، ثالثی، عدالت پنجاست کے علاوہ میں اقوامی
بھگتوں کو پر اسن اور باوقار طریقہ پر حل کرنے کی دوسری
راہ ہے بھی نہیں۔

کشیر کے سندل کا کوئی بنایا جا حل کیسے سمجھا جاسکتے ہیں۔ اس سندل کے پڑاں حل کے حسب ذیل طریقے بوسکتے ہیں۔
 (۱) ہندوستان، پاکستان کا ایک فیڈریشن بننے اور
 کشیر اس میں شامل رہنے۔

(۲) پہنچ وستان پاکستان اور ایک آزاد ریاست
لی شکل میں کشید کا فیڈ ریشن بنے۔
(۳) جنگ بندی لائین کے آس پاس کشمیر کی
قیم ہو۔

(۴) مکشیر ایک آزاد بیانستہ بن جائے اور بھارت
مکستان، اس کی حفاظت کرگا، نئی داد دے۔

بر پاسان اسی حدتی ہاری دیں۔
 (۵) سہنڈپاک کے خیرخواہ غیر جاندار ملک کی بیچاست

بشاہی کے ذریعہ سندھ کو حل کیا جائے۔ اور بھی حل سمجھائے جاسکتے ہیں لیکن حل سے زیادہ حل کے طلاقے کی اہمیت پڑے گی۔

ہماری بحکام سے سلسلہ کا بہترین حل پندرہ وستاں
وستاں کا فیڈر لیشن ہے جس میں کشیر شال رہے
پندرہ وستاں کو اس سلسلہ میں پورے عزائم سے کوشش
میں چاہیئے ہم مانتے ہیں کہ ایمانداری سے اس سلسلہ
کی جانے والی ہماری کوشش ناکامیا ب نہیں پہنچ کے

شک سے بھی زیادہ بے جان اور کمزور پڑے ۔ جس بارہیں میں ناپ کا شہبہ ہوتا ہے ہم اس میں ہاتھ نہیں ڈالتے ۔ جس ہندرے میں ہمیں خزانے کی آمدیں پڑتی ہے بے خوف و خطر جان کی بازی لگا کر اس کے اندر ٹھہس جاتے ہیں ۔ مگر حقیقت پر ہمارا ایمان ہمیں اتنا بھی جوش نہیں پیدا کرتا ۔ اور ہم پر ہمارا ایمان ہمیں ہاتھ ڈالنے سے اتنا بھی نہیں وکتا !!
بائیں ہم ۔

اور — ہمارا اصرار پھر بھی یہی ہے کہ یہ "ایمان" بھی یقیناً و ہی ایمان ہے جو خالد بن ولید کے دل سے آبلا اور عربین العاصم کی روح سے اُمہنا تھا — کاش گناہوں سے سیاہ چہرہ لئے ہوئے اللہ کو مُنہد کھانے کے دن سے پہلے وہ دن آجاتے جب ہم یہ سوچنے کرتے ہیں ہیں ہیں کہ یہ ایمان ہے یا ایمان کا ایک دھوکا ۹۔ ہم "مسلمان" ہیں یا کافر — یا کفر و ایمان کے درمیان لٹکے ہوئے وہ متناقض جن کے لئے دوزخ نہیں دونخ کی وجہ سے چکی تہہ ہے!

مولانا مودودی کی وہ عظیم تفسیر قرآن جو
دنیا کی تمام تفسیروں سے زیادہ کثیر الاشاعت ہے۔

ابی علم کے نام حلقوں میں مقبول تفہیم الفہرست آن

اعلیٰ جلسوں کے ساتھ

جلد اول مجلد بارہ روپے

سوئم سترہ روپے پندرہ روپے

تینوں جلوں کا سیٹ (صحتی ۲۷۴ روپے) طلب کرنے والے اپنار بلوپے اسٹیشن بھی لکھیں۔

چھی جلدکی "فسیر سورہ احزاب" بھی ساٹھ
چار روپے میں طلب فرمائیے۔

مسجد مسخ ساز تک

اس خیال کے آتے ہیں میں نے صرف دعا بلنڈ کیا تھا کہ لے اللہ اگر ہندو پاک کے درمیان پاسیدار طبقہ
ہو جائے تو یہ تیرنا چیز منہ خواجہ مراد رحمۃ اللہ علیہ سے مزار بشریت پر سواروپے کے الائچی داشتھ طبقہ
اوہ مسیر آمد کا تو اصلی ٹھی کے تین چڑاخ بھی جلا کے گا۔
لا ہبور پاکستان کا دل ہے۔ جب دل پر اپنا سلط
ہو گیا تو ظاہر ہے کہ ناچیز کی چیز فی صدر عاتی قبول
ہو ہی گئی۔ نذر کا معاملہ بڑا ہم ہوتا ہے۔ نذر یوری
کرنے میں سستی برتری جائے تو سنا ہے کہ دیتا ہوں میں پھیل
چ جائی ہے۔ دیسے بھی دعا کا صفت الہجی باقی تھا کیمعلوم
کر قبول شدہ ضفت کے حصہ کی نذر اگر قوری طور پر یوری
نہ کی جی تو قیچی صفت دعا و بال اور ادبار کی زدیش آجائے
اسی لئے مکرم ہمت کس لی کہ مقبول شدہ دعا کے تنا سب سے
دوس آنسے کے الائچی دانے تو فوراً ہی چھڑھادیتے جائیں
باقی مرحلہ کوئی تمزید دعا کی جائے۔

لگر پر طراجمیر الفاق تھا کہ حب اس دن بالکل خالی
تھی اور پھلے ہی روز ملائیں سے مجھے ایسی جھڑپ ہوئی تھی
کہ تم ایک دوسرے سے بول ہی نہیں رہتے تھے۔ بوئے
بغیر میسے کیونکروصول کئے جاستے تھے۔

پہلے تو موقع تاک کر میں نے اس کا کیش بکھر لئے
کی سعی تبلیغ کی مگر خاصی درستہ کیے بغیر تسلیم کر لیا
بڑا کہ جب تھل کھولنے کا فن معلوم نہ ہو تو سعی تبلیغ کا ترجیح
بچک مارنا ہوتا ہے۔

جب ہماری بہادر فوجوں نے لاہور پر اچانک طغفار
کی اور خاصے اخیر حلقوں سے یہ مژدہ جانقرا ملا کہ خدا
کے فضل اور الشور کی کبریاست لاہور پہنچے ہی ہے میں ہمارا
ہو گیا ہے تو پاچیز کی قسمی بصیرت نے بڑا شدید تفاہضا
کیا کہ خواجہ مراد رحمۃ اللہ علیہ کے مزار بہارک پر
فوجی حاضری دی جائے اور اپنی نذر کالم سے کم آدھا
حصہ ضرور پورا کر دیا جائے۔ نہ راس سال میں بھی تھی
جب ناچیز اپنی ملائیں سمیت پاکستان کے سفر کی حماقت
کا حرث تکب ہوا تھا۔ دونوں باڑروں پر قلبیوں کی ہمراہ بیوں
اور سامان کی تلاشی لیئے والے بادشاہوں کی میان
عنایتوں نے دل پر ایسے کاری نظم لگائے تھے کہ جب
ہم خدا احمد اکرم کے دوفوں باڑوں سے نذر دہ سلامت نکل گئے
تو ایسا ہی حسوس ہوا تھا جیسے جمل سے پھوٹ کر آئے ہوں
ہم دونوں نے بے یک آزاد دعا کی تھی کہ لے اللہ اس رتبہ
تو ہمارا قصور معااف کر دے آئندہ الگ بھی ہم سفر پاکستان
بکا قصور بھی کریں تو ہم دوڑخ کے ساتھ مطین میں بھیج دینا
اس دعا کے بعد دفتاً بچھے خیال آ پا تھا کہ قصور دراصل
نہ قلبیوں کا ہے نہ چکیداروں کا۔ فساد کی جھڑ پو پاسپورٹ
سستہ ہے۔ یہ ختم ہو جائے تو ایک بکس کے چار روپے
مانگنے والے قلی بیہت خوشی سے چار آنے میں دو میں خود
دیا کرس گے اور مسافروں کے قیمتی کپڑوں پر کوکڑ سمجھنے والے
ہر بابوں کو اپنی بیویوں سے کچھ سلیقہ سیکھنے کی فرضت بھی
ہیسا ہو جائے گی۔

کیوں اتنا خود ار بست کر پہلے وہی پولے تھی بلوں۔
”ختم بھی کرو یہ چپ کاروڑہ—میں طرکو قبرستان
دیکھنا پت نہیں کرتا۔“ میں نے اعلان صلح کیا۔

”یوں چپ رہی جسے سنا ہی نہ ہو۔“

”اچھا تم مستقل طور پر گونگی بن جاؤ مگر لش بکس کی
چالی چھٹے دو۔ کیسا زمانہ آیا ہے۔ یوں میاں کو چور بھتی ہے
کیش بکس میں تالے ڈالتی ہے...“

”میرے لمحے میں انجماج بھی تھا اور حسرت ویاس بھی۔
اب دہان بر فوج پھٹکی۔“

”میں آپکے بات نہیں کروں گی جب تک آپ
ایسے الفاظ والپس نہ لیں۔“

”کیسے الفاظ؟— مجھے تو یاد نہیں کہ تھا اسی
شان میں کوئی گستاخی بھوت سے نہ زد ہوئی ہو۔“

”آئے ماہوں جان کا مضمحلہ اڑایا تھا۔“

”استغفار اللہ۔ اور ہم نیک مشوروں کو بھی بخوا
ہتی ہو۔“

”بس تو میں بھی اب ذندگی بھسپر ہو منٹ سے
راہوں گی۔“

”دفعتاً مجھے یاد لگتا تھا کہ کل کا تضییب کیا تھا۔ صوفی

علمکن اور خواجہ نکین لگتے ہجتمن۔ ان تصرفات کا
تذکرہ آئے پر مرز اتصرف علی تاذکرہ چھپ لگتا تھا جو خیر

سے بیکھرا جنہ کے ماہوں ہوتے ہیں۔ مو صوفہ نے خدا
جانے کوں کوں سے خاندانی جھکڑے دہرا کریا تا بت

کرنے کی کوشش کی تھی کہ زمانہ ہفت خرا اب آگئیں
کوئی گھسی کا قدر دان نہیں۔ ان کا مطلب یہ تھا کہ ذریہ

اور اس کے میاں میں ناچاقی ہوئی تو ماہوں اتصرف نے
صلح صوفی کی کوشش کی۔ اس پر جمنیوں ہونے کی وجہے

خاندان والوں نے ماہوں صاحب بھی کو لزم مہیر دیا۔
مولیٰ زاہد اور مولوی تفضل میں دو بکھرہ میں کام قائم

چلا تو ماہوں صاحب تھے ان کا معاملہ بھی ذاتی کوششوں
سے سلچانا چاہا لیکن انجام کا خود بھے بننا اور دونوں

پھر سیو چالکہ اشاروں ہی اشاروں میں کام نکالوں
— مگر وہ اللہ کی بست روی فنا یہ بھی تھی کہ میں پیسوں کے
چکر میں ہوں۔ صاف آنکھوں چڑھا گئی۔

پھر میں نے متعادل ایسی حرکتیں لیں جن کے نتیجے میں
بجا طور پر تو قی کی جا سکتی تھی کہ جھک جھک شروع
ہو جائے گی اور الٹ پلٹ کے تعلقات معمول برآ جائیں
مثلاً وہ ہری مرچیں تراشتے تراشتے پیلاں سے ڈھنڈ کر
چوڑھتک گئی تو میں نے کھٹک سے چاقو اڑالیا۔ ہاندی

پس چمچ چلا کر وہ لوٹ تو قدر تما سے بقیہ مرچیں تراشتے کے
لئے چاقو تی نلاش ہوئی چائے تھی اور چاقو نہ ملنے پڑا ویا

مروع کر دینا چاہیے تھا۔ اس نتیجے میں میری طرف سے گوئی
جوابی کارروائی ہوئی اور گفتگو کا دروازہ ٹھل جاتا۔ مگر

اس نے چلتا نتیجے چاقو نلاش کرنے کے بعد سلیکٹسے لامپ
ہونٹوں پر اپھاری اور مطریٹ باور جی خلف میں چل گئی۔

پانچ منٹ کے ناکام انتظار کے بعد میں جھلایا ہوا
باور جی خاتمے میں پہنچا اور جو کی کافی سیروکھتوں سے بھانت

بھانت کے ڈبوں پر اس طرح دھا دا بولا کری ڈبے پر شور آواز
میں زین پر آئے مگر اب بھی ملائیں چپ ہی رہی۔ میں نے

مرٹے ہوئے ہئی اس کی تکمیل رسیدی۔ لیکن ہی سی کراہ
کے علاوہ کوئی مقید رہ عمل ظاہر نہیں ہوا۔

اب میں عاجز اکٹھا رہا۔ ”کیا مصیبت ہے؟“

وہ چھر سکرائی مگر بولی ہیں۔ مجھ تو حقیقاً یاد بھی
نہیں رہا تھا کہ ہماری لڑائی کس بات پر ہوئی تھی۔ خدا کا

تذکرہ ہے ہم اب میں کوئی کشمیر بھی نہیں رہا۔ شاید صوفی علیں
کے ناشتے اور خواجہ نکین کی بے تحاشا پان خوری کا تذکرہ

چل رہا تھا۔ ان کے روحاںی تصرفات کا بھی ذکر آیا تو لفظی
مناسدت سے ملائی کے ماہوں اتصرف علی کا بھی ذکر ہوا۔

اسی ذکر میں نہ جانے میرے منہ سے کیا مکمل گیا کروہ اُگ بگولہ
ہو گئی اور تھوڑی سی لفظی جگہ کے بعد میں دو توں نے مدد پھول لئی۔

مگر یہ تو کوئی خاص بات نہ ہوئی۔ الیسی گرمگرمی تو ہمارے
دو میان شادی کے اگلے ہی ہفت سے شروع ہو گئی تھی۔ پھر میں

ہیوں مگر اس منطقی وقت میں نہ جانے کس قسم کے واجب خلافات
دماغ میں ہس پنچھی کو رہے تھے کہ میں سینتہ ان کر بولا۔
”روشنی دھونے سے مت ڈرا یا کرد۔ اب میں ہر
معاملہ میں منطقی موقف لسٹر کیا کروں گا۔“

اس سے وہ اور پنچھی شغل ہو گئی۔ اور آخر کار
بحث کا اختتام اس غیر رسمی توارد پر ہوا کہ جاؤ ہم تم سے
ہیں بسلتے۔ یہ جملہ ہم دونوں نے اگرچہ زبان سے نہیں بلکہ
آنکھوں سے ڈھرایا تھا مگر بول چال بن ہو گئی تھی۔
”یاد آگیا یہی بخت“ میں نے خیالات کی موجودی
سے اُبھرتے ہوئے عرض کیا ”آپ کو ہس منطقہ کا لفظ ناگوئی
لگدا تھا۔ چلئے میں عہد کرتا ہوں کہ آئں۔ آپ کے کسی
نہیں ای بزرگ کے سلسلے میں یہ لفظ نہیں بولوں گا۔“ کل
علطی سے پول دیا تھا والیں کر دیجئے۔“

وہ ہم منطق دیا کر سکتا تھا۔ پھر میری آنکھوں میں
چانکتے ہوئے کہنے لگی۔
”خیر۔ فرمائیے لکھنکس کی چابی کس لئے انگلی چاری
ہے؟“

”پانچ روپے چاہیں۔ لکھنی بادیو گا اپستان کے
سفر میں میں نے نذر مانی تھی۔ اب وقت آگیا ہے کہ اپستان
کے لئے پاسپورٹ کا عذاب ختم ہو جائے۔“
”بیکار باتیں نہ کھئے۔ لکھنکس میں شاید پانچ ہی روپے
پڑے ہوں گے۔ کل رات سن کا آٹا ملنے کی خبر ہے پندرہ روپے
اور چاہیں۔“

”کل کس نے دیکھی ہے بھاگوان۔ لا اور جنہیں بھی پڑے
ہوں نکال لاؤ۔ باسی روپی بھی ہوتے آنا مجھے ابھی خواجہ
حردار یہ کے مزار پر جانا ہے۔“

”آپ کوں نے بہن کا دیا کہ لا ہو فتح ہو گیا ہے۔
یہ لیقین نہیں کر سکتی پاکستان ایسا حال وہ نامت ہو گا۔“
”بچی ہو تو تم۔ حیدر آباد اور گوکارکی درگت بھول لیں
— پاکستان بہت سے بہت دوچار دن اور لے لے گا۔“
”پھر بھی آخر۔ آپ کسی عقیدہ زدیعے کا خواہ نہ تو دیجئے۔“

مولوی آج مل کر اپنی کالیساں دیتے ہیں۔
ایسی نوع کے متعدد قصہ سننا کر بلائیں ماموں کی مظہریت
کے احسان میں مجھے بھی مشریک کرنے کے درپرے تھی تب
اکتاہ بہت کے عالم میں ہیرے منہ سے نکل گیا۔ وہ
پنچھی کرنے کی عادت بہت بڑی ہے۔ اپنے ماہوں سے
کہو اس حرکت سے تو بہ کلیں۔“
بھجھے کیا بخبر تھی کہ یہ میں صادے الفاظ اس کے
لئے سمجھتا بت ہوں گے۔ اس کی بھجوں تن گینٹس۔ چال
ترخ ہو سکتے۔ لاطر نے کے انداز میں کہنے لگی۔
”آپ میری شخصیاں والوں کو ہمیشہ حقارت سے
دیکھتے ہیں۔“

”یہی حقارت — اللہ کی بنتِ ہی میں تو بالکل
خلصانہ رائے دی ہے۔ کون مشریف آدمی ہس پنچھیوں
کو پسند کر سکتا ہے۔“

”پھر وہی تفصیل۔ اگر ماہوں جان نیک دل کی
وجہ سلطنت والوں میں صلح صفائی کرائے کی تو شش کرتے
ہیں تو یہ کوئی بُری حرکت ہوئی۔“

”یہی کا زمانہ نہیں ہے بھاگوان۔ آپ کے ماہوں
کی بیت جا ہے کیسی ہی صاف ہو ملڑا تی جھلکتوں میں
کوئی کسی کی شانش پسند نہیں کرتا۔“

”نہ کرتا ہو سکا“ وہ بھجنگاہی ”پھر بھی آپ کا ارادہ
ضمنہ کہ اُطرانے کا نہ ہوتا تو اس کا لی شا لفظ کی بجائے
در اندازی یاد خل اندازی کے الفاظ بول سکتے تھے۔“

”میں چونکا تو یہ بات تھی!“
”اوہ۔ ہس پنچھی کا لفظ ہنفور کونا گوارنر۔
— یہ جتاب کی بد مذاقی ہے۔ اس جنگ کا سرستے بڑا
فائدہ تو شاید یہی ہے کہ زبان اُردو ایک نئی مظلوم سے
مالا مال ہو گئی ہے۔“

”اس پر بحث غیر منطقی مور طگی۔ یعنی ملاائن کی آنکھوں
میں آنسو جھلنے لگے۔ اس رحلے پر عموماً میں صلح کو لیا کرتا
ہو۔“

پاچ ہفتے میں تبدیل ہو گئے ہیں۔ دل حسیاں ہی اسی تھے۔ خوش بختی رکھتے کو جس طریقے پر جو ہیں لیں میں اُتو اصولی قسم مل گئے۔ وہ نہ ملتے تو مرا اور مشریف تک پہنچ کے لئے کمی میں پیدل چلنا پڑتا۔ موصوف اس مزار کے پڑائے سجادے میں اور ان کے خادم خاص ہیاں گلڈم بھی سدا ہماری بسم ہو تو نظر سچائی ان کے ساتھ ہی تھے معلوم ہوا کہ قریب کی کمی سے جو اُنکو آئی ہیں۔ اس شاندار کار کا انتظام بھی وہیں سے ہوا تھا جس کے آرام دہ گھرے پر بیٹھ کر مجھے مر جنم ماضی کی نہ جان لکھی کہا نیاں یاد آئی جیلیں ہیں۔

صوفی قسم کی شفقت اور حسن اخلاق۔ اللہ اکبر۔ کئی سال ہوتے ان سے شناسائی کلیر کے میلے میں ہوتی تھی۔ وہی زنان عاشقان اولیا کا چکر۔ اسی چکر میں اتفاقاً میں ان کے پیچھے کام بھی آگیا تھا جبکہ لمبی ہے۔ بس وہ دن سوچ کا دن وہ ازدواج رشنا سی مجھ پر نہایت ہر بان ہیں۔ ایک بار اپنے گھر بھی نہ کر تھے۔ پر خود سری باریں بطور خود جادہ کا تھا تو ان کی جہان نوازیوں میں فرق نہیں آیا تھا۔ ان کا ہر خواجہ مرد اور یہ کے مزار سے فرانگ بھر کی دری ہر ہے۔ اپنی سیکم سے انہیں نے میرا پردہ بھی نہیں کرایا تھا۔ طریقہ تھی یہ ہے کہ دولت و ثروت پہت پچھے ہے مگر اولاد نہیں۔

”اب کی تو ملا بھائی آپ کی داط حصی میں سعید بالنظر آ رہا ہے۔“ میاں گل دم نے حیرت سے کہا تھا۔ ”غینمت سمجھیے پوری داط ہی سفید نظر ہیں آئی۔ کو کو جم کا فور میں زیادہ بالوں ہی کے افق سے تو طروع ہوتا ہے۔“ ”مگر تھاری اواز میں برخورد ار آج بھی وہی کھنکتے۔“ ماشاء اللہ پڑھے ہو۔“ صوفی قسم نے طے پیاس میری پیٹھ تھی تھی۔

پیچھے ہر یہی دیر بعد ہماری کار مزار کے پہلو سے گذر کھوئی چھار بجے در دولت پر رکی۔ پیرو فی منظر بالکل پہلے جسیا تھا مگر اندر و فی منظر میں خاصی تبدیلی نظر آئی۔ پُر ای اس صوفی اتنے کے علاوہ ہیاں ایک اور خاتون بھی جلوہ افراد تھیں۔ عرش کل سے ۲۵ برس رہی ہو گئی۔ پھر ۴ ہجرہ چندے آفتاب چندے

”شہر طھرمیں یہی چرچا ہے۔ زبان خلق کو نقارہ خدا کہئے۔“

”اتھ ایم مع لمبین زبان خلق سے کام نہیں چل سکتا۔ کہیں روپی پر بھی سنا ہے آپنے؟“

”نہیں سنا تو اب سن لیں گے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ پاکستان میں ہمارے سیل بیکار کو روکنے کا دم درود کہاں دھرا ہے۔ آج نہیں تو کل ٹھٹھے ٹیک دے گا۔“

”جب طیک دے گا۔ بھی جائے گی۔ پہلے سے خیالی پاؤ پکانے سے کیا فائدہ۔“

”خوب یاد دلایا۔ یاد کرو پاؤ پکائے ہوئے تھیں اتنے دن ہو گئے۔“

”لہاں سے پکے۔ باہمی میں تو اگ لگ رہی ہے۔ الٹا الگ تھوڑہ پوتا جا رہا ہے۔“

”پھر کوئی خیالی پاؤ بھی نہ پکائے۔ لا پاؤ پچ کا بڑھ پڑ لے آؤ۔ خواجه صاحب کے مزار پر تو اج جانا ہی جانا ہے۔“

”بہت لائی۔ راشن کا آٹا نہ لیا تو پندرہ آنے کلکو خریدنا پڑے گا۔“

”تم پر وامت کرد۔ بھجنوڑ نگر میں پیر کی مریدیں۔ راستے ہی میں تو پڑتا ہے۔ ان سے جیسے بھر کا گھوں لیکر آؤ گا۔“

اس پر اثر نہ ہوا۔ اب میں نے ملین پالسی شروع کی۔ بودا بھی ہے۔ خلا صدیہ کی نصف گھنٹہ اپنی پیچ کے بعد پاچ کا نٹ میرے ہاتھوں میں آہی گیا۔

”ریکھتے ذرا جلدی لوٹ آئیے گا۔“ اس نے مجھے رخصت کرتے ہوئے التجا اور آرڈر کا مال جلا لہجہ استعمال کیا۔

”میں دو تین دن۔ تین دن سے زیادہ تو نہ چیز آپ کی جدائی میں جی بھی نہیں ملتا۔“ میں صدمتی ہو چکے کے اندر از میں جواب دیا۔

اب یہ الگ بات ہے کہ یہ تین دن لبر کی طرح چھنج کر

”الحمد لله“

”تم خود ہی دیکھو گے۔ یاسین کی خوبیاں تھیں کافی تاثر کریں گی۔“

اب انہوں نے یاسین کو ہیں بلالیا۔ وہ شہروں کے دوپٹے کا آپنی چہرے پر ڈھلنکاٹے بڑے پُر وقار انداز میں داخل ہوئی اور سلام کرنے سہری کے سامنے پر یاد ہوئی۔ اس کی آداباں بالکل لٹا منگلشیر حصی تھی۔

”دیکھو ہمی۔ یہ بخورد امیر سے مرید ہیں بلکہ درست ہیں۔“ عروں کے تفاوت کے باوجود انہیں میں درست کے سوا کچھ نہیں کہہ سکتا۔ ”صوفی صاحب نے یاسین سے خطاب کیا“ تم یہاں کے ما جوں کی میکانیت سے کچھ اکتابی جگہ ہو گی۔ یہ بڑے باغ و بہار صاحب زادے ہیں۔“

”بڑی خوشی ہوئی آپ کی آمد سے۔ جناب۔“

یاسین نے گوشہ چشم سے میری طرف دیکھا۔

”میں اس طرف کا پرانا نہک خوار ہوں۔ میگم ہتا۔“

”جو اس مت کرو۔ نہک خواری کی اصطلاح اس گھر میں تم بھی نہیں بولو گے۔“ صوفی صاحب نے بڑے پیار سینے پر کان کی لپکتے ہوئے ستم فرمایا۔ اسی شکارات کا گھانا کھا کر صوفی صاحب نے بتایا کہ وہ حلقة میں جا رہے ہیں۔ کیا باصفا مریدوں کے ساتھ حلفتہ باندھنا ان کا پرانا سنتمول ہتا۔

”میں بھی ساتھ چلوں گا۔“ میں اس خیال سے کہا کہ شاید ساتھ ہی سے جانے کے لئے وہ اطلاع نہ رہے ہوں۔ ملکروہ بولے۔

”ہیں۔ تم جسیے صوفی ہو میں خوب جانتا ہوں۔“ پھر دفعتاں کا سیم ایک تأسیف امیر سنجیدگی میں بدلتا گیا۔ ”میں بھی پہلے تھاری ہی طرح تھا۔ بے راہ رو اور لا روا تھیں ابھی یہی حالت نہیں رہتی ہے۔ تم اپنی دلوں پر یہیں کوہ دچھپ آپ بتیاں سناؤ جو بھی مجھے سنائی تھیں۔ شریک ہیں کے۔“

پھر وہ چل گئے۔ اب بڑی صوفیاں نے مجھے سے کہا کہ

ماہتاب۔ لباس اور انداز دلوں میں ہنریب و شائستگی کی جھلکیاں۔ معلوم ہوا کہ میں نی صوفیاں ہیں۔

”ہاں عزیزم۔ اولاد کی قنایاں نکار خانی بھی کر گندرا ہوں۔“ صوفی صاحب نے مجھے ایک پر تکلف کر کے میں لیجا کر معدودت کے انداز میں اطلاع دی تھی۔ یہ اگرچہ وہی کمرہ تھا جس میں پہلے دو بار میں قیام کر چکا تھا لیکن اب کی اس کا رکھ رکھا تو پچھے اور ہی نظر آیا۔ گلدار، میز پوش، حسین پندر اور عینی کے بڑوں کا سجاوہ ہر چیز سلیقے اور خوش بذاق کا ظہر تھی۔ معلوم ہوا کہ ان خوشگوار تبدیلیوں کا تمام ترقیتی صوفیاں ہیں کے مزاج و مذاق سے ہیں۔

”یاسین بڑی خوبیوں کی لڑکی ہے۔“ صوفی صاحب نے کہا مگر فوراً یہ وہ مصنوعی انداز میں ہنسنے“ مذاق مت اڑانا میں اسے لڑکی کہہ رہا ہوں۔ ہے تو آخر لڑکی ہی نا۔ شادی سے کیا ہوتا ہے۔“ ان کی آنکھوں میں اقراری نوع کا استغفار ہتا۔

”آپ کا مطلب نیا میگم ہماجہ سے ہے۔“ میں نے متود بانہ کہا۔

”ہاں۔ وہ خاصی پڑھی لکھی بھی ہے۔ تقدیر کی ستم ظرفی پر بعض دفعہ بڑی حرمت ہوتی ہے۔ کہاں ہم کہاں وہ۔ بس جوڑی لکھدی تھی تھی۔“

”ہیں صوفی صاحب۔ آپ اب بھی بڑھتے تو نہیں ہیں۔“

”مذاق اڑانے کی کوشش مت کرو۔“ انہوں نے بڑا ملتے بغیر لوٹ کا۔ ”سوال صرف عمر کا ہیں۔ میری ہمیت اور میرا اڑنے زندگی تو دیکھو۔“ ہیں ملا عزیز۔ تھاد بہر حال تھاد ہے۔ مگر میں نے انتہائی کوشش کی ہے کہ اسے اس تھاد کی زیادہ تھوسی کرنے کا موقع نہ ملے میں سمجھتا ہوں مجھے خاصی کامیابی ہوتی ہے۔ وہ ہر طرح خوش ہے۔ بڑی بانو سے بھی اس کا تعلق بڑا خوشکوار ہے۔ آج تک اس رقابت کے چشم کی آنچ میرے گھر میں نہیں پہنچے جسے دنیا سو تیناڑی ہے کامروہ نام دیتا ہے۔“

اس سچن نہ اُسے۔ مارکاٹ تھم ہی ہون میں انہیں آتی۔
میرا تبصرہ پر تھا کوئی اسلامی ایجاد کیا جائے جس سے
خبروں کے سچ اور جھوٹ کا صحیح تنازع نکالا جائے۔
یاسین نے خبروں اور تبصرے کے اختتام پر بڑی بسیار
سے پیغمصرعہ طبعاً:-

دستیزہ گاہِ جان نہ حرف شنگن نہ
میں بہوت سا پوک راست دیکھنے لگا۔ ہاں محترمہ

دوسرا مصروعہ بھی۔
بلکی سی شرمندگی کی ہر اس کی آنکھوں میں نظر آئی
— وہ تو آپ کو بھی یاد ہو گا۔ میرا خیال ہے مصروعہ
میں نے لے جعل ٹھہر دیا ہے۔

بالکل نہیں۔ بلکہ میں پہلا ہی مصروعہ پر طرح
بمحض تھا۔ دوسرے میں تو رخ چھبی بدل جاتا ہے۔
”پہلیاں نہ بچاؤ تم دلو۔“ بڑی صوفیاں خوش
مزاجی سے پولیں ”میری تو طبیعت خبروں سے تو طبیعتی لگی
ہے روز ایک سی باتیں۔“

تقریباً اگر طبیعت ہماری بانی حلقتی رہیں پھر صوفی
صاحب آئے تو ایک گھنٹہ مزید جھلک جی۔ وہ صوفی ضرور
ہیں مگر اقبال، جبل اور مولانا و حم کے اشعار کسی اعلیٰ درجے
کے تقریسے کم سلیقے کے ساتھ استعمال نہیں کرتے۔ ادیت
بھی انھیں خاصی دلچسپی ہے۔ کمال یہ ہے کہ شکل و بدلگانی
کا مادہ ان میں بالکل نہیں۔ یہیں کی باتوں سے واضح طور پر
معلوم ہوتا تھا کہ ان کی طرف سے وہ ملکش طور پر طعن ہے۔
اس ماحول میں کون کافر خوب ہوئے بغیر وہ سکتا تھا۔
سوئے پر سہاگر یہ کہ قومی حصہ مجھے کئیں چنے چھکے کھر
بھی سمجھتے۔ ان سے ایک بار طاقت پوری تھی۔ بڑے
ملساں اور عالی طرف اُدھی ہیں۔ بھی فلسفے کے کھوج رہتے۔
اب آبائی زمین کے مہماں سے فرست کی زندگی گزار رہتے
ہیں۔ بڑی آؤ بھلکت سے۔ ایک دارکانی ملائی۔ باری
کے پڑے کھلاتے۔ پھر اُس وقت تک اُنھیں نہیں دیا
جب تک مجھ سے یہ وقار نہ لے لیا کہ جتنے دیں یہاں

چاہے گمراہوں جب لوچا ہے ریڈیو کھول لو۔ گمراہوں کی
موجودی کا تھوڑے سچے ہی علم تھا۔ تھوڑی باریں نے اس پر مس
کھن اور ماسٹر شارک کے تاریخی دور کے کئی رکارڈ شے تھے
مگر اب وسطی ہاں کمرے کی میز پر گٹس روڈیو بھی نظر آیا۔ یہ
غالباً خوبی طبیعت میں ایسا ہے۔ میں ایسا ہو گا۔ میں ایسا ہو گا۔
وہیں ایک صوفی پر بیٹھیں اور سوٹر بن رہی تھیں اور
بڑی صوفیاں نہ سہری پر جمی چھالیہ کر رہی تھیں۔

”آپ خبریں سننا پسند کریں گے؟“ یاسین نے لگیں
کی جشن روک کر لے چکا۔
”ابھی تو شاید پورہ منت باقی ہیں۔“ سیلوں
کا لیجے۔

اس کے پہنچوں پر یہیں کی لہر آتی جس میں طنز کی لطف
سی جھلک تھی دوہیا بلب کی تیزروشنی میں اس کا لکش
چڑھے بڑا درامی انتظار کر رہا تھا۔ سیلوں سے فلم ”بھولا
سماہی کا سہلک“ مار کر تغیرت وغیرہ ہوا تو اس نے برا سامنہ
بنایا۔ میں نے بھی اُبھائی سی لی۔

اور کہیں لکھاتے۔
”مگر اس وقت کہیں اور سے فلمی ریکارڈ نہیں ملیں گے۔“
”چھوٹی بیکم۔“ انھیں تم گمراہوں پر کوئی اچھا
ساری کارڈ نہیں۔ بڑی بیکم نے کہا۔
”چھوڑتے۔“ میں بولا۔ جب تک خبریں آئیں
ہم باقیں کریں گے۔

باتوں کے دوران میں نے جھوسی کیا کہ یاسین صرف
ایک مردیں پیکر ہی نہیں ہے ذہانت اور اُنہی کا رقم بھی
بھی ہے۔ الاماں۔ اس کی گفتگوں میں کتنا اعتماد اور کس قدر
لہجاؤ تھا۔ وہ کسی نجتہ کا رفقاء کی طرح جھٹٹے الفاظ
بولتی تھی اور اس کے لب والجھی میں شتمی سی ہے ساختگی
اس کی سامنہ یواز اور اسے مل کر مجھے ایسا احساس دیتے
لگی تھی جیسے اس کا ہم فقرہ غزل کا ایک مصروعہ ہو۔

خبروں کے بعد ہم نے ان پر تبصرہ بھی کیا۔ بڑی
بیکم کا تبصرہ تو یہ تھا کہ پیٹے لٹے ہی جاتے ہیں۔ نہ

گنیش صاحب کی طویل صحبتیں۔ خاطر مبارات کی حد پوری تھی۔ جنیں بھی خوب خوب چلتیں۔ گھر پر اکثر صوفی صاحب بھی شریک حال رہتے۔ اب یوں تو پورا ناول بن جائے گا اگر تاریخ و ارتقام احوال پیش کروں۔ قیام طوں ٹھیج گیا۔ تاریخی ترقیت کے نیاز بھی چن جلسوں کی رواداد عرض کروں گا۔ ایک دن گنیش صاحب کہنے لگے۔

”میاں عجیب لطف پیش آیا۔ میں آج صحیح ذرا اعلاء پر تک گما تھا۔ راستہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ بہت سے آدمیوں کی تغیرت کرنے والے ہوئے وہ فلسفے، سیاست اور قانون یعنی میں طان نظر آتے تھے۔ قریب پہنچا تو اپنا بخشش کھارا گردھے سیمت نرخ میں نظر آیا۔ گھر پر خالی جھوپوں تھی۔ جنتوں کے چہرے پر ہواں ایساں جھوپ رہی تھیں۔ گھیرنے والے قریباً بھی دیہاتی تھے۔ پتا چلا کہ ان کی دلست میں یہ شخص چھتری باز جا سوں ہے جو ابھی تھوڑی دیر ہے ایک تیز رفتار جہاز سے اُترا ہے۔ ایک صاحب کچھ بڑھتے لکھتے سے نظر آئے، میں نے ان سے دریافت کیا کہ کیا آج خاب کا بھی یہی خیال ہے۔ وہ کہنے لگے خیال کیا میں ان لوگوں نے خود اپنی آنکھوں دیکھا ہے۔ میں نے پوچھا کہ چھیت؟ وہ سڑ پٹا کئے پھر لے لے یہ تو اُنھی لوگوں سے پوچھتے۔ میں نے ان سب کو مخاطب کی کے سوال کیا کہ تم میں سے کس نے اسے چہارے کو دتے دیکھا تھا؟ سب سے ایک دسوی کی طرف دیکھا اور خاصی دردسری کے بعد انکشاف ہوا کہ ان میں سے کوئی بھی چشم دیدگواہ نہیں ہے بلکہ دیہاتیں نے کھیت سے گھر جا کر اپنے دیوار کی اصلاح دی تھی کہ ایک چھتری والا لکھ اسکنڈوں کی اُڑیں جارہا ہے ابھی ابھی جو چہاراڑ کے گیلے ہے وہ اسی سے کودا ہو گا۔ لس دبور صاحب جوڑ لائے یاں طوس والوں کو۔ میں نے سب کوڑا اسٹا اور سمجھا کہ یہ تو اپنی بستی کا بخشش کھارے ہے۔ چھتری والے جامسوں گدھ کو غسل میں دبا کر نہیں اُترتے بخشش نے بتایا کہ وہ پرسے گاؤں میں شکورے پہنچا کر لوت رہا ہے۔ بڑی مشکل سے ان لوگوں نے اسے رہائی دی ورنہ شاید ہی وہ اپنے پرتوں گھروٹ سکتا۔“

”یقین تجھے۔ مجھے تو خود اپنے بارے میں ڈر لگا تھا ہے۔“

رہو گئے۔ صح شام ہم سے ضرور ملا کرے گے۔ علاوہ ازیں ہر تیسرسے دن دونوں وقت کا کھانا ہمارے ساتھ کھایا گئے۔ ”گھر خپور۔ بندرہ تو فقط دو روز کے لئے ماضی سوا تھا۔ آج پانچ دن ہو گئے۔“

”دن تو گزرتے ہیں ملا جانی۔ ہمیں بھرپور ہے جانے کا نام لیا تو جھے بے حد ملاں ہو گا۔“

ان کے پاس بہت سے اخبار آتے تھے۔ ریڈیو بھی تھا۔ تھنکو کرنے ہوئے وہ فلسفے، سیاست اور قانون یعنی میں طان نظر آتے تھے۔

نذر کے بتاشے تو خیر پہلے ہی دن مزار پر جوڑھا دیئے گئے یا سینن نے ہمیں ہی زبان سے یہ روداد سئی تو بہت بھی۔ ”خیراب تو آپ نے جسم کر دیا ہو گا کہ نذر بیکار گئی۔ لا ہو رفیع نہیں ہو سکا ہے۔“ وہاں بے تکلف ہو چلی تھی۔

” بلاس نہ ہوا ہو۔ نذر کا یہ فائدہ بھی کیا کم ہے کہ یہاں حاضری ہو گئی۔ جنگ شروع سے جاری ہے۔ مگر پچھلے ھر سی گئی ہے۔“

”برابر کی ٹکری۔ فیصلہ ان مرحلے شاید ہی آتے۔“ ”میرا خیال ہے کہ آتے گا۔ جس رفتار سے پاکستان پڑ رہا ہے اس سے تو امید ہوتی ہے کہ آج نہیں تو کل وہ تھیار دال دے گا۔“

”مشکل ہے۔ وہ اتنا ہی بودا ہے تو جو ریان پر جملہ بکھی نہ کرتا۔ چین کے بل بھتے ہی وہ بڑا افساد چاہا سکتا ہے۔“

”جوچھ بھی ہو۔ اپنی آرزو تو یہ ہے کہ پاسپورٹ سسٹم ختم ہو جائے چاہے دوستی کے ذریعہ یا اکھنڈ بھارت بنائے۔“

”آپ کی آرزو نقطہ ایک خواب ہے، جس کی تعمیر بہت مشکل ہے۔“

”دن پر دن گزرتے رہے۔ اودھ گھر بیوی دچپیاں اُدھر

میں ارشاد فرمان مایا تھا کہ دنیا کے بیشتر حمالک ہمارے ساتھ ہیں اور ہم نے خوش ہو کر تالیاں بجائی تھیں۔ حالانکہ دیکھ لو آج ہم دنیا کے میدان میں تنہا چھوٹ کی مانند کھڑے ہیں۔ ”بچھی ہو۔“ مشرقی چھاگلا کی اس یک اصلاحیت سے آپ انکار نہیں کر سکتے کہ قانون کی حریت ناک توجیہات ہیں وہ یہ طولی رکھتے ہیں۔ ”میں نے ڈکا۔

”یہ اور بھی فربی ڈی ہے۔ جب مسلم یونیورسٹی کے بالے میں پہنچتے ہیں کہ نہ اسے مسلم فرقے نے قائم کیا ان مسلمانوں نے چلایا۔ نہ اس کے کچھ بیانداری حقوق ہیں تو یہ قانون اور حقوق دلوں کے ساتھ ایسا ایسا تحریر نہ ہے جس کے نتیجے میں دنیا ہمارے بالے میں یہ غلط رائے قائم کرنے میں حق بجاں ہوئی کہ ہم اپنے موقف کی خاطر عین دوپہر میں صورج کا انکار کر سکتے ہیں۔“

”مگر مشرقی چھاگلا کا دعویٰ تو اس قانونی بیان پر قائم ہے کہ یونیورسٹی یونیورسٹی کی منظوری پر قائم ہوئی لہذا اس کے قیام کا سہرا مسلمانوں کے سرہنیں باندھا جاسکتا۔“

”اسی کا نام ہے آئین و قانون سے ٹھوٹ کرنا۔ ایک مکان آپس پر یونیورسٹی کی منظوری کے بعد ہی بناسکتے ہیں تو کیا اس منظوری کے نتیجے میں آپ کے سارے حقوق بالکا نہ ہم تو پیش فریق ہو جاتے ہیں۔ الدم لغو۔ شاید اسی لئے فریک اتحادی ہے ذمہ دار کو بھری خصل میں کہنا پڑا کہ جس طریقہ چھاگلا اعدالت کی کرسی پر تھے تو میں ان کی عزت کرتا تھا مگر اب نہیں کرتا۔“ ”بچھی ہو۔ تھوڑے اور ایوب جیسے مرکاروں کا تو طریقی چھاگلا ہی جیسے بے جگہ سورہ ماکر سکتے ہیں۔“

”بکار اس ہے۔ پاکستان کی جیت تو ہی ہے کیا نے اپنی جا ریت کو قابل فہم دلائل سے مرضی کر کے عالمی ذمہ نئے قابل قبول بنانے میں کامیابی حاصل کی ہے۔ مگر ہم خود فرمی کا شکار ہیں۔ ہم اپنے دلائل کا منطقی خلاف ایڈھر و روا در گرم لکھاری ہے مگر کسے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ طریقہ کمزوروں پر تو کارگر ہو سکتا ہے مگر ان اقوام عالم پر نہیں جو ہمارے چہرے کے جلال اور آواز کی گھنگری کو فقط اعتماد ہے عین پارلیمنٹ

کرنے جانے کہاں تکمیر لیا جاؤ۔ میری صورت بھی بخشنود ہے سکم مشتبہ نہیں ہے۔“ بیہری ملکہ اعتراف تھا۔

”ہمیشہ پھریں دوسرے سم کی چائے میری طرف بڑھاتی۔“ ”ماں ہم تو اپنے بعض دوستوں کی منظم نیز پڑتی ہے۔“ اخنوں نے سکریٹ جلسے ہوئے کہا ”اجاہ میں آماں ہمیں طارق عبد اللہ نے اقامہ تحریر میں یہ لمحہ کیا کہ اگر اہل کشمیر بھارتی دعویٰ کے مطابق بھارت کے ساتھ ہیں اور ان کی راستے معلوم کی جا علیکی ہے تو بھارت ایک ایسے غیر جاہن دار یکیشون کی تجویز منظور کرے جو کشمیر جا کر وہاں کے حقیقی لیدروں سے ملے اور صحیح حالات معلوم کرے اس برہمارے مندوب رفیق ذکر یا جماں نے جوابی تقریب میں فرمایا کہ کشمیر کے لئے اس قسم کے کمیشون کی ضرورت نہیں۔ ہاں مشرقی پاکستان، بلوچستان اور پختونستان کے لئے ایسے یکیشون ضرور مقرر ہوئے چاہیں۔“

”یہ تو طبعاً معموقوں جواب ہوا جیسے کوئی نہیں۔“ ”مکروہ جاہنے۔ واحد معموقوں جواب یہ تھا کہ کشمیر ہمارا اگر یو معاملہ ہے۔ اس کے نیک و بد پر کسی بروڈنی یکیشون کو جکہ مارنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ جب باخنوں ہم ہم پاکستان کے ھر یو معاملات میں بروڈنی دخل اندازی کو نہ صرف جو از دیتے ہیں بلکہ اس کا مطالبہ بھی کر سکتے ہیں تو گویا اسی بھی ملکتے ھر یو معاملات میں ہم نے بروڈنی دخل اندازی کا جواز اصولاً تسلیم کر لیا۔ بھر آخراً اقامہ عالمہ منظوق شعور طارق عبد اللہ کی تھیج سے ہمارا سگرین کو اس کے سوا کیا ہعنی دے گا کہ ہم دوسروں کے لئے وہ چیزیں کرتے ہیں جو اپنے لئے پسند نہیں کرتے۔“

”مگر کشمیر کے لئے سلامتی کو نسل والی روائی شماری کی ترقی داد و قمر دہ ہو چکی ہے۔ ہمارے وزیر تعلیم مشرقی چھاگلا نے پورا ہی خوش خبری دی تھی کہ کشمیر کا مسئلہ میں یکیشون کے لئے دن کرایا ہوں۔“ میں نے اہمیت جتنی کے انداز میں گردن لایا۔

”مشرقی چھاگلا بھی ہمارے انھی دوستوں میں ہیں جن کی دوستی ہمیں نہ جانے کہاں سے کہاں پہنچا دے گی۔ ابھی کے دن ہوئے جب نیویارک سے لوٹ کر انھی صاحبو نے عین پارلیمنٹ

کامیش بھی ہیں۔"

کسی تقریر یا تحریر میں صاف طور پر موجود ہوگی۔ "صوفی صاحب نے کہا۔

"جھنگی کی تفتیش میں ناکامی ہوتی ہے۔" گیش صاحب بولے۔ "الرستنڈ والیں جاتے تو میری بڑی انجمن دُور ہو جاتے گی۔"

"بھائی خالد نہ سہی۔ مگر آپ میاں سوچتے تو یہی رہے ہوں گے۔ ان پر طکری کا بھوت سوار ہے۔" میں بولا۔

"سوچنا الگ بات ہے۔ سوچنے کو کہنا نہیں کہتے۔" اگر وہ اور عطا کی پیشکوہ کریں سے خوش مرا جی کامناظہ بھی مزوری ہی تھا تو شاستری جی کو اندازوہ اختیار کرنا نہیں دیا۔ تھا جبکہ ایک تقریر میں اختیار کیا گیا ہے۔"

یہ کہہ کر انہوں نے ۱۹ مئو بر کا پرناپ ہماری طرف پڑھا با اور پہلی ہی صفحہ کی ایک بخوبی رکھدی جو نایاں چھٹے میں شائع ہری تھی۔ عنوان تھا:-

"پر دھان منتری کی دھونی۔"

"اسے پڑھئے۔" گیش صاحب نے خوشنگوار سُنھوں بنایا۔

صوفی صاحب نے بہ آواز بلند پڑھا۔
"اور ناگ آبادہ ار الکتیر آج ڈسٹرکٹ سٹی زن ڈیفیس کو شل کی پیشگی میں تقریر کرتے ہوئے پر دھان منتری شری لال بہادر شاستری نے کہا کہ پاکستانیوں کا خیال تھا کہ چونکہ ہندوستان کے پر دھان منتری اور وزیر دفاع دھوٹی باندھتے ہیں اس لئے وہ لڑائیں ملتا لیکن ان کا یہ خیال غلط ہی پر مبنی تھا۔ میں ارشل ہمیں ہوں اور ڈیفیس منستر چوان نے بھی۔ پاکستانی بھتھتھے کہ ہم لڑائیں سکتے لیکن ہم نے لاہور کو جایا ہے۔"

اب ایک تھقہ اڑا۔ گیش صاحب اس میں مشرک نہیں تھے۔ اس سے ہم دونوں کو خفیہ سے ہوتے۔ "ذاق کی جس بھیں بھی ہے۔" گیش صاحب ہم فلسفیانہ انداز میں بولے۔ "مگر میں سوچتا ہوں کہ ہمارے

ایک دن شاستری جی کی شجاعت اور جرأت عجیبت کا تذکرہ ہو رہا تھا۔ صوفی صاحب بھی مشرک لفتگی نہے۔ گیش صاحب کہنے لگے:-

"یقیناً ہمارے وزیر عظم جری ثابت ہوئے ہیں۔" پاکستانی حاصلیت کا مقابلہ ڈست اور سینہ تان کربلا تائیہ ہی سے ہو سکتا ہے۔ مگر اپنی تقریر میں وہ بعض ایسی باتیں بھی کہہ جاتے ہیں جو ان کے عظیم عہد سے اور بلند احسان ذمہ داری کے شایان شان نہیں ہوتیں۔"

میں اور صوفی صاحب دم ساتھ ایکیں دیکھتے رہے۔ "مثال کے طور پر انہوں نے الوب کی طرف اس قول کو نسبی کیا کہ ہم جب چاہیں اپنے ملکوں کے ساتھ چل تو یہ کرتے ہوئے نہیں دیکھ سکتے آجاتیں۔"

"جی ہاں۔ یہ تو انہوں نے اپنی نشری تقریر میں کہا تھا اور پھر اخباروں میں نایاں طور پر شائع ہوا ہے۔" صوفی صاحب بولے۔

"میں بھتائیوں اس سے ہمارے وزیر عظم کی فرضیہ مرا جی کا ثبوت ملتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"سنجدگی سے غور کیجئے۔ نازک تر حالات میں بھارت کے عظیم وزیر عظم کی روایت یا تو تقریر ساری دنیا کا مرکز توجہ بنی پروگی۔ کیا دنیا پر معلوم کرنا نہ چاہے کی کہ الوب نے ایسی پھوپھوی بات کی کہی۔ کہاں کی۔"

"مگر کہی تو ضرور ہوگی۔" میں بولا۔ "دستاویزی ثابت کے بغیر ہمارے وزیر عظم اتنے وثوق کے ساتھ ایسا نہ کہ سکتے تھے۔" یہی تو تشویشناک ہے۔ میں نے تو اپنے امکان بھر تھیں کہی۔ اخباروں کے فائل ٹھہرال لئے۔ بہت سے باخراں لوگوں سے پوچھ دیکھا مگر بالکل معلوم نہ ہو سکا کہ وزیر عظم کے اکٹاف کا مأخذ کیا ہے۔ اگر ایکیں ذاتی ذرائع سے ایسا معلوم ہوا ہے تو دنیا سے کیا ایہیت نہیں گی۔"

"حیرت ہے۔ ہم تو سمجھتے ہیں کہ الوب کی بکار اس کی

بہت بڑا ہم اون رہا ہو اور اسے چاروں شانہ نہ چلتے گئے
کوئی عرض ہمارے لئے یہی بات خوشی و سعادت کے لئے بہت
کافی ہو کہ ہم نے اس کے دس میں گھوٹنے رسید کر دیتے اور
لپٹے آپ کو چوت ہونے سے بچالیا۔

”پٹائی توجہ اس کی بہت کی گئی ہے۔“ میں
کہا۔ ”ہماری خوشی کا ایک ایک جان پاکستانی ہمکاروں
کے تین تین جوانوں پر بھاری ثابت ہوا ہے۔“

لکھنیش صاحب سکرائے۔

”یہ بات ہمارے وزیر اعظم نے بھی کہی ہے اور غالباً
وزیر دفاع نے بھی اس سے ہمیں جذباتی تسلیم ہو رہے ہیں
مگر سوریہ مطہری نہیں ہوتا۔“

”شعر کی ایسی عسی“ میرے منہ سے نکلا۔ ”شعر
بھارو ہنسکھت کا تھوا۔ عقل مندوں نے کہا ہے کہ ایک
لاکھ میں سکل سے ایک دو انشور ملتے ہیں۔“

”ٹھیک ہے۔“ ملک تاریخ کے اہم اور اقیانی ایک دو
پاشور مرتب کرتے ہیں۔ باقی اور اقیانی قبول تھے تاریخ
کے کوڑا ہماری محتاج ہوتے ہیں۔“

”میں اپنے وجی جوانوں کی بہت افزائی تو بہر حال
کرنی ہی چاہتے“ صوفی صاحب نے کہا۔

”ضرور کرنی چاہتے۔“ مگر ریاضی کی زبان میں نہیں
لکھنیش صاحب بولے۔ ”ریاضی ہماں کے کافی جب
ہم اپنے شیئر کے چھپتے ہیں پاکستانی حملہ اور وہی کے
نایاں وجود سے خالی نہ کر سکے۔ ریاضی تو حلہ آور وکی لگتی
دش کر دو بتاتی ہے جب کہ ہم پیتاں یہیں کرو ہیں۔“

”جھے تو رام منور ہمیسا صاحب کی یہ بات بہت
پسند آئی کہ ہمارے نیتاں نے لا پورا اور سیالکوٹ پر
قبضہ نہ کر کے غلطی کی ہے۔ سانح کا سرمهہ چلتا گیا اس
بات کی دعوت دینا ہے کہ وہ پھر کاملے۔“ میں نے اپنے
لنجیں بھاری پن پیدا کیا۔

”لوہیا ہوں یا آچاریہ یا شاستری جی۔ سب کا
اپنا اپنا انداز فکر ہے۔ ہمارا انداز فکر ہے ہے کہ

وزیر اعظم کا یہ ہو ڈالات کی ہوں لانگ سجدگی سے کس
حد تک چوڑھا نہیں ہے۔ بہر حال اس تقریب میں پاکستانیوں کا
خیال بیان کیا گیا ہے کہ یعنی شخص کا قول ہیں۔ اسی طرح
ایوب کی طرف خیال کی نسبت مناسب ہوتی تھوڑی کہیں
”دھوئی کی بات ہے مزیدار۔“ میں جو کہا۔
”آدمی بڑے پُر مذاق ہیں ہمارے شاستری جی“
صوفی جی نے خوشی کا اطمینان لگایا۔

”ساری خوبیں اسلام“ لکھنیش صاحب نے بات کاٹی
”مگر جن اور ہمہ دیکھتے کیا اس خبر کا اخباری عنوان
وزارت عظمی کی غنیمت سے مطابقت رکھتا ہے۔ بجھے تو
اس میں نہیں کھجھکے تیور نظر آتے ہیں۔ پھر پاکستان کے
بازاری لوگوں کے کسی خیال کو نہ آقا ہی دہرا نہ اسے کسی
نہ کسی درجے میں اہمیت عطا کرنے لے۔ کہاں وزارت
عظمی کی باوقار نہیں۔ کہاں پاکستانی چھپت ہیں کی ملٹی
بانی۔ کم سے کم ایسا کوئی پاکستانی تو دھوئی والی بات
کہہ نہیں سکتا جس کی ذمہ دارانہ پوزیشن اس لائق ہو کہ
ہمارے وزیر اعظم کے مقدس لبوں پر اس کی بکواس کا ذکر
آنہا ہمارے وقار اور بردباری کے شایان شان سمجھا جاسکے
علاوہ اس کے لاہور کو جائیں کی بات بھی پورے طور پر
ٹھووس نہیں۔“

”کیا مطلب؟“ صوفی صاحب چونکے۔

”ہماری امن تحریکی سرحد سے لاہور چودہ پندرہ میں
ہے۔ ہماری نوجیں کہیں دو شہیں کہیں سات آٹھ میں
آٹکے بڑھی ہوئی ہیں۔ بے شک یہ فاتحانہ میش قاری
ہے لیکن اس کے لئے ”لاہور کو جالیا“ کے الفاظ اتنے موزوں
ہیں تھیں وزیر اعظم جسی دمہ دارستی استعمال کرے۔
وہ رجھے اور آبادی ہر لحاظ سے ہمارے گھنٹے
کی بلندی تک بھی سکتا ہے۔ ملک ہماری
ساری پروری میں ڈھنڈنے کی اور ہمارے مقررین اور اہل
قلم آج اس مفروضہ کے گرد گھوم رہے ہیں کہ جیسے وہ ہم

چھب سیکھ میں اکستانی غاصبوں کا ھنگھوڑے سطح چھٹے رہنا
ہمارے ہر دعوہ فتح وظفر کے لئے جیخ کا حکم رکھتا ہے۔ لاہور والے
سیالکوٹ پر بھاری یلغار کا واحد مقصد یہی تو خالہ شمیر میں نہیں
کی پیش قدمی ملک جاتے۔۔۔“

”وہ توڑ کی۔۔۔“

”ہاں ملک کی۔۔۔ مگر کار دشمن آج بھی ہماری شہر
روگ کے تربیض داؤ لگاتے بیٹھا ہے۔ ایک اوپریں کی نسبت
بہت ہوتی ہے۔ کیا چھب سیکھ سطح اور کے انوار کے لئے
ہیں اس وقت کا انتظار کرنا ہرگا حب ہمارا ایک جوان ساطھ
پاکستانی بیٹوں پر بھاری ہو جائے!“

”آپ یہ یوں بھول رہے ہیں کہ اس جنگ میں ہم نے
پاکستان کا چھ صاف سورج میں علاقہ قبضایا ہے جب کہ وہ
ہمارا دوڑھائی سورج میں سے زیادہ ہیں قبضایا۔
یہاں ریاضی ہمارے جذبات ہی کو نہیں شکو کو بھی مطمئن
کرتی ہے۔۔۔“

”نہیں کرتی۔۔۔ ہم اگر بھی وعویٰ کریں کہ ہم نے
دشمن کا دوڑھا درج میں قبضایا ہے تو اس کی اہمیت خود
ہمارے ہی اس اعلان سے ہم ہو جاتی ہے کہ ہمارا مقصد پاکستان
کی ایک اخی زمین پر بھی قبضہ کرنا نہیں تھا بلکہ ہم تو اس اپنی
مقدار زمین سے کھڑی طریقے کے لئے جوابی جنگ پر جسمور
ہوئے ہیں۔ اس نے پری بے جیانی کے ساتھ کشمیر کے
چھب سیکھ میں جارحانہ اقدام کیا اور ہم نے اسے ناکام بنانے
کے لئے دسرے حاذکھوڑے۔ دسرے حاذم حصہ وسیلہ ہیں
اصل مقصد کا اور اصل مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کیجھب میں
دشمن کو اس کی اپنی سرحدوں تک پہاڑ کے کشمیر کی عفت و
عحدت بحال کی جائے۔ کیا ایسا ہو سکا؟ یہ شور کا سوال
ہے۔۔۔“

”تب تو ہم شری گووالکر کے متفق کی تائی کریں گے“
صوفی صاحب گویا ہوئے ”پاکستان ایک مستقل خطرہ ہے
اسے پھر سے بھارت کا جزو نہماں ہے گا۔۔۔“

”میں بھی اسی کی تائی کرتا ہوں۔۔۔“ عاجز بولا۔

(باتی)

”یہ ہو سکتے تو بات ہی کیا رہ جاتی ہے۔۔۔ لیکن اپنے
سربراہوں کی فکری تلنگ ہمایے شور کی گرفت میں بھی انک
تو آئی ہیں۔۔۔ ہمارے مرکزی وزیر قانون نے پاکستان کی
چیزی لوٹ مار پر وارنگ دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ ہم مشرقی
پاکستان پر چند دنوں میں قبضہ کر سکتے تھے مگر ہم نے صبر و ضبط
کام لیکر اس سے پرہیز کیا۔۔۔ تلتائی یہ رعایت و شرافت
کیا شہر ہے؟ پوری قوم احتجاج کر سکتی ہے کہ اپنے چھب کا
بدله مشرقی پاکستان پر قبضہ کر کے کیوں نہ لے۔۔۔“
”واعظی حرام خور کو ناتی یاد آ جاتی اگر ایسا ہو جاتا۔۔۔“
میں بے قابو ہو کر بولا۔

”یہ بھی دیکھتے اگلے دن اطلاع ملتی ہے کہ مشرقی اکستان
کی طرف دشمن نے تقریباً ایک سو ساٹھ لشکریاں اور سیکھ
پکڑ لئے ہیں جن پر پاچ کروڑ سے زیادہ کامال لدا ہوا تھا۔
۔۔۔ ہے اس طبقتی کا کوئی جواب۔۔۔ قوم کو کہتی ہے کہ قبضہ
کی صلاحیت کے باوجود قبضہ نہ کر کے اس طبقتی کا موقع
خود آپنے فراہم کیا۔۔۔ بد نہاد دشمن سے رعایت اعجیب
طرح کا مذاق ہے۔۔۔“

”قبضہ تو کرنا ہی ہو گا۔ جب تک رعایت ہی رعایت
تھی۔۔۔ اب ہماری حکومت کے فولادی عنازم اس روڈ کی
چک چک کو ختم کر دیتے پرتوں جاتیں تو کیا کہنے ہیں۔۔۔ صونی
صاحب بولے۔۔۔“

”کاش ایسا ہو سکے۔۔۔ لاہور اور کراچی کے لئے
پاس پورٹ کاغذاب دنیا کے بذریعین عذابوں میں سے ہے۔۔۔
آدمی سچ سچ چوری کر لے گر بادڑوں پر خواہ کوہ کا چور نہ
بنے۔۔۔ میں نے کہا۔۔۔“

”ہونا بس یہ چاہیے کہ چھب کو پاکستانی وجوہ کے قریباً
میں تبدیل کر دیا جائے۔۔۔ پاکستان خوشی سے اخلا نہیں کر سکتا۔۔۔
یہ کہہ کر گئیں صاحبے پان دن ہماری طرف بڑھایا تو
شاید جہاںوں ہی کے لئے تیار رکھا گیا تھا درندہ خود تو
پان نہیں کھاتے تھے۔۔۔“

بے لگ پسجا میاں

مولانا مودودی اور دارالحصی مسئلہ

مراجع ہونے کا ثبوت دیتے ہیں۔
۳۔ تجھاں تک اس کی مقدار کا عقلت ہے وہ اسلام میں
مقرر نہیں ہے۔ اس اتنا حکم دے دیا گیا ہے کہ موحیین کٹاؤ اور
دارالحصی بڑھاؤ اور افرکرو۔

۴۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آللہ وسلم نے اپنی دارالحصی
مبارک کو ہر طرف سے کٹایا بھی ہے اور قبضہ کی مقدار میں وکھی
ہے۔ یہ آپ کی عادت مبارک تھی۔ وہ صفت نہ تھی جبکو
قائم کرنے کے لئے آپ تشریف لاتے ہیں۔

۵۔ اور آپ کی عادات مبارکہ وہ شفیع زواب موحیین
ستحب کیا جاتا ہے اور ان پر عمل کرنا ضرور ہو جب تو اب
ہے اور نہ کرنے والے پرقطعاً کوئی طاعت نہیں ہے۔

۶۔ تجھات کو مدت موجہہ بنالیذا اور جو منہض
متعین نہیں ہے اس کو منہض و متعین کر کے لوگوں پر عائد
کر دینا یہ ایک بدعت ہے جو دین کا خلیہ بگاڑ سکتی ہے
اس کی اجازت نہیں دی جائی چاہئے۔

میں بوچھتا ہوں ان میں سے کو نسا جزو ایسا ہے جو
معترض کی تھگاہ میں غلط اور بیمار ہے۔ جس کی وجہ
توکی اسلامی کی مخالفت کرنی ضروری ہو گئی ہے۔
اس کے پہلے جزو کے لئے مولانا مودودی نے ترجیح القرآن
ما روی سلاسلہ کے پرچے میں جو کچھ دارالحصی اور فوجی طاقت
کے زیر عنوان لکھا ہے، ذرا پڑھ لیجئے۔ آپ پرمولانا کی

معترضین کو اس قسم کے الزامات عائد کرتے ہوئے
ذرہ برا بر بھی خدا کا خوف محسوس نہیں ہوتا۔ بھیوے بھائے
مسلمانوں کے سامنے غلط میانی کرنا اور ایک اچھے خاصے
منشے کو بگاڑ کر پیش کرنا آخر ہماں کی دیانت داری ہے مولانا
مودودی نے دارالحصی کی کہیں مخالفت نہیں کی۔ بلکہ مولانا
مودودی تو دارالحصی کے معاملے میں اس حد تک سخت ہیں
کہ مارچ سلاسلہ کے "ترجان القرآن" میں "دارالحصی اور
فوجی طاقت" کے زیر عنوان لکھتے ہیں کہ :-

"جب صرف دارالحصی کے سبب سے ان کو
ملازمت میں لینے سے انکار کیا جائے تو
ملازمت سے محروم کو قبیل کر لیں اور دارالحصی
کو ہرگز نہ مونڈیں!"

باتیتے کہاں دارالحصی کی مخالفت ہے؟ ۶۔ میر در حمل
ایک علمی مسئلہ ہے عوام انس کو مگراہ کرنے کے لئے کچھ دیکھ
نے جھیں "مولوی" ہونے کا دعویٰ ہے یہ غلط تھی پیدا
کی ہے؟

دارالحصی کے باسے میں مولانا مودودی کامسلاں یہ
ہے کہ :- ۷۔ دارالحصی بجائے خدا ایک مسلم کا شعار ہے اسلام و اجما
وہ منہض پر ہوئی چاہئے اور جو ہیں رکھتے وہ اپنے مسلموں

کپڑوں سے نکال کر اٹھانا مستحب ہے۔ لیکن اس کے برعکس امام ذویی نے صحیح مسلم تشریف کی تصریح میں خصال القطرۃ میں فرمایا ہے:-

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ دار طہی من ٹھانہ۔ کترانا اور جانانہ مکروہ ہے۔ رہا سکے طول و عرض سے کاظنا تو وہ اچھا ہے مگر اتنا بڑھانا کہ شہرت ہونے لگے مکروہ ہے جیسے کہ اسے کامیابی میں شہرت تک پہنچانا مکروہ ہے اور انھوں نے یہ بھی کہاںکہ سلف نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے کہ اس کی کوئی حد بھی ہے یا نہیں بعض نے تو کہا کوئی حد نہیں ہے مگر شہرت کی حد تک نہ جانتے دیا جائے اور کترنی جائے۔ امام مالک نے بہت بلیہ ہونے کو مکروہ کہا ہے کچھ لوگوں نے کہا کہ طہی حد ہے جو اس سے طھے وہ کترنی جائے اور کچھ لوگوں نے سوائے حج و عمرہ کے موقع کے کترنے کو مکروہ کہا ہے۔

دار طہی کی مقدار کے متعلق امام ابو یوسف مجذوب ابیریم صحیح کا فیصلہ نقل کیا ہے۔ یاد ہے کہ ابیریم صحیح امام ابو حنفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے استاذ الاستاذ ہیں کہ:-

لاباس ان یا خدا الرجل۔ اس میں کوئی حرج نہیں کیا ہی دار طہی میں سے کترکرے جنک کمشکین کے مشاہدہ نہ ہو جائے!

مدعاً صلح ہے کہ مقدار مقرر نہیں ہے۔ پھر علامہ عینی

لائے واصح ہو جائے گی۔ پورا مضمون دار طہی رکھنے کی اہمیت اور اس کی ضرورت پڑتے ہے۔ ایک فقرہ یہ ہے کہ:-

جب صرف دار طہی کے سببے انکار کیا جائے تو ملازمت سے محرومی کو قبول کر لیں اور دار طہی ہرگز بینڈیں۔

اور اسی کا نتیجہ ہے کہ جماعتِ اسلامی میں کوئی دار طہیانہ کی کوئی ہم نہیں چلاتی جاتی بلکہ اس کا خاتمہ کوئی رکھی آپ کو دار طہی منظہ و افسوس والا نہیں ملکہ اس کی برکت سے کافیوں میں بھی نوجوانوں کے دار طہیانہ فیک آئی ہیں۔ مگر مجھے یہ کہنے دیجئے کہ جمیعت العلماء جس نے مولانا کے خلاف اس اعتراض بازی کی ہم چلاتی ہوتی ہے۔ خود اس کے امکان ستر قصیدہ دار طہیانہ مدد و افسوس والے ہیں اور تو نے فی صدورہ ہیں جو ان کے اپنے خیال کے مطابق بھی بغیر مسوون دار طہیانہ رکھتے ہیں۔ دوسرے جزو میں بھی انھوں نے سلف کی کوئی خلافت نہیں کی ہے مگر رسول خاصی اللہ علیہ وسلم نے کوئی مقرر فرمائی ہے نہ خلافتے راستہ میں نہ انھوں نے بھی کسی کی دار طہی ناپ کر فرمایا ہے کہ اسے ذرا بڑھاؤ اور اسے ذرا اھٹاؤ۔ بلکہ تم دینکھتے ہیں کہ وہاں تو یہ مسئلہ بھی بھی زیر بحث نہیں آیا۔ محنتیں حضرات نے بھی صحاح ستہ میں واجبات اور حرامات سیکھ بڑے بڑے عنوان اور باب باندھے ہیں بلکہ دار طہی کی مقدار کا کوئی ایک باب بھی نہیں باندھا ہے۔ دار طہی کا ضروری ہونا اور اس میں کسی مقدار کا مقرر نہ ہونا یہ دو الگ مسئلے ہیں۔ ان میں فرق کرنا اسی طرح ضروری ہے جیسے کہ معتبر نہیں کے ہیاں خود فرمات فی الصلاۃ کے مسلوں میں ہے۔ نماز میں کچھ درجہ قرآن میں سے طھضا فرض ہے۔ مگر خاص سورہ فاتحہ پڑھنا فرض نہیں واجب ہے۔ دیکھتے یہ دو الگ الگ مسئلے ہیں اور حکم خلافت ہے تحریکیہ کے لئے لاملاٹا ٹھانہ استحلاۃ ہے مگر انھوں کو

صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے کرتے تھے کہ آپ کی عادت اور طبیعت میں شامل تھیں۔ جیسے کھانے میں سوچنے اور ہنسنے کے طریقے۔ اگر کوئی ان پر عمل کرتا ہے تو چھا ہے ورنہ تو کوئی حرج نہیں ہے یعنی نہ کم اہوت ہے نہ کوئی بڑی اور تیسرے نفل ہیں اور وہ وہ ہیں جو راضی واجبات و سنن سے زائد ہیں۔ جیسے نافل۔ ان کے کرنے پر روابط، اور نہ کرنے پر کوئی سزا اور عتاب نہیں ہے۔

(بحث الاحکام البشریہ۔ المذوب)

مذکور ہے کہ آپ کی عادات کا جوں کا توں لینا ضروری نہیں ہے آپ اپنے لئے جیسا لباس، جیسی خواراں، جیسی وضع قطع پس فرماتے تھے آپ یعنی اُسے لیں تو ہر چاہے اور نہ لیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ان ہر یہ دیکھا جائے کہ اسلام کے کمی علم کی خلاف ورزی ہونے پاے۔ یعنی ایسا لباس نہ ہو جس سے ستر کھلے اور ایسی خواراں نہ ہو جو حرام و مکروہ ہو اور ایسی وضع قطع نہ ہو کہ مشکل پیش آجائے۔ شعار ہے اگر یہ وسعت نہ ہو تو امت کو سوت مشکل پیش آجائے مولانا محمود دری نے اسی رسائل و مسائل من صفات پر یہ بات اذکار بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال سے تجوہی ہے کہ آپ خدا کو جن الفاظ میں دل کی گہرائی سے یاد کر سکتے ہوں جیسے، یہ مدت پر عمل ہے۔ رہے الفاظ تو فرماتے ہیں کہ:-

اگر کوئی شخص ان اذکار کو نظر پلقط پیدا کر کے اسی طرح ان کا التزام کرے جو طرح حدیث میں میان ہوا ہے تو یہ حسن یا کتحب تو ہو سکتا ہے لیکن اسے اتباع سنت کا لازمی تقاضا نہیں کیا جاسکتا۔

نے بخاری شریف کی کتاب اللباس میں امام ابن حجر عسکر کے حوالے سے بھی یہی اختلاف فقل کیا ہے:-
تیسرا جزو واضح ہے۔ آپ کے زمانے میں بھی جو موس اور ایرانی داڑھیاں مندوست تھے۔ آپ نے ان کے مقابل داڑھی اسلامی شعار کے مطابق رکھی ہے۔ آخر کسی رنگی مقدار پر تو اسے رہنا ہی تھا۔ اگر یہ مقدار کوئی ایسی سنت تھی جس کو آپ قائم کرنے ائمہ تھے تو اس کی ذرداری ارشاد ہو۔ آپ نے اس مقدار کے لئے کوئی قسم چلانی ہو تو سمجھائی چھکا جزو بھی بالکل واضح ہے۔ کتب اصول میں سکی صراحة موجود ہے۔ نور الانوار میں باب افعال النسبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے:-

شمر اضمہ اختلفوا فی
ما بارے میں جو آپ سے نزدیک سوڑا
منہ سهوأً و لم تكن له
طبعاً ولم تكن مخصوصة
بـه فقال بعضهمـا لـه
یعنی اما شـاشـاعـیـ وغـیرـهـ سـاـگـرـ اـخـلـافـ هـےـ تـیـ اـنـ اـعـالـاـلـ
مـیـ مـیـ جـوـ اـنـ تـنـ سـوـوـںـ مـیـ سـےـ نـہـ ہـوـںـ۔ـ کـیـوـ نـکـرـاـنـ مـیـ وـاقـعـاـنـ
ہـےـ کـہـ کـوـیـہـ آـپـ اـقـدـارـ اـضـرـورـیـ نـہـیـںـ ہـےـ۔ـ اـنـ سـےـ زـیـادـہـ اـصـرـعـ آـپـ "اصـوـلـ الـفـقـہـ" مـیـ پـڑـھـتـ عـلـاـ
خـفـرـیـ لـکـھـتـ ہـیـںـ:-

و قد تسموا السنة المثلثة
تـلـاتـتـہـ مـیـ پـہـلـیـ سـنـتـہـ بـارـیـ اـدـرـ
وـهـ وـہـ ہـیـ جـوـ کـاتـمـ کـرـنـاـ دـاجـیـاـ
وـہـیـ کـیـ تـلـیـلـ کـےـ لـئـےـ ہـوـنـاـ ہـےـ
جـیـسـےـ اـذـانـ جـمـعـتـ وـغـیرـهـ۔ـ اـسـ کـاـ
تـارـکـ گـرـاـہـ اـوـ قـابـلـ مـلامـتـ ہـےـ
اـگـرـ تـارـکـ اـہـلـ قـرـیـۃـ عـلـیـ تـرـکـاـ
قـوـنـلـوـاـ وـالـشـانـیـ سـنـنـ اـنـدـاـخـ
وـہـیـ الـدـوـرـالـقـیـ کـانـ یـعـلـمـاـ
الـبـنـیـ صـلـیـ اللـہـ عـلـیـہـ وـآلـہـ

کیا تم حاجوں کو پانی پلا دیا تو
مسجد حرم کو آباد کر نیکا کام دیا
سچھ پڑھ جیسے کوئی اللہ اور یوم
آخر پر ایمان رکھنا اور اللہ
کے راستے میں جہاد کرتا ہے۔
بہادر ہرگز نہیں۔

اب آپ اگر اس ترتیب کو بدلتے اور کچھ گھٹاتے
ٹھھاتے ہیں تو یہی وہ ایجاد ہے جسے اصطلاح شرعی میں
بدعت کہا جاتا ہے۔

اب یہ بھی سمجھتے ہیں کہ مولانا مودودی نے دارالحکم
کو بدعت نہیں کیا، بلکہ اس کی اہمیت کو ضرورت سے
زیادہ ٹھھاتے کو بدعت کہا ہے۔ آخر مولانا نے یہی دفعہ
سطریں تو نہیں لکھی ہیں جو مفترض نے نقل کی ہیں۔ ان کا
یہ ضمنیں اسی رسائل و مسائل حصہ اول میں ص ۲۹۳ سے
لے کر ۲۱۳ تک پورے کچھ صفحوں میں خیلہ ہوا ہے۔ کیا
مفترض کو صفحہ ۲۹۹ پر یہ الفاظ نہیں ملے ہیں کہ:-

"میرے نزدیک کسی غیر مخصوص چیز کو منصوص کی طرح
قرار دینا اور کسی غیر منسون چیز کو جو اصطلاح شرعی کے
لفاظ سے صفت نہ ہو، سنت قرار دینا بدعت ہے۔"
ان الفاظ کو پھر طبقہ کیا لکھا ہے۔ غیر صفت کو صفت قرار
دینا بدعت کہا ہے۔ یاد اڑھی کو بدعت کہا ہے۔ پھر کیا اضافہ
پر یہ عبارت نہیں ملی ہے۔

"اسی طرح دارالحکم کے معاملے میں جو شخص حکم کا یہ
نشان سمجھتا ہو کہ اُسے بلا نہایت پڑھنے دیا جائے۔
وہ اپنی اس رائے پر عمل کرے اور جو شخص کم سے کم
یک صفت کو حکم کا نشان پورا کرنے کیلئے ضروری
سمجھتا ہو وہ اپنی رائے پر عمل کرے اور جو شخص مطلقاً
دارالحکم رکھنے کو بلا قید مقدار حکم کا نشان پورا
کرنے کے لئے کافی سمجھتا ہو، وہ اپنی رائے پر عمل کرے
ان تینوں گروہوں میں سے کسی کو بھی یہ کہنے کا حق نہیں
ہے کہ استنباط و اجتہاد سے جو رائے اس نے قائم

تینا بت پڑا کہ مولانا مودودی اس ماتحت گوانتنے
ہیں کہ دارالحکم کا ہونا گوئی ضروری اور شرعاً مسلم ہے
مگر اس کی مقادیر قضاۓ کی کوئی پابندی اس لئے کوتے
کہ حباب رسالت آب کی عادت میں رک ایسی تھی تو
یقیناً اُس سے اجر ملے گا، میسٹر ہے مگر وہ مدت نہیں ہے
جسے قائم کرنے کے لئے آپ تشریف لائے تھے۔ آپ کو
معلوم ہونا چاہئے کہ مولانا مودودی نے برائے نام
دارالحکم کی تعلیم کہیں نہیں دی ہے۔

رہا پانچواں جزو۔ تو وہ بھی خود معتبر ہیں یہاں
مسلم ہے۔ معتبر ہیں خود ہانتے ہیں کہ سی غیر ضروری چرخ
کو ضروری فسراً دینا بدعت ہے۔ چنانچہ وہ اسی لئے
نماز خاڑہ کے بعد دعا کئے لئے ملٹھنے کو ضروری کہنا
بدعت کہہ رہے ہیں۔ اس لئے تو یہ دین میں اکمل فہم
ہے۔ اگر یہ اصول پیش نظر نہ ہوتا تو آخر خاڑہ کے بعد
ڈھاراً صل دعا کے بعد دعا ہی تو ہے اس میں کوئی
آسان گز جانا ہے یا زمین پھٹ جاتی ہے۔ منع تو
حرف اسی لئے کیا جاتا ہے کہ غیر ضروری کو ضروری ترزا
دینے سے دین کی سکھی و صورت اور ترتیب و اہمیت
بدل کر رکھ دی جائے گی اور یہ خطرناک ہے۔ اسی لئے
تو یہ اصول بن کیا ہے کہ جب غیر واجب کو واجب
بنایا جائے لگے تو اس کا ترک واجب ہو جاتا ہے۔
اسی لئے تو مقادیر کو از روئے اصول فقہ کوئی غیر
شارع متعین کرنے کا حق نہیں رکھتا اور اسی غرض
سے کہ غیر ضروری اور ضروری احکام کو دین میں ملتبس
اور مشتبہ نہ ہونے دیا جائے۔ حکم دیا گیا کہ جماعت
نماز پڑھنے کے بعد فرماں دل و سدن کے لئے جانہ بدل لو۔
رمضان سے ہمیں استقبال کے لئے روزے سے وکا
گیا کہ کہیں کسی زمانہ میں دیگ اسے فراغ سے نہ بول لیں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول و عمل سے
دین میں اہمیت کے اعتبار سے ایک ترتیب سمجھائی
ہے۔ خود قرآن نے فرمایا:-

تو رہ جائے آپ بیٹھ کر پہلے اس کو طے کرائیں گے کہ جبکہ آپ نے سنت کہا ہے اُسے صارے مسجد اور سنت مانیں تھیں کہ اپنے دنیا تو سترے سے اب رسالت کی ضرورت نہیں تھی۔ آپ کی سنت ہی کو اصلًا واجب الاتباع مانتے سے انکار کرنے پر قتل گئی ہے اور آپ اس محاذ کو مکروہ کر کے جنگ اس پر کر رہے ہیں کہ فلاں چیز کو مستحب نہ مانو، سنت نا۔ ذرا سوچنا تو چلہئے کہ لوگ آپ کے مغلق کیاراتے قائم کریں گے۔

تو اگر میرا نہیں بتتا، زین! اپناؤں

الگہ شمارے میں "حکمہت انبیاء" کا مسئلہ ملاحظہ فرمائیے۔

کوزے میں دریا

مولانا حامد علی کی چند اعلیٰ کتابیں جو اپنے اختصار میں جامعیت اور بلاغت کا لکالاں رکھتی ہیں۔ ہر کتاب اپنے موضوع پر حققاً نہ اور نکل انگلیز۔ دلائل اور معلومات کا خزانہ۔ شرک کے اثرات انسانی زندگی پر ۲۰۰ نئے پیسے شرک۔ عظیم ترین گمراہی ۳۵ " " " " " کیا خدا کی ضرورت نہیں؟ ۲۰ " " " " " خدا پرستی محدثین کی نظر میں

خداءے! ۲۰ " " " " " خدا کا انکار کیوں؟ ۹ تو توحید اور عہد نامہ حقیقت ۲۰ " " " " " ہمارا دفاعی منصوبہ ۲۰ " " " " " ہندو دین اور توحید ۸۰ " " " " " بڑھ دین اور شرک ۲۰ " " " " " محدثین کے شہادت ۲۰ " " " " " مکتبہ ہوت جلی۔ دیوبند (یو۔ پی)

کی ہے وہی مشریعت ہے اور اس کی پڑی سب لوگوں پر لازم ہے۔ ایسا کہنا اس چیز کو سنت قرار دینا ہے جس کے سنت ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور اسی وجہ پر ہے جس کو میں مدعی کہتا ہوں۔" فرمائیے کیا سمجھے ہیں آپ کہ مولانا مودودی کیا کہتے ہیں۔ وہ بات مدعی سنت سے باذار طہی مدعی ہے، اعتراض جو کرنا ہوتا ذر اسوق سمجھ کر کرنا چاہئے۔

ذکر کردہ بالا جواب سے آپ یہ بھی سمجھ گئے ہوں گے کہ نہ مولانا مودودی اپنی راستے کسی پروردگری میں ٹھوٹنا چاہتے ہیں۔ نہ دوسروں کو یہ حق دیتے ہیں۔ ہاں یہ ٹھیک ہے کہ مولانا نے اول میں چھ عرصہ دیوارہ داشتہ دار طہی کی مساحت مقدار یعنی قبضہ (شیعی) پر عمل ترک کئے رکھا اس لئے کہ جیسے کہ انہوں نے خود فرمایا ہے۔ جزوی مسلموں میں بختیں کرنے والے ظاہر میں مخفی دین کی سمجھ نہ ملی، جماعت اسلامی میں داخل ہونے لگے تو مولانا نے اسی لئے دار طہی چھوٹی طہی تاکہ لوگ سوچنے پر جبور ہو جائیں۔ چنانچہ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جماعت میں جو جملی آیا وہ دین کو سمجھ کر آیا۔ کہ کس پڑی کی لکھی ایمیٹ ہے اور جب جماعت میں یہ خطرہ نہ رہا تو مولانا نے مقدار مساحت پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ مگر یہ بحث چھپڑنے والوں نے مولانا کو جبور کر دیا کہ وہ اس حکمت کا اٹھا کریں جو ان کے پیش نظر تھی۔

آخر میں اتنا عرض کروں گا کہ یہ مقدار قبضہ کا مسئلہ کہ وہ سنت ہے یا مستحب، اس باب میں کوئی اٹھا مسئلہ نہیں ہے۔ فرمائیں بیسوں ایسے مسئلے موجود ہیں جن میں ایک قتل کو ایک صاحب سنت کہتے ہیں تو دوسرے صاحب اس کو مستحب کہتے ہیں۔ کیا آپ ایسی یہ چیز کو کو نیا دہنا کر لوگوں کو اعلاء کلمۃ اللہ اور اقامۃ دین کی جزویہ دینے سے روکنا چاہتے ہیں۔ آپ حضرات کادھ اصل کام کر نیکیوں کو فروغ دینا اور برائیوں کو مٹا لئے ہے۔ وہ بچا

تسلیح کے دانے

مجہتوں کا منتہی — میں نے بھی کسی سے مجہت نہیں کی۔
یکساں ایک وہ بھی ہو جس نے میرا دل مجھ سے بالکل چھین لایا ہے
پھر میں تم سے جاری ہوں ہوں؟

راحت جان! یہ سوال تم بجا طور پر کر سکتی ہو۔ سنوا!
میں تم سے اس لئے جاری ہوں ہوں کہ مال و دولت کا طالب
ہوں۔ اس لئے بھی جدا ہوں ہوں کے اپنے لئے ایک تخت
شناہی قائم کر دے ہوں جیسا کہ میرے دشمنوں نے مشورہ کر رکھا
ہے۔ میں تم سے صرف اس لئے جدا ہوں کہ اللہ تعالیٰ
کا فرض بھی یہاں ہٹھ لایا ہے جو ہاد فی سبیل اللہ
سے بڑھ کر کوئی فرض نہیں۔ ہبھی وہ فرض ہے جس کی
ادا ملکی کی حسن نیت ہی ادھی کرو دس میریں کا حق بادلتی ہے
الحمد للہ، کہ میں اس فرض کی صرف نیت ہی نہیں رکھتا بلکہ
اسے عملًا خام بھی دے دے رہا ہوں۔ تھماری جاری ہو وقت ہے
دل پر آرے چلا یا کرتی ہے مگر میں اس جاری سے جتنا
خوش ہوں اتنا کسی دوسرا چیز سے نہیں کیونکہ صرف تھماری
مجہت ہی ایک ایسی چیز ہے جو میرے عزم و ارادے کے لئے
رس بے بڑی آزادی ہو سکتی تھی۔ سوال اللہ کا بہار بہار شکر
ہے کہ میں اس آزادی میں پورا اتر اور اللہ کی مجہت اور
حکم کی اپنی مجہت اور نفس پر مقام رکھنے میں کامیاب ہوا۔
تمھیں بھی خوش ہوں اور شکریا دکر کا ناچاہیہ کر تھمارا شہر اتنا
مضبوط ایمان رکھتا ہے کہ خود تھماری مجہت کو بھی اشد کی مجہت
پرست رہا کر سکتا ہے۔ تم پر تلوار سے جہاد فرض نہیں ہے لیکن
تم بھی جہاد سے مستثنی نہیں ہو۔

اور پاش کا خط اپنی بیوی کے نام

میری رفیقہ حیات اور سماں یہ علیش و سرو روپیاری
نجسٹر!

اللہ تھہار انگہیان رہے۔

تمہارا آخری خط اس وقت ہیرے سامنے ہے۔
لیقین کر وکہ تھمارا یہ خط ہمیشہ میرے سینے سے لکھا رہے کہ
تمہاری صورت گود بیکھ نہیں سلتا مگر خط کی سطروں اور
حرفوں میں تھماری نازک انگلیاں مجھے بیٹھی نظر آرہی ہیں،
وہ انگلیاں جو میرے بالوں سے بھی کھلکھلا کر تی ہیں اور
خشے کے اس دھندر لکھ میں بھی بھی تھماری پیاری صورت
بھی نکاہ ہوں میں پھر جاتی ہے۔

آہ! تم لکھتی ہو کہ میں نے تھیں بالکل بھلادیا اور
تمہاری مجہت کی کچھ پروا نہیں۔ تم کہتی ہو کہ میں تھہارا
مجہت بھرا دل توڑ کر اس دُور افتادہ مقام میں آگ
اور خون سے ھیل رہا ہوں اور ذرا پر و انہیں کرتا کہ ایک
عورت میرے فراق میں رات برات بھرتا رے گئی
رہتی ہے۔ تم کہتی ہو جبچہ جگتے مجہت ہے اور تلہار سے عشق
گمراہ پیاری یہ لکھتے وقت تم نے بالکل نہ سوچا کہ تھمارے
یہ لفظ جیتنا پچھی مجہت نے لکھوا ہے میں میرے دل کا کس
طرح خون کرڈاں گے۔ لے کا ش میں تھیں کمی طرح یقین دلا
سکتا کہ اس دنیا میں مجھم سے زیادہ کوئی محظوظ نہیں۔
تمھی میری تمام مجہتوں کا سر حشسمہ ہو اور بھی میری تمام

میری تیسیری و صیت یہ ہے کہ مصطفیٰ کمال پاشا کی
ہمیشہ خیر خواہ رہنا۔ ان کی ہر مکمل مادر کرنے والہاں یونہ نکہ اس
وقت وطن کی بجائت خدا نے انھیں کے ہاتھ میں رکھ دی
ہے۔ اچھا پیاری رخصت۔ ہمیں معلوم کیوں میرا دل کہتا ہے
کہ اس خط کے بعد تھیں پھر کبھی خط نہ لکھ سکوں گا۔ کیا
جسے کہ کل ہی شہید ہو جاؤں دیکھو صبر کرنا میری شہادت
پر غم ہانے کے بجائے خوش ہوں گا کہ میر اللہ کے ہم آجنا
تمہارے لئے بھی باعث صد خوبی ہے۔

نجیہ! رخصت ہوتا ہوں اپنے عالمِ خیال میں تھیں
گھلے لگتا تا ہوں، انشا اللہ الشجدت میں ملیں گے اور پھر بھی
جدانہ ہوں گے۔ فقط۔ (ماخوذ از ملت سالہ)

اس خط کے چند ہی روز بعد از پاشا کا بدن کو یہ
سے اس طرح جھلنی ہو گیا کہ ان کی قفس پر یہاں نہ جاتی
تھی۔ گھلے میں بند ہے ہوتے اُس رومان سے انھیں
پہچانا گیا جو انی دُور افراطی ہوئی کی نشانی کے طور
پر اس شہید نے زیب گلوکر رکھا تھا۔

فَاعْتَبِرُوا بِيَا أَوْلَى لِأَبْصَارِ

”یادت اس طرح بنی ہتھی کہ ان کا کوئی آدمی اپنے خاندان
اپنی برادری، اپنی پارٹی، اپنی قوم، اپنے وطن، اپنی زبان کا
حاجی نہ تھا، مال و جائداد اور بیوی بچوں کی طرف دیکھنے
والا بھی نہ تھا بلکہ ہر آدمی صرف یہ دیکھتا تھا کہ اللہ و رسول
کی افراد ہیں، اور اس کے برابر اور اس کے تعلقات کی کٹ جائیں،
جب مسلمان ایک امت ہے تو ایک مسلمان کے کہیں تسلیم ہو جانے
سے ساری اورت ہل جاتی تھی اب ہر ایک لائنمن کے لئے
کہتے ہیں اور کافیوں پر جوں تک نہیں وہیں۔“

سلسلہ بیان چاری رکھتے ہوئے آگے آپ نے فرمایا۔
”اُمرت کسی ایک قوم اور ایک علاقوں کے رہنے والوں
کا نام نہیں ہے بلکہ سیکڑوں ہزاروں قوموں اور علاقوں سے

کوئی مسلمان بھی چاہے مرد ہو یا عورت جہاد سے مستثنے
نہیں ہے تمہارا جہاد یہ ہے کہ تم مجھی اپنے نفس و محنت پر اللہ
کی محبت مقدم رکھو اور اپنے شوہر کی بہت ضمبوطگری رہو،
ویکھو بیدار اس شوہر میڈان جہاد سے کسی طرح
صحیح و سالم عماری آغوشِ محبت میں واپس آجائے کیونکہ یہ
دعاء خود خاصی و خود مطلوبی کی دعا ہو گی اور خدا کو پسندیدہ آئیکی
البته یہ دعا کرتی رہو کہ تمہارے شوہر کا جہاد اللہ قبل فرمائے
اسے فتح یاب واپس لائے درینہ جامِ شہادت اس کے لیے ہوں
سے لگا دے۔ وہ لب جو تم جانتی ہو شراب سے بھی ناپاک
نہیں ہوتے۔ بلکہ ناوات دذکر الہی سے ہمیشہ آشنا ہوتے ہیں۔

پیاری نجیہ! آہ وہ ساعت یہی بیارک ہو گی جب
اللہ کی راہ میں یہ سرجے تم بہت خوبصورت بتایا کرتی
تھیں تن سے جدا ہو جائے گا۔ وہ تن تمہاری محبت کی
نگاہیوں میں سپاہیوں کا ہیں ناز نیوں جیسا گداز ہے۔ آہ!
میری حان کے لاک خدا تو خوب جانتا ہے کہ تیرے ٹوائے
جنت کا چھکے کس قدر شوق ہے آہ انور کی سب سے بڑی آزو
یہ ہے کہ شہید ہو جائے اور حضرت خالد بن ولید کے ساتھ
اس کا ہشر ہو۔ دنیا چند روزہ ہے موت لفڑی ہے پھر موت
سے ڈرنا کیا جب موت آئے ہی دالی ہے تو آدمی بستر پر
پڑے پڑے گیوں ہر سے کیوں نہ میراں جہاد میں شہادت کی ہوت
مرے۔ شہادت کی موت موت نہیں زندگی ہے لازم اُن ندی
نجیہ! میری وصیت میں لو۔ اگر میں شہید ہو جاؤں
تو تم اپنے دیور سی بک سے شادی کر لینا۔ تمہارے بیوی مجھے
سب سے زیادہ عزیز نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے سفر
آخرت کے بعد وہ زندگی بھر دناداری کے ساتھ تمہاری
خدمت کرتا رہے۔

میری دوسری وصیت یہ ہے کہ تمہاری جتنی بھی اولاد
ہو سب کو میری زندگی کے حالات سنانا اور سب کو میراں
چہاڑیں اسلام اور وطن کی خدمت کے لئے بھیج دینا۔ اگر
تم نے ایسا نہ کیا تو یاد رکھو کہ میں جنت میں تم سے رو ہٹر
جاوں گا۔

ابو الفضل فضیلی میں تھیں وہ امّت بننے کے لئے اور خدا کی غیبی نصرت کے لئے کیسے کافی پوسکتی ہیں۔
(حضرت مولانا محمد یوسف)

یاد رکھو میری قوم اور میرا علاقہ اور میری بہادری
یہ سب امّت کو توڑنے والی باتیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کو
یہ باتیں اتنی ناپسند ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ جیسے
پڑے صحابی سے اس بارے میں جو علمی ہوتی (جو اگر دب
نمگئی ہوتی تو اس کے نتیجے میں انہار اور جہا جریں میں تفرق
ہو جاتی) اُس کا نتیجہ حضرت مسعود کو دینا ہی میں بھلتنا
پڑا۔ روایات میں یہ ہے کہ ان کو جنات نے قتل کر دیا
اور باری نہیں میں یہ آواز سنائی دی اور بولنے والا کوئی نظر
نہ آیا۔

قتلناسید الخزرج سعد بن عبادہ
سرمیناہ بصمر فلام میخط فدا
اس واقعہ نے مثال قائم کر دی اور سبق دیا کہ اپنے
سے اچھا آدمی بھی اگر قومیت یا علاقہ کی بنیاد پر است
پنے کو توڑے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کو توڑ کے وکھ دے گا۔
(حضرت مولانا محمد یوسف)

اور میں سے زیادہ عجیب واقعہ تی مشہور صحابی حضرت
مقدار و فیض اللہ عنہ کا ہے جو حدیث کی کتابوں میں حروی
ہے۔ واقعہ یوں روایت کیا گیا ہے کہ وہ اور ان کے ھر
وائل سخت تقوف و فاقر کی حالت میں تھے، گھر میں کچھ نہ
تھا۔ لبِ اللہ سے دعائیں کرتے تھے۔ اسی حال میں ایک
چہ ما حضرت مقدار کے سامنے سے گزارا۔ اپنے اس پر اپنی
چادر وال کر کیا سی طرح اس کو مکمل کر منزد کر لیا۔ حضوری دیوار
میں اس کا جوڑا آیا اس نے اپنے ساتھی کو گرفتار دیکھا وہ
اپنے ڈل میں گیا اور ایک دینار اپنے مخفیوں لے کر آیا اور
حضرت مقدار کے سامنے ڈال دیا اور دو ریشمہ دیکھتا
رہا کچھ دیر کے بعد پھر بل میں گیا اور ایک دینار اور اسی

جرح کراہت نبتو ہے جو کوئی مکسی ایک قدم یا ایک علاقہ کو
انداز گھٹھا ہے اور دوسروں کو بغیر سمجھتا ہے وہ امّت کو ذبح
کرتا ہے اور اس کو مکمل کرتا ہے اور حضور مکمل اور صحابہ
کی حنفیوں پر پایا پھیرتا ہے۔ امّت کو مکمل کرتے ہوئے
ہو کر اعلیٰ خود ہم نے ذبح کیا ہے۔ یہ دو نصاریٰ نے قوام کے
بعد کوئی کٹائی امّت کو کاٹا ہے۔ اگر مسلمان اب پھر
امّت بن جائیں تو دنیا کی ساری طاقتیں مل کر بھی انکا
بال بیکا نہیں کر سکیں گی۔ ایم جم اور راکٹ ان کو قائم نہیں
کر سکتیں گے، لیکن الگ وہ قومی اور علاقائی عصیتیوں کی
وجہ سے باہم امّت بے ٹکڑے کرتے رہتے تو خدا کی قسم
تحاری سے تھیار اور تحاری فوجیں تم کو نہیں جا سکتیں گی۔
سلطان تقریب ہماری ریکٹ ہوئے اپنے فریاں بـ

”مسلمان ساری دنیا میں اس لئے بڑھ رہا اور مرد ہا
ہے کہ اس نے امّت پنے کو قائم کر کے حضور کی قربانی پر بانی
پھیر دیا ہے، میں یہ دل کے علم کی باتیں کہہ رہا ہوں، ساری
بتا ہی اس وجہ سے ہے کہ امّت امّت نہ رہی بلکہ بھی
بھول گئی کہ امّت کیا ہے اور حضور نے کس طرح امّت بنائی
تھی۔

امّت ہونے کے لئے اور مسلمانوں کے ساتھ خدا کی
مرد ہونے کے لئے صرف یہ کافی نہیں ہے کہ مسلمانوں میں
ناؤ ہو، ذکر ہو، مادر صہر ہو، مدرسہ کی تعلیم ہو۔ حضرت علی
رضی اللہ عنہ کا قاتل ابن ملجم اپسانا نازی اور اس ازاد الظاهر
جب اس کو قتل کرتے وقت عصمه میں محرے لوگوں نے اس کی
زبان کا ٹھنڈی چاہی تو اس نے کہا سب پھر کر لیں گے میری
زبان امّت کا ٹھنڈا کر زندگی کے آخری سانس تک میں میں
سے اللہ کا ذکر کرتا رہوں۔ اس کے باوجود حضور مسیح
فرمایا ہے کہ علی ٹھنڈا قاتل میری امّت کا بڑے زیادہ شقی
اور بڑھت ترین آدمی ہو گا اور مدرسہ کی تعلیم تو ابو الفضل
اور قصی نے بھی حال کی میتی اور ایسی حال کی خلی کہ قسراً
یا کس کی تفسیر بے نقطہ تکھری حالانکہ انہوں نے ہی اگر
کوئراہ کرنے دین کو برداش کیا تھا تو جو باتیں ابن ملجم اور

جب کہ وہ پہلے مٹی بھی نہ وہ اس وقت کو دیکھ رہی ہے جب وہ پھر مٹی پہنچی، بلکہ صرف اس کو موجودہ شکل میں دیکھا ہے جب تکی چیز کو دیکھو تو سوچ کر کچھ نہیں، یہ ہمیں مٹی بھی اللہ کی قدرت سے اس کی پیشکش بن گئی ہے اور پھر ایک دن اسکے مٹی ہو جائے ہے۔ اپنے بارہ میں بھی یہی سوچ۔

قرآن تشریف میں فرمایا گیا ہے۔ منہا خلقناکم
وَقِيمًا تَعْدِيدُ كُمْ وَ مِنْهَا تَخْرُجُ كُمْ تَأْرِيَةً أُخْرَى۔
نماز کی ہر رکعت میں دو مسجدے رکھے گئے ہیں۔ اسکی یہ بھی ایک حکمت ہے کہ جب پہلے مسجدے میں جائے قریاد کرے کہ میں اسی زمین کی مٹی سے بنایا گیا ہوں، پھر دوسرا سجدے میں یاد کرے کہ زندگی کی میعاد ختم کر کے تھی پھر اسی زمین کا پیوند ہو جانا ہے اور پھر اس سے اُمّہ کر اللہ کے حضور میں پیش ہونے ہے اور اپنی زندگی کا حساب یافتے۔ (حضرت مولانا محمد یوسف)

وطن کا دفاع اور مسلمان

جمعۃ العلماء کے اجلاء پشاور میں مقدمہ ۱۹۲۴ء
حضرت انور شاہ کاشمیریؒ کے خطبہ صدارت کا ایک ڈکٹیو

..... "ناہکن ہے کہ مسلمان سماں مسلمان ہو کہ اس جذبہ حب وطن سے خالی ہو۔ پس یقین رکھیے کہ مسلمانوں کے قلوب میں دجھے مذکورہ بالا کی بنا پر ہندوستان کے ساتھ پوری محبت ہے اور چونکہ ہندوستان میں مسلمانوں کے ساتھ ساتھ دہشت و قمیں بھی آباد ہیں اور ہندوستان اُن کا بھی وطن ہے ان کو بھی طبعی طور پر ہندوستان کے ساتھ محبت ہونی چاہئے۔ اس لئے تمام ہندوستانیوں کے قلوب میں ہندوستان کی آزادی کی روح اہمیت ایک ہی مرتبہ اور ایک ہی درجہ پر ہوتی لازم ہے۔ مگر چونکہ ہندوستان کی قومیں میں کثرت تعداد ہندو قوم کو حاصل ہے اور اس کے عقباً اسے مسلمان اقلیت میں ہیں۔ اس لئے ان کے قلوب میں اپنے مذہبی حقوق اور طبقی

طرح لا کر اس نے سامنے ڈال دیا۔ اس طرح یکے بعد دیگرے میں دیوار اس نے پل سے نکال کے حضرت مقدادؓ کے سامنے ڈال دیتے وہ گویا اپنے اس طرز علی سے اور زبان حال سے حضرت مقدادؓ سے عرض کرتا تھا کہ یہ اشرفیان بطور فاریکے قبول کر لو اور یہ سماں کے ساتھ ایک پھٹا ہے اکڑا بھی بل میں تے لایا۔ اس طرح گویا اس نے حضرت مقدادؓ کو بتایا کہ اب پچھے تھیں رہا جو کچھ خداوہ سب میں نے حاضر کر دیا۔ حضرت مقدادؓ اپنے اس چہے کو چھوڑ دیا اور دلوں چہے خوشی خوشی اُحفلت کو دتے اپنے میں چلے گئے اور ان سترہ اشرفیوں کو حضرت مقدادؓ نے اللہ کا عظیم سمجھا اور انی ہضروں میں ان کو استعمال کیا۔ تو بھی اپسے غیر معنوی اور حضرت ائمہ طیقیوں سے بھی متفرقی ہنروں کی باری جاتی ہے جیقت یہ ہے کہ اللہ کے فضل کے طریقے بے شمار ہیں۔ اللہ کے سوا ان کو کوئی جانتا بھی نہیں۔

اب دنیا میں صرف مادہ پر اور ماڈی چیزوں پر محنت کار رواج ہے۔ تقویٰ پیدا کر کے اور اللہ تعالیٰ سے صحیح تعلق قائم کرنے کے لئے فضل و کرم کام لیتے کا راستہ لوگ بالکل بھول گئے ہیں۔ حالانکہ یہی راستہ ہے جس کی دعا ہر نماز کی ہر رکعت میں کی جاتی ہے۔

(حضرت مولانا محمد یوسف)

یہاں جو کچھ نظر آتا ہے وہ بہت ناقص ہے، بجاوی آنکھ کا حال یہ ہے کہ وہ ہر چیز کی صرف صورت کو دیکھ سکتی ہے حقیقت کو نہیں، کسی جسمانی چیز کی صرف اور پر سے نظر آنے والی سطح اور شکل کو دیکھ سکتی ہے اس کی روح کو نہیں دیکھ سکتی۔ حدیہ ہے کہ خود اپنے کو نہیں دیکھ سکتی۔ اللہ کا یہ نظام جو نظر نہیں آتا وہ لا طھوں کمر و ڈروں درجہ زیادہ وسیع ہے۔ پھر آنکھ نہ کسی چیز کا اولیٰ دیکھتی ہے نہ آخر صرف اس کا حال دیکھتی ہے۔ ہر چیز متروع میں مٹی بھی۔ آخر میں پھر اس کو مٹی ہونا ہے۔ آنکھ نے نہ اس وقت کو دیکھا

اسی طرح ہنور صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا ارشاد ہے
فسرایا:-

کل صلح جائز یعنی سوائے اس صلح کے جو کسی حرم کو
الصلح احوال ہے حالانکہ حرم اگر دے ہر قسم کی صلح
او حرم حلال۔ جائز اور درست ہے۔

میں ہنریت بلند ہنگی کے ساتھ برادر ان وطن کو یقین
دلاتا ہوں کہ الگر وہ مسلمانوں کے ساتھ منصفانہ معاملہ
کر لیں اور اس معاملہ کو دیانت داری اور خلوص کے ساتھ
پورا کریں۔ سیاسی چالوں اور ناٹشی پالیسی سے کام نہیں
تو مسلمانوں کو پورا وفادار مخلص ہم سایہ پائیں گے کیونکہ مسلمان
بھیتیت نہ بھئے قرآن پاک کے حکم کے بوجب معاملہ کو پورا
کرنے کے ذمہ دار ہیں۔

قالَ اللَّهُ تَعَالَى إِلَّا الَّذِينَ
عَاهَدُوا شُرُمَ مِنْ أَمْسَاكِ
جِنْ غُرَمِيُّوْنَ مِنْ تَمَنَّى
أَوْ اخْفَوْنَ إِيمَانَهُمْ مِنْ تَهَاجِرَ
وَلَمْ يُطَا هُنْ فِي عَلِيَّكُمْ
أَحَدًا أَفَلَا تَتَسْعُوا إِلَيْهِمْ
عَمَدَ هُمْ إِلَى مُدَنَّ تَهَاجِرَ
إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَقْبِلِينَ
وَقَالَ فَمَا أَسْتَقْبَلَ هُوَ
كُلُّمْ فَأَسْتَقْبِلُهُمْ
إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَقْبِلِينَ
+ + + + +

حقیقت پسندی اور راست گوئی

دنیا میں نادان لوگوں کی بالعموم یہ روشن ہوتی ہے کہ جو
شخص ان سے حق بات کہتا ہے وہ اس سے ناراض ہو جاتے
ہیں۔ گویا ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بات وہ کہا جاتے
ہے ان کی خواہش کے مطابق ہو، نہ کرو جو حقیقت اور

مقادیک حفاظت کا خیال لازمی طور پر پیدا ہونا چاہیے۔
اور ان کے نزدیک اس کی بہترین صورت یہی ہے کہ دونوں
قویں ایک منصفانہ معاملہ کر لیں تاکہ کسی کے دل میں کوئی
خطہ باقی نہ رہے کہ آزادی کے زمانہ میں کثیر العقاد قوم قبیل
العدا درکون قبیان پہنچا سکے۔ الگ منصفانہ معاملہ کے ذریعہ
یعنی مسلمانوں کو مطمئن کر دیا جائے تو پھر ان کے لئے کوئی وجوہ
تشویش باقی نہیں رہتی۔ وہ حرث وطن اور حرب مذہب کے
دلدادہ ہیں اور معاملہ کی پابندی اور رواداری انکا
شعار ہے۔ اگر ان کو آج کثرت کی تعدد کے خطرہ سے محفوظ
کر دیا جائے تو وہ ہندوستان کی جانب سے ایسی ہی مدافعانہ
طااقت ثابت ہوں گے جس طرح اپنے وطن سے کوئی مدافعت
کرتا ہے۔

یہ خطہ کہ آزادی کے وقت الگ کسی مسلمان حکمرت
نے ہندوستان پر حملہ کیا تو مسلمانوں کا رد یہ کیا ہوگا۔ نہیں
پست خالی ہے اور اس کا ہنریت سیدھا اور صاف جواب
یہ ہے کہ اگر مسلمان اپنے ہمایوں کی طرف سے کسی معاملہ
کی وجہ سے طعن ہوں گے اور ہمایوں کی تعزی کاشکارہ
ہیں تو ان کا رد یہ اس وقت وہی ہوگا جو کسی شخص کا اسکے
گھر پر حملہ کرنے کی حالت میں ہوتا ہے۔ الگ چھٹے اور اس کا
ہم قوم اور ہم مذہب ہی ہو۔ اس سے زیادہ ایک بات اور
بھی قابلِ حافظہ ہے کہ جب مسلمانان ہندوستان پر معاملہ
کی وجہ سے پابند ہوں اور غیر مسلم اقوام سے ان کا معاملہ ادا
ہر تا وہ احباب ہوتا یہی حالت میں کسی مسلمان بادشاہ کو
ذریباً اس کی اجازت بھی نہیں ہے کہ وہ ہندوستان پر حملہ
ہو بلکہ اس پر واجب ہو گا کہ وہ مسلمانان ہند کے اس
معاملہ کے کاپورا پر اخترام کرے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ
وسلم کا ارشاد ہے:-

ذمۃ المسلمين کو مسلمانوں کا عہد اور ذمہ داری ایک ہے
واحدۃۃیسوعی ایسیں سے ادنیٰ درجہ کا مسلمان بھی کوئی
بھااد ناہصر۔ عہد کوئے تو دوسروں پر اس کا احترام لازم ہے۔

کی طرح المحتا ہے اور ملکیت کی طرح بیٹھ جاتا ہے اور بیٹھ جائیں گے بعد اس کی اندر کی چھپی ہوئی گنڈیاں اس طرح منظرِ حکم پر آتی ہیں کہ دنیا اللہ اسی پر نفرین ہے مجھی ہے۔ پس آپ کو فکر ہجھوٹ کے مقابلے کی نہیں، اپنی سچائی کی ہوئی چاہئے۔

آپ سچے ہوں گے تو جھوٹ سے آپ نہیں نہیں کے خدا اس سے خود منزطے گا۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی

كتب أحاديث

۳۵۸-	بخاری مشریف اردو مع عربی مکمل در تین جلد
۲۸۱-	مشکوٰ مشریف " " " "
۲۸۲-	مسلم مشریف " " " "
۳۶۱-	ابوداؤد مشریف " " " "
۳۶۷-	نسائی مشریف " " " "
۱۸۷-	مشکوٰ مشریف صرف اردو مکمل جلد در دو جلد
۱۰۷-	سنن داری " " " در دو جلد
۱۲۷-	زیۃ البخاری اردو مع عربی (۱۵۲۴ق) احادیث کتاب انتخاب -
۸۷-	مسند امام اعظم (امام ابو حیان) کی انتخاب کردہ احادیث -
۸۷-	بلوغ المرام اردو مع عربی
۱۰۷-	تجزیہ بخاری " " "
۵۱-	انتخاب صالح

اسعد گیلانی کی چند کتابیں

قالہ سخت جان - اعلیٰ ایشیں چھپے۔ قسم دم چاروپے	حکایات جنوں
دو روپے	تلاش راہ حق
ایک روپیہ ۵۰ پیسے	پکارہ
ایک روپیہ ۵۰ پیسے	

مکتبہ تجھی - دیوبند (بیپی)

واقعہ کے مطابق ہے۔ حالانکہ حقیقت بہر حال حقیقت ہی رہتی ہے خواہ وہ کسی کو پسند ہو یا ناپسند۔ تمام دنیا کی متفقہ خواہش بھی سی واقعہ کو غیر واقعہ اور کسی امرِ حق کو غیر حق نہیں بناسکتی بلکہ حقائق اور اوقاعات ایک ایک شخص کی خواہشات کے مطابق ڈھلا کریں اور ہر آنے سے شمار متفضاد خواہشوں سے ہم آہنگ ہوتے رہیں۔ حققت تاب ذہن کبھی یہ سوچنے کی نیت گوارا نہیں کرتے کہ حقیقت اور آن کی خواہش کے درمیان اگر اختلاف ہے تو یہ تصور حقیقت کا نہیں بلکہ آن کے اپنے نفس کا ہے وہ اس کی مخالفت کر کے اس کا کچھ بگاڑنہ سکیں گے۔ اپنا ہی کچھ بگاڑیں گے۔ کائنات کا عظیم انسان نظامِ جن اصل حقائق اور قوانین پر بُری ہے ان کے زیرِ سایہ رہتے ہوئے انسان کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں ہے کہ اپنے خیالات و خواہشات اور طرزِ عمل کو حقیقت کے مطابق بنائے اور اس غرض کے لئے ہر وقت دلیل تجربہ اور مشاہدے سے یہ جانتے کی کوشش کرتا ہے کہ حقیقت نفس الامری کیا ہے، صرف ایک بے وقوف ہی ہے یہ طرزِ فکر و عمل اختیار کر سکتا ہے کہ جو کچھ وہ سمجھ بیٹھا یا جو کچھ اس کا بنا پر وہ فرض کر جاتا ہے کہ ہے یا ہونا چاہیے۔ اس پر حرم کر رہ جائے اور اس کے خلاف کسی کی مضبوط سے مضبوط اور معقول سے معقول دلیل کو بھی سُننا گواہ رہنے کرے۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی

زمانہ طرابے رحم صراف ہے۔ آپ کسی ہمنوعی تدبیر اور کسی بناوٹ سے اس کی جانیجی میں مکھرے نہیں نکل سکتے۔ فی الواقع آپ بے کھوٹ ہوں، تب بھی وہ بڑے تامل کے بعد آپ کو ٹھہرا نہیں گا لیکن یقین رکھیے کہ اگر آپ نے اپنے عمل سے اپنے آپ کو ٹھہرا ثابت کر دیا تو مخالف طائفیں چاہیے کتنا ہی امیری چوپی طی کازور لگا کر آپ کو ٹھہرا نہیں کوٹھش کریں۔ انشاء اللہ وہ مُنْهَنَ کی کھائیں گی اور آپ کا کچھ بگاڑنے کی جائے اپنا ہی کچھ بگاڑ لیں گی۔ آپ جھوٹ کی پورش دیکھ کر ذرا نہ ٹھبرا تین طوفان

(مولانا عبدالمالک جد دریا یادی)

ملی حادثہ

ڈاکٹر علوان داس، سرتیج بہادر پر کو لاتے، اور زندہ ہستیو کو رکھتے تو اتوالیسوں کو لاتے، جو مسلمانوں کے علوم و فنون اور سرمایہ ادب پر نظر رکھتے ہیں۔ جسے ڈاکٹر ناراچندیں۔ ایشور ٹوپا ہیں۔ اور یا ایسوں کو جمع کرتے۔ جو اسلامی عقائد و شعائر کا احترام کرتے ہیں۔ اور اسلام کی روایات و مذہبی ہیئت کے قائل ہیں۔ جسے پنڈت سندرلال اور ولی کے ٹرے سنبھا اور پریلی کے چھوٹے سنبھا۔ بیمار اور دہرہ دون کے سری پر کاش اور ولی کے نائک رام (زموجوہہ ہندو مہروں میں سے تشریف اور ملاؤ صرف دو چار اس معیار پر یورے آتے ہیں) لیکن یہ جو کچھ عرض ہوا، عطف یہ طور ایک مفروضہ کے ہوا۔ یعنی اگر غیر مسلموں کے داخلکی گنجائش ہوتی۔ ورنہ مسلمانوں کے خواتین انی مرضی سے بنا یا تھا۔ اس میں تو سرے سے کوئی گنجائش ہی سی غیر مسلم کی اس گورنمنٹ ہاوس میں نہ تھی۔ ملت نے اپنے قانون اساسی میں متعدد حلقوں انتخاب کے رکھتے تھے۔ ایک حلقة اول (بوانز رٹلیڈ قائم) کا تھا۔ ایک حلقة ڈو فرزر (معطی حضرات) کا تھا۔ ایک دوسرا حلقة مشترقی علوم کے خاطلوں کا تھا۔ ان میں سے مسلمان عالم و خاصل انتخاب ہو کر آتے تھے ایک اور حلقة کا نام علی (PROFESSIONAL LEARNERS) تھا۔ اس سے ذکیل یہ رٹریٹ ایک پریزیسر وغیرہ منتخب ہوتے تھے۔ ایک اور حلقوے مسلم درسگاہوں کے مندرجہ ذیل آتے تھے۔ کچھ عمر کا نفرین کی طرف سے جمی آتے تھے۔ اسی طرح اور بھی حلقوے تھے۔ اب ملت اپنے حق انتخاب سے محروم ہو گئی۔ وہ جسے چاہے وہ نہیں۔ یہکہ سرکار جس کو

علی گلڈ ہیل یورپی کی جدید کورٹ کے مہروں کی نہ سرت آخ کارشنہ ہو گئی ۱۵ مہروں میں سے ۱۲ غیر مسلم ہیں!۔ جس یونیورسٹی کی بنیاد کے وقت (ستمبر ۱۹۲۰ء میں) یہ طبقہ ہوا تھا کہ یہ یونیورسٹی مسلمانوں کی مخصوص یونیورسٹی ہو گئی اور اسی کی اس سب سے بڑی حاکم مجلس کے ارکان ہمیشہ مسلمان ہی ہوا کریں گے، اور اس لئے اس میں قدرت جگہ کسی غیر مسلم کردن ہوگی۔ اس میں ایک دم سے بر حکم سرکار، بارہ غیر مسلم ایکٹھی کی دیئے گئے۔ اور ساری ملت ہر انسان دو اس باختذالیکھتی کی دیکھتی رہ گئی۔ اور اس طرح جو یونیورسٹی "مسلم ہے تھی"، وہ یہکہ جیش قلم انتقال کر گئی اور اسی لمحے سیکور یونیورسٹی وجود میں آگئی! اب فاتح خیراں مرحوم کے حق میں چاہیے جس سوز دل سے پڑتے تھے رہیں۔ لیکن بہر حال اعادہ مددوم تو جس طرح قدمیم یونانی میں محل تھا۔ جدید عالم سیاسی سیاست میں وجود میں آگئی کچھ غیر مسلم مسلمانوں کے ہمدرد ہوا خواہ، مخلص دل سوت مسلمانوں ہی کی درخواست والتماس پراس محفل میں آئے ہوئے اور مسلمان خود احیفین بر بناۓ یگانگت اپنی بزم میں لائے ہوئے۔ جب بھی ایک بات تھی ہیباں ملت کی مرضی اور خوشی کا کیا ذکر یہ پورا قابلہ بر حکم سرکار و پر نور قانون لے آیا گیا ہے اور ملت کے سر پر مسلط کر دیا گیا ہے مسلمان اگر اپنے اختیار و انتخاب سے اپنے شریف و نیک نفس پرہیزوں کو لاتے تو گزرے ہوؤں میں گاندھی ہی، پنڈت مولی لال، پنڈت احمد صیانا تھے، پنڈت جواہر لال،

علی گدوہ کی کایا پیٹ دم کے دم میں ہو گئی۔ جس طرح
حدید آباد کی تدبیم حکومت یعنی دن کی مدت میں قضاۓ گھاث
اُتھنگئی۔ لیکن وہ بان تو آخیں نورت فوج کشی کی آئی تھی۔
یہاں شری چھا گلا کے منصوبے گھربیتھے پورے ہو گئے
اس بحث میں پڑنا کہ مہندو یونیورسٹی بنارس کی کورٹ میں
کتنے مسلمان غیر مسحونے کے سرے ہے لا حاصل ہے
اگر وہ مسلمانوں سے بھر بھی دی جائے تو اس سے زرہ
بھر بھی تلافی علی گدوہ کے گلا گھونٹ دینے کی نہیں ہو سکتی۔
شری چھا گلا سے تو کچھ کہنے سننے کی ہجت کسے۔ ان
سے تو جو لفظ ہونا ہے۔ وہ "آج" نہیں۔ اشارہ اللہ
"کل" ہی ہوگی۔ اتنی پڑی عدالت کے سامنے جس کا
آج انھیں کوئی تصور ہی نہیں۔ البتہ فاب علی یاد رہنگ
سے جو تشتیت اخلاص حاصل ہے۔ اس کی بنا پر پڑا
ہی دل دکھا، کہ اس فرمان تنقیل پر انھوں نے بھی اپنے
دستخط ثابت کر دیتے۔ اور تاریخ کے صفحو پر یہ داغ چھوڑ
گئے۔ کہ جس وقت اس تدبیم اسلامی ادارے کو "سیکولرزم"
سے مشرف کیا جا رہا تھا، اس وقت انھیں منظر کے
ایک رہنماء ایک حد تک شریک جم دہ بھی تھے۔
ناقل اگر رقیب ہے تو تم گواہ ہو۔
(صدق جدید مر التوبہ ۱۹۷۵ء)

لیوم الفرقان

بعضی شہداء کے پدر

کفر و اسلام کے پلے چیرنگاک معروکے۔ معکور بدر۔ میں
شہادت پانے والے صحابہ کا تواریف۔ ان کے ذخائن میں
معروکے کی تفصیلات اور اعجاز قدرت کی جھلکیاں دچاکیں پیسے)

ملکتہم تجلی دیوبند (دیوبندی)

پرہا راست نامزد کردے یا باوا سلطانا مزد کرادے۔ وہی میر
بن کر آیا کریں گے۔ مروہین میں مولانا عجیب الرحمن خاں
شروعی اور مجید خواجه۔ افضل العلماء۔ عبد الحق کرنوی۔ بابائے
اُردو ڈاکٹر عبدالحق اور ڈاکٹر ظفر الرحمن اور مولانا سید سلیمان
ندوی۔ مولانا شمس تکت علی اور مولوی بشیر الدین سریاتی میں
سابق وزیراعظم بھوپال کو چھوڑتے۔ زندہ سلامت لوگوں
میں اولہلہ بوائز میں ناظریار جنگ اور ہارون خاں شروعی
اور مسیح سعید محمد خاں جیسوں اور علماء میں مولانا علی میاں ندوی
جیسے اور نسفا اور تاریخ کے فاضلوں میں ڈاکٹر میر ولی الدین
اور ڈاکٹر یوسف حسین خاں جیسوں اور علمی پیشہ والوں میں
جیب الرحمن جید رہا بادی اور عدیل عیاسی جیسوں اور
مشرقيات کے فاضلوں میں عبد الشتاہ صدقی اور رسید احمد
صدقی جیسوں اور اسٹاف کے لوگوں میں مولانا اکبر رہا بادی
اور ظفر الرحمن صدقی جیسوں کو تکب بار اس انجمن میں مل سکا۔ اس
میروں کی نامزدگی کا معیار اگر پختہ دخالعر نیشنلزم ہوتا۔ تو
سب سے پہلی نامزدگی گاندھی جی اور جواہر لال دنوں کے
غسل و دیرینہ فیض ڈاکٹر سید محمود کولتی۔ اور ان کے پیدحیات اللہ
انصاری کو اور پھر انیس قدوامی کو یا سین نوری کو۔ لیکن ان
سب کے بھائے یہ اعزاز ملتا ہے تو کون کو یہ متعدد ایسوں کو
جو اپنی علمی و فنی کم مانگی اخلاقی دلی ناہلی اور تعیینی پستی کے
حافظے سے بھی اس مقام از رہمہ میں منتخب ہوتے کا تصور بھی
نہیں کر سکتے تھے؟ بس معلوم ایسا ہوتا ہے کہ زواب
چھا گلا ہمارہ حق مصاحبیت ادا کرنے کے صدر میں اپنے
دربار یوں کو جا گیرہ منصب سے نواز رہے ہیں۔ ایقیناً
اس کیلئے میں استشارة بھی میں، امیر جامعہ مسیحی، پرنسپل
بخاری۔ ڈاکٹر عن نظیر خواجه غلام السیدین۔ ڈاکٹر عبدالحید
خاں ایسے لوگ ہر علمی و تعلیمی مجلس کے لئے باعث فخر
ہو سکتے ہیں، لیکن سوال باقی لوگوں کے لئے ہے بجا رے
جمعیۃ العلماء والوں کی بھی ایک عمر کی خدمتگزاری بے کار ہی گئی
پر شمش نہ سرگرم کار اسعد میاں کی ہوئی اور نہ پُرہ قار
اور پُرہ نے میر عتیق عثمانی کی!

مولانا عبدالعزیز رحمانی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ عنوان بیلے بھی آچکا ہے۔ بعض موائع کے باعث سلسلہ منقطع ہو گیا تھا۔ اب غالباً برابر چلتا رہے گا۔ صاحب مخطوط نے اس مخطوط کی تایف میں عربی کتابوں کو سامنے رکھا ہے جو اصل مأخذ کا درج رکھتی ہیں۔ ان میں چند کے نام یہ ہیں۔ الاصابۃ فی معہفۃ الصحاۃ۔ کنز العمال۔ اشهر مشاہیر الادب سلوف۔ تاریخ بغدادی۔ کتاب المراجح۔ مروج الذہب۔ طبقات ابن سعد۔ توغیرہ

(۲) اسی انسانی شرف کے تعلق سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مجرموں کے ساتھ بھی شفقت تھی چنانچہ ایک چور کا پاٹھ شریعت کے مطابق کاٹا گیا۔ چور پر دینی تھا سرودی سے سخت پریشان فانک نامی ایک صحابی نے اس کو اپنے خیمہ میں پھرایا اور اگل جلاکر اسے سرودی کی آفت سے چھایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حب اس کی اصلاح ہوئی تو آپ نے فرمایا خدا یا تو فانک کی مغفرت فریبہ نے تیرے اس مصیبت زدہ بندے کی مدد کی اور اس کے ساتھ رحم و نہر دی کاہر تاؤ کیا۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی کو اپنے امن میں کیا اور اس کے جان و مال کو پناہ دی۔ پھر موقعہ پاکر قمل کر دیا تو میں ایسے تاثل سے میزار ہوں۔ مقتول اگرچہ کافر ہو۔

(۴) حضرت ابو بکر رضی کے دورِ خلافت میں یہ واقعیتیں آیا کہ میامد کے رئیس مہاجرون امیم ندو عورتوں کے ذات

رعایا کے جان و مال کا احترام

انسان کو اللہ تعالیٰ نے اشرف الخواقات بنایا ہے حتی الامکان اس انسانی شرافت کا احترام کرنا چاہیے اور اس میں سلم و غیر مسلم کا اختیار نہ کرنا چاہیے۔ اس سلسلہ میں چند واقعات بلا حظ فرمائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علقمؓ کو بہت سامال وزردی کر ابوسفیان کے پاس جکہ وہ غیر مسلم تھے روانہ کیا اور بینا مذکور اسے اپنے بیہان کے غرباء و مساکین پر خرچ کریں۔ حضرت ابوسفیان اسے پاکر بہت متاثر ہوئے اور ان کی زبان سے فرط تاثر میں بے اختیار یہ الفاظ بنکلے کہ عجیب بات ہے جو دن سے ہمایا مسلسل جنگ چڑھی ہوئی ہے اور تم سب ان کے خون کے پیاسے ہیں مگر وہ ہیں سخائف و وظائف بھیج رہے ہیں اور ہمارے ساتھ حسن سلوک فربار ہے ہیں۔

(۴) حضرت عمر بن کٹواد نے ایک افسر اسلامی فتوحات و مغاربات کے سلسلہ میں سفر کر رہا تھا۔ راستہ میں ایک نہر ہائل نظر آئی کیستی وغیرہ کچھ موجودہ تھی تو افسر نے ایک مقامی آدمی کو نہر کی گہرائی معلوم کرنے کے لئے نہر میں داخل ہونے کا حکم دیا۔ پھر وکر سرداری کا زمانہ تھا پوری نہر پار کر کے جب وہ نکلا تو صھر کو مرگی حضرت عمر کو واقعہ کی اطلاع ہوئی تو افسر کو طلب کر کے باز پر س کی۔ افسر نے جواب دیا کہ امیر المؤمنین میں نے اس کو قصداً قتل نہیں کیا ہے۔ نہر کے شیب و فراز سے مقامی آدمی ہی واقعہ ہو سکتے ہیں۔ اس نے نہر پار کرنے کے لئے اس کو نہر میں داخل ہونے کا حکم دیا تھا۔ کیونکہ پانی کی گہرائی معلوم ہونا ضروری تھا جنچہ ہم نے معلوم کرنے کے بعد نہر کو عبور کیا اور بڑی فتوحات حاصل کیں اور اس قدر کشیر رقم لیکر ہم حاضر ہوئے ہیں۔ یہ خوش خبریاں سننکر حضرت عمر کے چہرے پر جذبیتی آثار نیا ایسا نہیں ہوئے بلکہ وہی ناراضی اور تاسف کی لیکیفت موجود ہی۔ سر دلچسپی میں فرمایا کہ جو کچھ بھی مال و زیکر آئے ہوا اس سے کہیں زیادہ ایک جان بھجے عزیز ہے اس کے بعد فرمایا اعطا حلکہ دیتہ دا خرج فلا اسٹاٹ (اس کے گھروالوں کو دیتہ (مالی معافی) دیکر میری عملداری سے نکل جاؤ پھر تھاری صورت نظر نہ آئے۔

(۵) حضرت عمر اپنے آخری رج کے سفر پر تھے جو داعییٰ بستی میں ایک آدمی کو مقتول یا یا حضرت عمر نے لوگوں کو بلا کر معاملہ کی تحقیق و تفتیش کی تو رسنے کہا کہ ہم کو قاتل کا پتہ نہیں ہے۔ حضرت عمر نے بستی کے پچاس بڑھوں کو ساختیا اور جسم میں پہنچا کر یہ جلف اٹھوایا کہ ہم مشعر حرام اور مکہ مکرمہ اور خانہ کعبہ کے رب کی قسم کھاتے ہیں کہ نہ ہم نے قتل کیا ہے نہ ہم قاتل کا علم رکھتے ہیں اس نوکر حیثیت کے باوجود حضرت عمر نے ان لوگوں سے کہا کہ جاؤ مقتول کی دیت (خون بھا) تم

اکھروا اور ہاتھ کٹواد نے۔ ان کا جرم یہ تھا کہ ایک خودت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھوگانی تھی دوسرا عورت مسلمانوں کو برآہتی تھی۔ حضرت ابو بکرؓ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو فرمایا یا بھی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب شتم کی سزا تو اس سے بھی سخت سے اگر تم نے اس کو نہ دی ہوتی تو میں اس کے قتل کا حکم دیتا لیکن مسلمانوں کو برآہنے کی ایسی سزا جو منہلہ کی ماندہ ہے ہرگز منا سب نہیں الردو عورت مسلمان ہے تو عمومی تنبیہ و تادیب کافی تھی اور الردو عورت ذمیہ ہے تو جب اس نے شرک سے جو سب سے بڑا گناہ ہے جو گذر کیا گیا تو مسلمانوں کو برآہنے سے بھی درگذر ہی منا سب تھا اُندھی غلطی پھر ہوتی تو تمہیں اس کا خیازہ بھلکتا ہو گا۔

(۶) حضرت عمرؓ کے دو خلافت میں جب مصطفیٰ ہوا تو حضرت عمر بن عاصی اس کے گورنر مقرر ہوتے ان کو اطلاع ملی کہ دریائے نیل کو خوش رکھنے کے لئے یہاں کے دہقان اور کسان ایک لکواری لڑکی کا نیزرانہ پیش کرتے ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ اسلام میں یہ قتل اونلاہاں نفس کا اسی حالت میں جو از نہیں چنانچہ حضرت عمر کے ہمید مبارک میں دریائے نیل کا یہ جاہلانہ اور بے رحمان چڑھا دیہیشہ سہیش کے لئے بند ہو گیا اور حضرت عمر نلکی فرمان دریائے نیل کے نام لکھا تو معمول سے بھی سولہ کڑا دنچا پانی آیا۔ (یہ فرمان تاریخوں میں محفوظ ہے)

(۷) حضرت ابو بکرؓ کے عبد خلافت میں عکرمہ بن ابی جہل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نلکو حسر قبیله بنت و قیس سے نکاح کر لیا تو حضرت ابو بکرؓ نے دنوں کو آگ میں جلا دینا چاہا لیکن حضرت عمرؓ فرمایا کہ قبیله سے صرف نکاح ہوا تھا وہ حرم میں داخل تمہیں ہوتی تھی اس نے امہات المؤمنین میں اس کا شمار نہیں موصکتا اور نہ پھر پسزادی جا سکتی ہے یہ سنکر حضرت ابو بکر اپنے ارادہ سے رک گئے۔

تو مالخ خفاہو کر کہا۔ اے زناکار تو اب آیا ہے! —
ڑکے کو بھائی بہت ناگوار گذری۔ اس نے جاہاں سے فریاد کی حکم نے حوالوں کو سیندھ کے لیا اور صحریا کہ بات کے پھالیں کوئی نہ کھانے جائیں جو تہمت لکھانے کی سزا ہے۔ یہ فیصلہ سنکر ٹڑ کے کے دل میں باپ کی محبت جوش زدن بڑی اور وہ بے اختیار کیہ اٹھا کر آپ اگر ان کو کوڑوں کی سزا دینا چاہتے ہیں تو میں اپنے زانی ہونے کا اقرار کیے لیتا ہوں۔ یہ سنکر حاکم نے محسوس کیا کہ معاملہ مشتمل ہے اور میرے لئے اپنے فیصلے کو نافذ کر دینا مناسب نہ ہو گا اس کے بعد اس نے حضرت عمر بن عبد العزیز کو تمام واقعہ کی اطلاع دی حضرت عمر بن عبد العزیز نے حواب دیا کہ میٹا معاف کرنا چاہتا ہے۔ اس لئے اب سی سے بچہ تعرض نہ کرو اور معاملہ ختم کر دو۔

(۱۲) انسانیت کے احترام میں یہ بات بھی ضروری ہے کہ شاہ و گد انصاف کی نظر میں ایک ہوں۔ حضرت عمر بن فضیل کے زمانہ میں ایک عیسائی بادشاہ جبلین اہم مسلمان ہونے کے بعد طواف میں مشغول تھا کہ اتفاقاً اس کی چادر ایک فرزانی عرب کے پاؤں کے نیچے دب گئی جبلہ نے غضبناک ہو کر ایک چھپڑا اس زدہ سے مارا کہ اس کے کئی دانت لوٹ کئے اس نے حضرت عمر بن فضیل سے فریاد کی تو حضرت عمر بن جبلہ سے حواب طلبی کی۔ وہ

کہنے لگا کہ اگر — بیت اللہ کی حرمت کا خیال نہ ہوتا تو اسے قتل ہی کر دیتا حضرت عمر بن فضیل نے فرمایا تم نے اقبالِ حرم کریا ہے لہذا یا تو اس سے معاف نہ گویا اقصاص دو جب دنیا کیا مخدوٰ ہے بدله لیا جائے گا۔ حالانکہ میں بادشاہ ہوں اور وہ ایک عظیم آدمی حضرت عمر بن فضیل نے فرمایا انصاف کی نظر میں ہم سب برابر ہیں اب تو جب بہت سیاٹیا اور معاف نیا اقصاص دینے میں تھے کسی صورت کا انتخاب کرنے کے لئے غور کی مہلت مانگی۔ مہلت دیدی گئی تو وہ راتوں رات بھاگ لکھا رہا تھا کہ بھاگنا تو بادشاہ ہونے کے باوجود ایک دیہاتی کوچپت

لوگ ادا کر دو۔

(۹) حضرت عمر بن فضیل کے زمانہ میں یہ واقعہ پیش آیا کہ کچھ لوگوں نے اپنے بیویوں ایک نوجوان کو اس کی لے خسروی کے عالم میں دھوکہ سے قتل کر دیا معااملہ حضرت عمر بن فضیل کے نامے پیش ہوا تو یہ راز تھلاکہ ایک عورت کا شوہر لاپتہ ہو چکا تھا اور اس عورت کا بعض اہل شہر سے ناجائز تعلق تھا ہو گیا تو اس خوف سے کہ کہیں اس کا بلا کا خفیہ لاقا توں کا بھانڈانہ بچوڑ دے انہوں نے اس کے ڈڑ کے دھوکہ سے قتل کر دیا جس میں وہ عورت بھی شریک تھی لوگوں نے قتل کے بعد شہر سے باہر ایک کنوں میں پھینک دیا پھر اس عورت نے دعویٰ بھی دائر کر دیا۔ پولیس نے بھاگ دوڑ کی تولاش ایک کنوں سے ملی۔ پھر ثبوت بھی مہیا ہو گئے تو مجرموں نے اقبالِ حرم کر لیا۔ اس پر حضرت عمر بن فضیل دیا کہ اس جرم میں بحقیقی آدمی شریک رہے میں سب کو قتل کر دیا جائے۔ مرد عورت بلا کر چھپتا آدمی تھے سبق قتل کر دیئے تھے حضرت عمر بن فضیل کے نامہ طرح کے ظلم میں اگر پورے اہل صفا و رمیم کو شریک ہوتے تو میں سب کو قتل کر دیتا۔ مثلاً آپ کا یہ بتانا تھا کہ ایک قتل کی سزا میں چھسات ہی نہیں۔ سود و سو آدمی بھی موت کے گھاٹ آتارے جاسکتے ہیں۔ اگر انہوں نے مل کر سازش کی ہو۔

(۱۰) منظور نامی ایک شخص نے اپنے باپ کی عورت سے نکاح کر لیا یہ میاں بھی بھر بن میں گرفتار ہو کر مدینہ منورہ لاے گئے تو حضرت عمر بن فضیل کو قتل کرنا چاہا تو منظور نے حلف اٹھایا کہ مجھے اس رشتہ کے حرام ہونے کی قطعاً اطلاع نہ تھی حضرت عمر بن فضیل اس کو قید کر دیا۔ پھر اس نے چالیس یار قسم کھانی مجھے اس رشتہ کی حرمت کا کچھ بھی علم نہ تھا اس طبق حضرت عمر بن فضیل اس کی حان بخشی، اور فرمایا اگر تو ایسا حلف نہ اٹھاتا تو میں تیری گردن مار دیتا۔ (۱۱) مصباح نامی ایک شخص نے اپنے بیٹے کو کسی کام میں پاتھ بٹانے کے لئے پکارا لڑا کا کچھ دیر کر کے ایسا

میں عبیداللہ کے قتل کا فتویٰ دیا یہ معاملہ بہت سخت تھا کل باپ پہنچ ہوئے اور آج بیٹا قتل کر دیا جائے اس طرح تو خاندان عدی میں انتقام کی آگ بھڑک جائے گی۔ لیکن الصاف کو یاسی مصلحتوں سے بالا فرار دیا گیا۔ عبیداللہ مجرم قرار پائے کہ انہوں نے قانون کو ہاتھ میں تیکردا وابسی ہستیوں کو قتل کیا تھا جن کا حرم ہنوز ثابت نہیں ہوا تھا۔ پھر انھیں سزا ہی دی جاتی نگر خون بہا (دیت) پر معاملہ طے ہو گیا۔

(لھوٹ) اصحاب میں حافظ ابن حجر نے یہ بات بھی نقل کی ہے کہ عبیداللہ بن عمر کو گرفتار کر کے حضرت عثمان نے ہر مزان کے لڑکے قماذبان کے سپرد کر دیا وہ قتل کے بعد لے قتل ہی کرنا چاہتا تھا لوگوں نے اس سے سفارش کی اور اس کو دیت پر راضی کرنا چاہا۔ تو اس نے کہا کہ اگر میں عبیداللہ کو قتل کرنا چاہوں تو کیا آپ میں کوئی صاحب بھجے روک سکتے ہیں۔ سب نے کہا نہیں۔ آپ کو اس کا پورا پورا حق ہے تب اس نے کہا میں نے معاف کیا۔ لیکن بایں یہ حضرت عثمان نے اپنی طرف سے اس کو دیت کی رقم بھی دی حالانکہ معافی کے بعد قانون اس کا مستقاضی نہ تھا۔

بھرا کم کی سزا میں شفقت و عناء

۱ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص لا یاگی اس نے اپنی زنا کاری کا اقبال خود کیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کوڑا منگوایا۔ ایک معنوی کوڑا لا یاگیا تو آپ نے فرمایا اس سے بہتر قسم کا لا د تب نیا اور غیر متعل کوڑا لا یاگیا۔ آپ نے فرمایا اس سے ذرا نرم و لام کوڑا الا د تو ایک اوس طریقہ کا کوڑا لا یاگیا جو نہ بہت ملائم تھا نہ بہت سخت آپ نے اس سے حد گلوٹی۔

۲ ایک شخص نے اپنی خادمہ کو زنا کے جرم یعنی سزادی کے اس کی فرج کو جلا دالا خادمہ نے حضرت عزیز

رسید کے لئے کی سزا سے نجی سلتا۔

(۱۳) حضرت عمرؓ کو تلوستہ کی فتح کا مردہ بینجا تو انہوں نے قاصد سے پوچھا کہ کیا اور بھی کوئی خبر ہے؟ قاصد نے کہ جی پاں سملانوں کا ایک آدمی مشرکوں کا جاسوس بن گیا اور مشرکوں کے ساتھ جاماً تو ہم نے اس کو نکٹا اور قتل کر دیا حضرت عمرؓ نے فرمایا ہرگز مناسب نہ تھا۔ تم کو چاہیے تھا کم اسے قید کر لیتے اور اس بری حرکت سے تو بہ کرنے کی تلقین کرتے۔ اگر وہ کسی طرح دوبارہ سہ باڑ کو کشش کے باوجود تو یہ نہ کرنا تاب اسے قتل کرنا بھی ہوتا یہ کہتے ہوئے آپ کے چہرے پر ملال کے اشارتے پھر پر سوز آواز میں کہنے لگے کہ اے اللہ میں وہاں حاضر نہ تھا نہ میں نے قتل کا حکم دیا اور نہ میں اس کی اطلاع پاکر راضی ہوا۔

(۱۴) جب فاروق عظیم کو ابوالوادر جو سی نے قتل کر دیا تو حضرت عمرؓ کے صاحبزادے عبیداللہ نے مغلوب الغضب ہو کر فانش کی لڑکی اور فانش کے شرکی جم ہر مزان کو قتل کر دیا ان کے خیال میں یہ سبقتی کی سازش میں شرک تھے کیونکہ جس پتھار سے ابوالوادر نے حضرت عمرؓ کو شہید کیا تھا اس کو شہادت والی شب میں ہر مزان کے پاس دیکھا کیا تھا جس کے گواہ عبد الرحمن بن ابی بکر تھے۔ سعویٰ نے مردج الذہب میں مزید لکھا ہے کہ ابوالوادر ارض عجم میں ہر مزان کا قدیمی علم تھا۔ حافظ ابن حجر نے اصحاب میں یہ بات لکھی ہے کہ حضرت عبیداللہ نے فرمایا کہ میں نے کل ہر مزان اور ابوالوادر کو ایک جگہ رازدار افسوس مشورہ کرتے ہوئے دیکھا تھا مجھے دیکھ کر یہ الگ ہونے لگئے تو ابوالوادر کے ہاتھ سے دو طرافہ بھیل والا ایک خنجر گرا تھا۔ شہادت کے واقعہ میں ابوالوادر کا خنجر اسی قسم کا پایا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر مزان قتل کی سازش میں شرکی تھا۔ اس لئے حضرت عمرؓ کے صاحبزادے عبیداللہ نے اسے بھی جرم بھجو کر قتل کر دیا جب حضرت عثمان خلیفہ ہوئے تو سب سے پہلے آپ کے پاس یہی مقدمہ آیا حضرت علیؓ نے قصہ

۸ امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے حکام کو لکھا کہ عصہ کے وقت کسی کو فوراً سزا نہ دو بلکہ اسے قید خانہ میں ڈال دو جب غصہ ٹھنڈا ہو جائے تو اس کو قید خانہ سے باہر نکالو اور سزا دو۔ لیکن یہ سزا پندرہ کوڑے سے زیادہ نہ ہو۔

۹ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کسی کو اس کے سراور داڑھی کے رکھا تھا کہ کسی کو اس کے سراور داڑھی کے بال پکڑ کر نہ کھینچ جائے۔

۱۰ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ اپنے شاہزادگی کے زمانہ میں ولید بن عبد الملک کی طرف سے مدینہ کے حاکم تھے اہل مدینہ ان کے بہترین سلوک سے بے حد و بیش تھے جب جمیع میں حاکم ہو کر آیا اور لوگوں کو طرح طرح کے عذاب میں بنتا کیا اور الامان الامان کا شور اٹھا تو ایک دن جمیع نے مدینہ والوں سے پوچھا کہ تمہارے دلوں میں عمر بن عبد العزیزؓ کی محبت اس قدر کیوں ہے؟ جواب ملا کہ ہم لوگ ان کی عادلانہ سیاست سے سیدھے مطمئن تھے ان کی تادیب و سیاست بس تین لکھ سے دس کوڑے تک تھی۔ جمیع نے کہا اس معنویت پر ایسا رعب و دداب اور یہ علقت و محبت صرف خدا داد بات ہے۔

سخیادگی آپ نے اس کے آقا کو بلا یا اور سخت تنبیہ و تاذب کے بعد فرشہ مایا کہ تو یوں درست نہ ہوگا جب تک تجھے جرمانہ نہ ہو۔ جرمانہ یہی ہے کہ تیری خادمہ کو میں نے ازاد کر دیا۔ اب تھکو اس پر کچھ تھیں رہا۔

۱۱ حضرت عمرؓ نے ایک بار شام کی جامع مسجد میں اعلان کیا کہ حد لگاتے والے جلدیا سپاہی یا حاکم کے لئے جائز نہیں ہے کہ حد لگاتے ہوئے ہاتھ اس قدر اوپنجا اٹھاتے کہ اس کی بغل کھل جائے۔

سخنی سے مارنے کے لئے ضروری ہے کہ آدمی ہاتھ خوب اونچا کرے یہاں تک کہ بغل نظر آنے لگے حضرت عمرؓ نے حد لگاتے والے سے فرمایا اضطرت و لا جریئی ادھڑک حد لگاؤ مگر اس طریقہ پر نہ مار و کہ تہاری بغل نظر آتے۔

۱۲ حضرت عمرؓ نے یہی فرمایا کہ ایک ہی جگہ سل ز مار و کیوں نہ ایک ہی جگہ پر سلسیل تازیانہ پڑنے سے اس جگہ کے مکٹ پھٹ جاتے اور زخم پڑنے کا اندر یا شے ہے۔

۱۳ حضرت عمرؓ نے فرمایا صفر حد زنا یا حد قدف (آہم لگاتے کی سزا) وغیرہ میں کوڑے سے مارا جائے ورنہ عام تنبیہ و تحریر کے موقع پر صرف دڑے یا بینت کا استعمال کیا جائے۔

نیز فرمایا کہ درڑہ لگاتے وقت جسم کا پڑا زان اگرا جائے۔

(الف) امام ابن تیمیہؓ نے صراحت کی کہ کوڑے کی سزا درڑہ سے اشد واقعی ہے۔

۱۴ حضرت علیؓ فرمایا کہ مار بھی بہت سخت نہ ہو اور کوڑہ ابھی بہت سخت نہ ہو بلکہ تو سط کا خیال رکھنا چاہیے۔

۱۵ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے اپنے تمام عمال کے نام فریان بھیجا کہ حد دشمنی کے علاوہ دیگر تمام تادیبی موقع میں جو بھی سزا دادی جائے وہ تیس کوڑے سے زائد ہرگز نہ ہو۔

السلامی خطوط نویسی

پھون پھیوں اور معنوی پڑھ لکھوں کے لئے مفید خط لکھنے کا طھنگ اور سلیقہ ضروریات زندگی میں سے ہے۔ اس کتاب پر سے فائدہ

اٹھائیے

۴۰ نئے پیسے

مکتبہ تخلی - دیوبند - (لہوپی)

کشکول مولانا منقتو مرح شفیع صاحبؒ کے مختلف مضامین کا دلچسپ مفید اور ایمان پر و توحید - گو ناگوں معارف و لائق ساطھ سات روپے۔

مفردات القرآن

قرآنی الفاظ کی مشرح و توضیح پر کتاب جو تمام بڑی بڑی تفاسیر کے لئے بنیاد کا درجہ رکھتی ہے۔ اُردو ترجمے کے ساتھ۔ مدیریت چالیس روپے۔

فیوض بیزداںی اشاع عبد القادر جيلانی رحمی الفتح الزیبی کا اُردو ترجمہ۔ پڑھنے لطف یعنی اور

فائدہ اٹھانے کی چیز ہے۔ بارہ روپے۔

الوسیلہ قرآن میں جس وسیلہ کا حکم دیا گیا ہے وہ کیا ہے؟ این تعریف کی کتاب اپنے پورا خون پر حرف آخر بھی گئی ہے۔ اُردو ترجمہ سلیمانی - قیمت نور روپے۔

صحابہ کرم - قرآن کریم میں سیرہ عثمان کے نیکنام مؤلف جناب سید

نور الحسن بخاری کی ایک تازہ کتاب۔ تمام صحابہ کرامؐ کی عظمت اور خلق اور راشدین کی حقانیت پر فرضیات کی روشن شہادتیں۔ یہ حکم کتاب اپنے پڑھنے والے کے دل و دماغ کو اللہ رسولؐ اور صحابہؐ کی محبت کے نور سے بھرتی ہے۔ مجلد چھروپے پچاس روپے۔

مصائب الصحابة مصایب و شرایط اللہ اکبر۔ اسلام لانے کی سزا میں داستان خونکار کو نور الحسن بخاری کے ذریف نگار فلم سے پڑھئے۔ مستند اور سبق آموز۔ دو روپے۔

سوائی خ حضرت بابا فرید الدین نجح شکرؒ

مشہور زمانہ بزرگ خواجہ شیخ فرید الدین مسعود نجح شکرؒ کی دلچسپ اور رووح پرور سوانح۔

قیمت چھ روپے۔

دہلي کے تاریخی مقاماً اور گذشتہ دور کی اہم شخصیتوں سے متعلق سہ سیلہ حمد خان کی معلماتی تصنیف

آثار الصشتا دید

پانچ سال کی سلسلہ محنت اور کاوش سے ایک جامع اور مکمل ایڈیشن کی صدورت میں اضافوں اور تعلیقات کے ماتھے شائع ہوئی ہے۔ ترتیب و تدوین میں سالانہ تسامن ادار نجوم سے مدد لی گئی ہے۔ ایک سو چالیس نقصہ جات کے علاوہ عمارتوں کے کتبے اصل خط اور اصل طرز میں رکھائے گئے ہیں۔ فوٹو افرط طباعت کے ساتھ ۱۸۲۸ سال میں ۲۸ صفحات پر بھی ہوتی ہے۔ مجلہ نہایت خوبصورت اشارہ روپے۔

عیض الدین مناظر

مولانا منظور نعمانی کی شہور کتاب - جو کافی دنوں سے نایاب ہو رہی تھی۔ دیوبندی اور بریلوی نزاع پر عجیب کتاب۔ نیا ایڈیشن معیاری اور تھرا۔ قیمت دو روپے۔

پھرے

شورش کاشمیری کے پر نگار فلم سے مشاہیر کا تعارف۔ حسین اور بھر پور الفاظ میں۔ سیکڑوں قلمی تصویریں۔

قیمت پانچ روپے۔

فاران کا توحید نمبر

بععت کے رد اور سندت کے اثبات میں فیصلہ کن اور لا جواب مضامین کا یہ خیم جموعہ بار بار چھپ کر شہرت پا چکا ہے۔ اس کے مطلع کا زرین مو قعدہ اس سے زمانے دیجئے۔ قیمت سارے چار روپے۔ مجلد چھروپے۔

ملکتہ محلی - دیوبند - (بی۔ پی)

قدیم عربی تعلیم پدر لعیۃ مرا سلت

لوگ اور نوجوان حوریں شیطانی فتنہ اور فساد میں بیتلہ ہو کر اللہ تعالیٰ کا خوف و ہراس دل دیاغ سے مٹا چکے اور سورہ المستحبہ منیر سورہ الفرقان کی ان آیتوں کے معنی کو بھلا چکے قال اللہ تعالیٰ قلَا يَعْرِفُونَ وَلَا يَهْتَدُونَ أَوْلَادُهُمْ دعور توں سے خطاب ہے) قال اللہ تعالیٰ وَلَا يَأْتُونَ السُّفْسُ الَّتِي حَرَمَ اللَّهُ الْأَحَدُ وَلَا يَهْرُونَ۔ مرد اپنی مشکوہ جو حاملہ ہو چکی اس کے ساتھ انصال دوسرا ترکے حمل کی خاطر حاری رکھتے اور غیر حاملہ نہ ہو جانیکی کوشش حاری رکھتے اگرچہ مادہ تولید کے عمر میں اپنی اولاد کا خون پر خون کیوں نہ والقع ہو جائے اور ایسے بے زبان بے شکل و صورت مظلوم مقتول پہلوں کا خون طبی اصطلاح میں سیلان الرحم کے نام سے یاد کیا جاتا اور طبی علاج ہو رہا ہے مگر لو طاعلہ الاسلام کی قوم کی ہلاکت (سماؤی سنگسار لعیۃ غدیر تھراوی کیتے جانے) کے اسیاب کو یاد نہیں کیا جاتا۔ جانوروں سے بھی حاصل کرنا چاہئے اس لئے کہ اس طرح کی ظالمانہ اور قاتلانہ حركات کسی جاوزہ میں نہیں بایا جاتا۔ بین عقل و دلنش بیان گزشت ۔ حضور ہنے ابتدائیہ تعلیم عربی دینے کے بعض "بے پیش" البداء المضموم خواہ۔ ابتداء المکروه "ب" کے طرز پر لکھا ہو وہ معزز مولف مہریانی فرمائ کے ایک سخن مندرجہ ذیں پتہ پر ارسال کر کے رام الحروف عبد الدود شکر ازی الہماری کو ممنون و مشکور ہونے کا موقع بخشیں گے۔ میں نے مندرجہ بالاطر زیر ابتدائیہ تعلیم عربی کے لئے کتاب لکھ چکا ہوں۔ بغیر اس سے اوپری تعلیم عربی دینے کے لئے مکالمہ میں زیر تالیف ہے۔ چونکہ جھے استعداد تعلیم عربی و ترجیح عربی عام (C M M O N) اختیار کرنے ہے۔ اس لئے دوسرے لوگوں کی تصانیف ملاحظہ کر لینا از بس ضروری سمجھتا ہوں۔

عبد الدود شکر ازی الہماری۔ المدرس الاقل یہم تعلیم عربی

بذریعہ مرا سلت وہی تعلیم عربی وہی جائے فی اور وہی ترجیح عربی سکھلا جائے گا جو کہ سائے بہجان میں دریافت جن (جنبات زمین) سے کتنا ہی دور بلندی پر رہتے اور بستے ہوں) واسطہ عام (معنی C M M O N) سے قال اللہ تعالیٰ اور میں نے نہیں پیدا کیا جبات اور انسان کو مگر عبادت کے لئے۔ لہذا ہم لوگوں کو چاہیے کہ ہر طرح کے شرک اور بدعت بدید سنت اور توحید کی صدی ہے جس کا مکالمہ جس فعل کو محمد م نے علماً نہیں کیا اس کا م فعل کو عملًا جاری کرنا اور حسن کام یعنی فعل کو محمد نے عملًا کیا اس فعل (کام) کو ترک کر وہیا ہی بدعت ہے جس کے باعث بعدی ہرگز ہرگز محمد کو آخری نبی آخری پیغمبر اخڑی رسول نہیں مانتے (ا) بدعت کیا ہے (ب) بدعت مکتوبات و غیرہ مکتبہ تعلیم دلپہنڈ صلح سہار پورے سکو اک مطالعہ کرتے رہنا چاہیئے، وغیرہ سے دوسرہ کہ اور اللہ تعالیٰ کو پیچاں کر اسکی عبادت میں دن اڑ روزہ زکوہ ادا کرنے میں) صدق دل سے شغول رہنا چاہیئے۔ قدم عربی طلباء کی فرمائش پر صراحت بھرپنی، وہلات کیمپرچ نیزا سفسوڑ پیشوہ کٹی گی عربی کتابیں وہاں کی تعلیم کے لئے ہم نے سنگوایا۔ جس کے سلطان العس کے کھڑا برد لے کھڑا زیر (د)۔ الٹا پیش (د) کا نام دشان تک نہیں پایا گی اور نہ کوئی کوئی تبدیل کر کے اس کے اعراب کو حرم میں تبدیل کرنے کی کوئی بات نہیں ہوئی پائی تھی اور نہ تو آیت کے قریب تین لفظ کے آخری حرف کے اعراب کے جم میں تبدیل کرنے کی کوئی بات نہیں ہوئی پائی تھی۔ مندرجہ ملا ماتیں آزاد ہند میں مخصوص پائی جاتی ہیں۔ ترجیح عربی کی مثل ملاحظہ پہنچنے کا ترجیح قریب قریب ہر لکھتی میں زنا ہوا ہے اور سب چکوں پر نہ ناٹھکی مزدودی ای نگسار (قل) مقرر ہے جس کے عام قلم معنی اپنی اولاد کو قتل مادہ تولید کے عمر میں کرنا کہا گیا ہے۔ اچھی کے نوجان مرد

آرہا ہے اور ”گلوہ سیں قرآن“ اور ”قرآن اروہ میں“ نام رکھ کر عام طریقہ سے کمزور ایمان والوں کے ذریعہ فروخت کراہا ہے (حدیث:- آخری وقت میں ایسے لوگوں سے ملاقات ہو گی جن کو تم ہبھا لے گے متوجہ جانو گے نہیں)۔

الشیعر تعالیٰ کے آخری رسول محمدؐ نے فرمایا کہ میری اترت میں سے جو کوئی مسیرے اور میرے خلفاء راشدین کے جیسی علیٰ زندگی گذارے گا وہی فرقہ میں نہیں پڑیگا۔ اور جنت میں جائے گا خلفاء راشدین وہی ہیں جو کہ محمدؐ کے صحابیؓ ہیں اور جنہوں نے محمدؐ کی پیش امامی میں بحثیت مقتندی نہ ساز ادا کیا۔ اور خلفاء راشدین نے محمدؐ کی وفات کے بعد مسیلاز النبی وغیرہ نہیں منایا۔

القدیم۔ مدح حسینیہ۔ ولی فرمیا ہے ”الحمد لله ما شکر جشید پور چھاپخانہ نے ابھی تک کتابیں چھاپ کر رہیں بھیجا ہے اور معزز زمولف صاحب نے ابتدائی تعلیم عربی دینے کے لئے کوئی کتاب ابھی تک نہیں بھیجا ہے قدیم عربی کے طلباء کو چاہیئے کہ مندرجہ ذیل کتب ضرور شکوہ اک مرطبال العد کرتے رہیں۔ (۱) عربی کا انسان فاعده (۲) علم الصفت (۳) علم الخود (۴) عوائل الخود (۵) صفوۃ المصادر (عربی) (۶) روضۃ الادب (۷) عربی (لطفگزار) وغیرہ۔

لوقت :- خلفاء راشدین کے زمان میں شیطان کے معتقدین جنات و شکل آدم زادہ سولانا عالم فاضل بن کر تعلیم الاسلام اور تعلیم قریم عربی کو بھاگتے کے لئے آیا کئے چھاپ کچھ کم کل کے زمان میں شیطان کے معتقدین ملت پور وہیں مولانا ہندی مولانا اعرافی مولانا بن کر

دینی تقریب میں اسلام کی اہم ترین بینادی تعلیمات پر موثر اور قومی تقریب میں مسلمان کے کام آنے والی ضروری معلومات کے علاوہ یہ کتاب دعاظ و تقریب کی مشق کے لئے بھی نہایت مفید ہے۔ دو روپے - (جلد دو روپے ہر پیسے مولانا منہ المثل رحمانی کا ایک دلچسپ سفر نامہ جو حقیقت پسند اندھالعہ کا چھانموہن ہے سفر صہر و جماں قیمت دو روپے ۵۰ تھے پیسے۔ (قابل یہ تفاصیل کی تصویر کے ساتھ) مکتبہ تجلی - دیوبند

عطر روح چمن

دنوازہ اور پر کیف خوشبو تیز اور دیر پاپا۔ ایک تولہ:- یارہ روپے۔ چھ ماش:- سماڑھ چھ چھ روپے
تین ماش:- سماڑھ تین روپے ڈیڑھ ماش:- ڈیڑھ روپے

گلزار سینٹ

نبتاً ملکی خوشبو، فرحت بخش اور روح پرورد - ایک تولہ:- دس روپے۔ چھ ماش:- سماڑھ پانچ روپے
تین ماش:- تین روپے۔ ڈیڑھ ماش:- ڈیڑھ روپے۔

تریاق معدہ معدہ و جگر کے لئے ایک نعمت - ریاحی تکالیف کیلئے خاص تخفہ۔ خداک صرف ایک رقی۔ مفصل ترکیب اس تعالیٰ ساتھ ملکی خوشبو تیزی ہے) ۲۱ دن کا کورس تین روپے۔ **لوقت**:- عطر یا تریاق معدہ شرے کیسا تھے طلب کیا جائے تو علیحدہ ڈاک خرچ نہیں لگتا۔

دار القیض رحمانی - دیوبند (دو۔ پی)

از پروفیسر رام جی سنگھ

کشمیر۔ ہندوستانی سیاست کا سراب

کشیر کے بارے میں ہمارا سرکاری اور قومی نقطہ نظر کچھ بھی ہو۔ مگر ملک کے سوچنے سمجھنے والے حلقوں میں ایسے متعدد افراد موجود ہیں جنہیں اس نقطہ نظر سے اتفاق نہیں ہے بلکہ وہ اپنا جدراً کا نہ انداز نظر کرتے ہیں اور ملک کی بہبود اور خیر خواہی کے جذبے سے اسے پیش بھی کرنے میں باک محسوس نہیں کرتے۔ ایسے ہی ایک صاحب فکر کا مضمون ہدیہ قارئین ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ قومی جوش و خروش اور جذباتی بہاؤ کے سہنگاہی دور میں وہ باتیں اچھی نہیں معلوم ہوتیں جو متن، معتدل اور فکر انگیز ہوں لیکن یہ بھی ظاہر ہے کہ دور اندلسی اور تھیسی اور فکر کا شیع عقل و ضمیر ہیں نہ کہ جذبات و خواہشات۔ کوئی حرج نہیں اگر ہم مٹھنڈے دل سے دوسروں کا نقطہ نظر بھی سن لیں۔ (دادا)

ہندوستان کے آزاد ہونے تک بھی تھے ہمارا جاہری سنگھ دوسرے دلیسی راجاؤں کی طرح برطانوی حکومت کے پڑھو اور بطلان الغان راجا تھے۔ ان کے خلاف ۱۹۴۲ء میں جوں کشمیر مسلم کانفرنس کا قیام عمل میں آیا جس کا قوت ۱۹۴۷ء میں نام بدکر "نیشنل کانفرنس" کر دیا گیا۔ ہمارا جاہری سنگھ پورے کشیر کے راجا تو تھے۔ لیکن گلگت کے انتظامی امور انگریز افسروں کے ہاتھ میں رہتے تھے اس لئے کہ برطانیہ کو روں سے ڈر تھا۔

ہندوستان میں اضمام

دلیسی ریاستوں میں انگریزوں کے وقت میں بھی اندر میں نیشنل کانگریس نے جمہوری نظام حکومت کے لئے تحریک کھڑی کی تھی۔ نہرو جی نے ہمدردی تعاون اور تغییب دی۔ ہم جانتے ہیں کہ کس طرح عبوری حکومت میں رہتے ہوئے بھی نہرو جی کشیر میں جاگر گفتار ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ کانگریس نے اپنی تحریک آزادی کے سلسلہ میں یہ اعلان کیا تھا کہ آزادی ہونے کے بعد دلیسی ریاستوں میں ذمہ دارانہ جمہوری حکومتیں قائم ہونگی کیونکہ اعلیٰ اقتدار کے حقوق ارعوام ہیں۔ فطرت اہم

جغرافیائی نگاہ سے کشیر کے چار قدرتی حصے ہیں جنوب میں جوں زیستی میں کشمیر کی وادی شمال میں گلگت اور وادی اور تربت کے نیچے لداخ۔

کشیر کی سرحد پہندہ وستان، پاکستان افغانستان، تمدن، چین اور روسی ترکستان کی سرحدیں ملتی ہیں۔

تاریخی پس منظر

۱۵ اویں صدی تک کشیر پر بودھ اور ہندو خالاوادی کاراج تھا جس کا ذکر "راج تریخی" نامی کتاب میں تو ہے ہی۔ ساتھ ہی ساتھ انتہ ناک، شنکر اچاریہ پین، مارتند وغیرہ مقامات کے نام بھی اس کے ثبوت میں ۱۶۵۴ء تک وہاں سلم حکمرانوں کا راج رہا جب اکبر نے اس پر قبضہ کیا تھا پھر کھنکھ، اعماق لیعنی افغانستان کے شاہ احمد ابدالی کی چڑھائی تک کشیر پر مغلوں کا قبضہ رہا۔ ۱۷۸۱ء میں اسے رنجیت سنگھ نے فتح کیا اور تسبیح لہا اعماق وہ سکھوں کے قبضہ میں رہا۔ ۱۸۴۷ء میں امر تسر کا صلح نامہ ہوا جس کے تحت ایک کروڑ روپے میں گلاب سنگھ کے ہاتھ وہ بنکا۔ جو بھی ہو۔ گلاب سنگھ ہی کے خاندان کے ہمارا جاہری سنگھ ۲۳ ستمبر ۱۸۷۹ء کو گدی پر یعنی جو

ہندوستان کے جسم میں کینسر کی طرح تکلیف پہنچائیں گی اور غیری بلکی سامراج کی کٹھتی کی طرح کام کریں گی۔ حیرتی سبزی ملنگئے ہیں سوچا تھا کہ بھارت کی طرح پاکستان کی حکومت بھی کسی انظروں نہیں ہو سکتی۔ ہوا بھی دیوبند پاکستان بے صبری کے ساتھ کشیر کے اضمام کی راہ دیکھنے لگا بلکہ جلد ہی اس کے صیر کا پہنچا ہے بھرگیا پھر تو کشیر کو سمجھے جانے والے سامان نہ کا، چینی پیڑوں وغیرہ کی اس نے ناکا بندی کردی اور ڈاک گھر کے سیونگ بینوں سے پیسے دینا بھی بند کر دیا۔ مہاراجا اب فکر مند ہوئے جب انہوں نے پاکستان کو اس سندھ میں لکھا تو وہاں کے مخصوص اخبار ڈان نے اخیں دھکی دیتے ہوئے ۲۵ اگست کو ایک افتتاحی تکہا اور مہاراجا پر بھارت سے ملک پاکستان کے خلاف سازش کا الزام لگایا۔ ستمبر ۱۹۴۷ء میں ایک طے شدہ ایکم کے تحت پاکستان نے شمالی مغربی سرحدی صورت سے قبائلی چھپا پاروں کو جمع کیا اور مہاراجا کچھ چھتے۔ انہوں نے دگانہ بھی جی کی صلاح مان کر ۲۹ ستمبر کو شیخ محمد عبداللہ اور نیشنل کانفرنس کے لیڈروں کو جیل سے رہا کیا۔ شیخ نے ۳۰ اکتوبر کو پاکستان کے دو قومی نظریے کے خلاف کھلا ہوا بیان دیا ہر اکتوبر کو کشیر کے وزیر انظمہ شری ہمایہ نے پاکستان کے گورنر جنرل کے پاس ایک شکایتی خط لکھا اور اخیں ایک ہلکی سی دھکی بھی دی۔ ۳۰ اکتوبر کو پاکستان نے تارکے ذریعہ اس کا جواب دے مہما راجا پر غداری اور سازش کا الزام لگایا اور ۲۰ اکتوبر کو پورے کشیر پر حملہ بھی کر دیا۔ ۲۳ کو حملہ اور مظہر اباد آئے اور پھر ۲۰ کو پاکستانی فوج اور پاکستانی رضا کاروں نے ایک ساتھ مل کر حملہ کو اور شدید کر دیا۔ ۲۰ اکتوبر کو مغلزار آباد، ڈوہیل وغیرہ ختم ہو چکے تھے ۲۵ اکتوبر کو ہی مہاراجا نے بھارت سرکار سے فوجی مدد مانگی۔ بعد اس پر خود کیا اور مہاراجا کے پاس بھر بھیجی کر جب تک کشیر کا ہندوستان میں اضمام نہیں ہوتا ہندوستان

یہ نہیں چاہتے تھے کہ آزادی کے بعد وہ ہندوستان میں شامل ہو کر اپنی مطلق العنانی کو محدود کرنے کشمیر کے رسول ور سائل ڈاک تار اور سپلائی کے خالص ائمہ مغربی پنجاب (پاکستان) ہو کر ہی سمجھے ہندوستان کی تقسیم بھی چونکہ بالواسطہ طور پر فرقہ دارانہ بنیا دی پہنچی تھی کشیری عوام کا تین چھتائی سے زیادہ حصہ مسلمان تھا اس لئے ہری سنگھ اضمام کے بارے میں اپنی پالیسی واضح نہیں کرنا چاہتے تھے۔ برطانوی پارلمنٹ نے بھی ہندوستان کی آزادی کا آزادی نہس منظور کر کے دیسی ریاستوں کو ایک طرح سے اضمام کے معاملہ میں آزاد کر دیا تھا۔ ان سب حالات سے فائدہ اٹھا کر مہاراجا ہری سنگھ آزاد کشیر کا خواب دیکھنے لگے تھے۔ ۳۰ اگست ۱۹۴۷ء تک جبکہ ہندوستان کے تحت تقریباً ۵۴۰ دیسی ریاستوں نے ہندوستان (یا پاکستان میں اضمام) کے بارے میں اپنا فیصلہ کر لیا تھا۔ کشیر کے راجا کسی فیصلہ تک تھیں پہنچنے تھے۔ ہندوستان سرکار از خود تقسیم کے گوناگون حالات سے دوچار تھی۔ وہ کوئی نیا جھملا نہیں کھڑا کرنا چاہتا تھی۔ اس لئے سرکار اپنیل کی دشی ریاستوں کی وزارت لے گورنر جنرل لارڈ ماونٹ بین کے ذریعہ مہاراجا ہری سنگھ کو یہاں تک ہمینان دلایا کہ اگر مہاراجا پاکستان کے ساتھ بھی اضمام کا فیصلہ کر لیں گے تو بھارت سرکار اسے "غیر و متناہ" فعل نہیں سمجھیگی لیکن وہ تو کچھ دوسرا ہی بات چاہتے تھے ۱۳ اگست ۱۹۴۷ء کو انہوں نے پاکستان سے "حالات موجودہ جیوں کے تیوں قائم رہیں۔" کام بھوتا ایک سال کے لئے کر لیا اور تسب انہوں نے بھارت سرکار کو بھی اسی قسم کے سمجھوتے کے لئے لکھا۔ بھارت سرکار تو اس بارے میں فیصلہ ہو جائے کیونکہ اگر ایک اضمام کے بارے میں فیصلہ ہو جائے فوجی مدد مانگی جائے تو جی راج آزاد رہے گا تو دوسرا ریاستوں میں بھی یہ بیماری پھیلے گی اور بھرپور ساری ریاستوں میں آزاد رہ کر

پاس کو نامنطبق جواز تھا اور سیکڑوں دسی راجاؤں کو مطیع کرنے کے لئے ہمارے پاس کو نساہت اختیار ہوتا ہے؟ پہلی نہیں، اگست ۱۹۴۶ء کو جونا گذھ کے نواب نے جب پاکستان جا کر پاکستان کے ساتھ انضمام کا اعلان کیا تو کیا ہم نے جونا گذھ کو پاکستان کے سپرد کر دیا؟ جونا گذھ کے اسی الحجہ ہوئے حالات کو دیکھتے ہوئے گاندھی جی نے امریکہ کو عبادتی جلبہ میں کہا تھا۔

”آزادی کے بعد ٹک کا کوئی بھی حصہ کسی راجہ ہمارا جا کی اپنی بھی ملکیت نہیں ہے اس نے جونا گذھ پر ٹک کے ذریعہ پاکستان میں انضمام بنیادی طور پر ناجاہم ہے اس نے جونا گذھ کے عوام کے ذریعہ وہاں نمائندہ عارضی حکومت بنانا اور بھارت سرکار کے ذریعہ من کی حفاظت کے لئے کاٹھیا اور میں فوج بھیجا تا جائز نہیں ہے جہاں تک جونا گذھ کے انضمام کا سوال سے اس کا عوام کے استقصاب رائے سے فیصلہ ہو گا۔“

گاندھی جی نے یہ بھی کہا تھا۔

”جونا گذھ کشیر کے نیشنل کانفرنس کے لئے روشنی ہے اور کشیر کے مسئلہ کے حل کا اس میں فطری حل بھی موجود ہے۔“

ہم جانتے ہیں کہ اس حق خود اختیاری کے حفاظت کے نام پر ہی جونا گذھ کے نواب کے ذریعہ پاکستان میں اس کے انضمام کے باوجود ہندوستانی فوج جونا گذھ کی اور بچہ بہزادی ۱۹۴۷ء کو وہاں انضمام کے سوال پر اپنے طلبی ہوئی جس میں ۱۹۰۰ ووٹ ہندوستان کے حق میں اور صرف ۱۹ پاکستان کے حق میں ملے۔ منکروں اور مان بدر میں بھی رائے شماری ہوئی جس میں ہندوستان کو ۳۲٪ ووٹ اور پاکستان کو ۶۷٪ ووٹ ملے۔

جو بھی ہو عارضی انضمام کی بنیاد پر ہی، ۱۹۴۷ء اکتوبر سے ۱۹۴۸ء کو ہندوستانی فوج سے ۴۳٪ شہیدی جوازوں کی مجموعی نے اس وقت سری نجی میں قدم رکھا جب

فوجی مدد نہیں دے سکتا۔ ہمارا جانے انضمام کے لئے پر دستخط کر دیئے لیکن ۱۹۴۷ء اکتوبر کو اس خستہ خالی کے باوجود لاڑکانہ بیٹن کو لکھا کیا بھارت اپنے باستی کے حق میں یہ ٹھیک ہو گا کہ کشیر آزاد ہے۔“ خیر انضمام کے کاغذات پر ہمارا جاہک سخت اور نیشنل کانفرنس کی تائید دونوں حاصل کر کے بھارت نے انضمام تسلیم کر لیا لیکن ہمارت سرکار کی طرف سے ماؤنٹ بیٹن نے ہمارا جاہک انضمام ناٹھے کے جواب میں لکھا اپ کا یہ انضمام عارضی ہے اس کا آخری فیصلہ رائے طلبی کے ذریعہ ہو گا۔“

عام طور پر آج کے لوگ بھارت سرکار پر ازالہ ملتے ہیں کہ اس نے ماؤنٹ بیٹن کی چالی بازوں میں پھنس کر ضمحلہ ہی رائے طلبی کی بات کا طینان دلایا لیکن یہ لہتے ہوئے ہمیں یہ نہ بخواہا پہنچئے کہ۔

رائے طلبی کی بات ہماری جنگ آزادی کی روایات ہی سے ملتی ہے کہ ہم نے دسی بیستوں کے عوام کے لئے حق خود اختیاری کے جہوری حق کا اسلام کیا تھا۔

نہ رو جی نے اس کو بار بار دہرا یا تھا کہ برطانوی اقتدار اور دسی بیستوں کی سرکاروں کے بیچ کسی بھی معاهدہ کو تم تسلیم نہیں کر سکتے صرف ایک ہی اعلیٰ ترین عدالت ہے وہ ہے جنت۔

مسلم لیگ نے کانگریس کے اس نظریہ کے خلاف اعلان کیا تھا کہ اعلیٰ ترین طاقت دسی حکمرانوں کے پاس ہے اس نے ایسا اس لئے کہا تاکہ اپنی طرف سے یہ لائی دیکھ پکھ ریاستی حکمرانوں کو اپنی طرف بلا سکے۔

لیکن ہماری طرف سے کشیر کے لئے حق خود اختیاری پر سنبھالے طلبی کو آشیز باد نہیں تھا بلکہ محسوس اور عملی سیاست کی ماگ بھی اگر حکمرانوں کی مردی کو ہی انضمام کے مسئلہ کا حل ہم نے مانا ہوتا تو حیدر آباد کے نظام کے لئے ہمارے

ہندوستانی کی مدد سے صلحانامہ کے ذریعہ علی نہیں کر سکتے۔ کیا غیر جانبداری ہی اس خطہ ارض سے بھاگ چکی ہے۔ مجھے تو ایسا لقین نہیں ہے؟

یعنی گاندھی جی شروع ہی سے اپنی سمجھوتہ کے ذریعہ اس سند کو حمل کرنا چاہتے تھے۔ وہ یہ بھی بتتھے کہ اس جھگڑے کی وجہ سے عالمی سیاست کا ہمارے میں بھارت پاکستان بیوقوف بنکر رہیں گے اور کشمیر کا مسئلہ حل بھی نہیں ہو گا حفاظتی کوشن میں پہنچنے تو جنگ بندی کا فیصلہ ہوا اس نے پاکستان کو حملہ آور بھی قرار دیا لیکن پھر اس نے کشمیر میں زائے طلبی کی سفارش کی۔

مسئلہ کشمیر کے بہت سارے پہلو ہیں ان میں سے کچھ پر ہم سوچ بجا رکتے ہیں۔

۱۔ آئینی پہلو

سر بے پہلو ہم اس کے آئینی پہلو پر غور کریں کیونکہ کشمیر کے مسئلہ پر ہندوستانی دخواج کے سلسلے میں سب سے زیادہ زور اسی پہلو پر دیا جاتا ہے آزادی نہیں برائے آزادی ہندوستانی کی دفعہ ۲۵ نومبر ۱۹۴۷ء کے اتفاقیات کے مطابق برطانوی اقتدار اعلیٰ کا خلاف نہ صرف برلن کا انتداب ہے بلکہ دیسی ریاستوں سے بھی ہوا۔ برلن کا انتداب اور دیسی ریاستوں کے ساتھ ایک خاص قسم کا تلقن تھا اس نے حب برطانوی اقتدار اعلیٰ خستہ ہوا تو ان دیسی ریاستوں کو بھی حق حاصل ہو گیا کہ وہ بھارت یا پاکستان میں شامل ہوں۔ یا آزاد ہیں۔ الگ ہی بات چیز کے دوران اس بات پر زور دیا کیا تھا کہ یہ ریاستیں کسی نہ کسی اشتہر میں حضراً افیانی اقتصادی حالات دیکھ کر شامل ہو جائیں۔ لیکن آزادی نہیں میں ایسی لوگی و صاحات موجود نہیں تھی۔ اسلئے حیدر آغا اور کشمیر ہرگز اکست کے بعد بھی آزاد رہے تھے اور ڈرامہ

وادی کشمیر کا تقریباً سقوط ہو چکا تھا۔ مہاراجہ اور اعلیٰ افسران جبوں بھاگ آئے تھے اس نے کشمیر کی قلعہ دراصل ہندوستانی فوج کی غیر معمولی دشیں بھکتی، بے مشکل بھاری اور حیرت انگریز ایشار کی قتعہ ہے۔ اس کے بعد کی ٹرائیوں کی تفصیل بیکار ہے۔ ہاں ایک غیر معمولی واقعہ ہوا کہ حکومت جو کہ انگریز افسروں کی نگرانی میں تھا انگریز افسروں نے موقع دیکھ کر اسے پاکستانیوں کے حوالے کر دیا۔

اس طرح نے آزاد ہونے والے دو بھائیوں ملکوں۔ میں غیر اعلان شدہ جنگ چلتی رہی۔ گورنر جنرل لا رڈ ماؤنٹ میں نے ۲ نومبر ۱۹۴۷ء کو لاہور حسکر پاکستان کے گورنر جنرل محمد علی جناح سے ملاقات کی تھیں یا ہمیں الزام اور جوابی الزام کے علاوہ کوئی بات نہیں بھی جنگ صاحب کی طرف سے یہ شکایت رہی کہ ہندوستان کے مشترکہ کمانڈٹر اپنی پاکستان کے ساتھ عنادی کی تھی۔ ۲۵ نومبر ۱۹۴۷ء کو ہندوستان کے وزیر اعظم نے پاکستان پر منتظر ہوئے کا الزام لگایا۔ لیکن ایسی صاف نے اس جھگڑے میں پڑنے سے انکار کر دیا۔ اور صلاح دی کہ اپیس کے لئے اب اقوام متحده ہی واحد ادارہ ہے۔ نہرو جی پر بین اقوامیت اور اس پرستی کا اثر خدا ہی پھر ۲۶ نومبر ۱۹۴۷ء کو ہندوستان کا انتداب الزام نامہ پاکستان کے فریبر اعظم یافت علی خاں کو دلی میں خود وزیر اعظم نہرو جی نے دیا جس وہ مشترکہ دنیا یونیورسٹی کی تینگ میں دہلی آئے ہوئے تھے اور ۲۶ نومبر ۱۹۴۷ء کو باقاعدہ حفاظتی کوشن میں بھارت نے اپنا مقدمہ دائر کیا گاندھی جی اس کے حق میں نہیں تھے۔ انہوں نے ۲۵ نومبر ۱۹۴۷ء کو عبادتی جلسہ میں انہماںی پر زور افراط میں کیا۔

کیا ہندوستان اور پاکستان قدمتی پر مبنی اپنے اس تنازع کو کسی غیر جانبدار

۲۱ اخلاقی پہلو

لیکن آئینی بہلو ہی سب کچھ نہیں ہے، قانونیت کے بعد کشیر کے معاملہ میں اخلاقی سوال بھی اٹھتا ہے یہاں تین باتیں وصیان میں رکھنی ہیں۔

(۱) جنک آزادی کے وقت کا تجھیس نے دیکھا کر کے بارے میں حق خود اختیاری کا اعلان کر کے کشیر کے جہوری عنصر کو طاقت بخشی کی تھی۔

(۲) گاندھی اور نہرو جی کے وہ بیانات جس میں انہیں نے کہا تھا کہ اقتدار اعلیٰ عوام کے ہاتھ میں ہے۔

(۳) ہندوستان کی سوشالیٹ پارٹی نے واضح اعلان کیا تھا کہ یہ عوام کے حق خود اختیاری کی پارٹی تباہی کرتی ہے۔ قومی حکومت کشیر کے آس حق کو لازم طور پر لیم کرے گی۔

غور کرنے کی بات ہے کہ حق خود اختیاری کو لیم کرنے کے یہ اعلانات کیا کوڑا ایش بردا تھا؟ ایسا ماننا یقیناً غلطی پر مبنی ہو گا۔

۲۲ جہوری بہلو

جہوری حکومت وہی ہوتی ہے جس میں پر جمل رضامندی ہو اگر پر جمالی رضامندی کشیر کی حکومت کے ساتھ ہے تو پھر رائے شماری کرانے سے انکار کیوں کیا جاتا ہے۔

۲۳ بین اقوام سیاست اور اقوام متحدہ

یہ عجیب نصیبی ہے کہ عالمی عدالت کے ساتھ ہم نے اپنا معاملہ پیش تو کر دیا لیکن اب تک ہماری ساری سیاسی طاقت اسی بات پر صرف ہوتی رہی کہ اس معاملہ پر وہاں بحث ہی نہ ہو اور صرف روئی ویو۔ کے سہارے ہم معاملے کو ملتے جا رہے ہیں اگر تم نے گاندھی جی کی صلاح مان کر اس معاملہ کو آپسی طور

کو جین نے مجھی آزادی کے لئے کافی شور و عمل کیا تھا تھا فاؤنڈیشن ہمہارا جاہری سلک کو انضمام کا حق تھا لیکن ہمیں نہیں بھونا چاہیئے کہ جب مہاراجا نے انضمام کے کاغذات پر مستخط کئے تو ہندوستان گورنمنٹ کے نمائندہ ہی جھیت ہے ماوراء ستین نے مہاراجا کو ایک خط دیا جس میں واضح کردیا کہ "انضمام" عارضی ہے، اور اس کا آخری فیصلہ "رانے شماری" سے ہو گا۔ یہ تو ماننا ہی طریقہ کہ یہ دستاویز خود ہندوستان بھا کی ہے۔

لبے لاگ اور غیر جانبداری سے دیکھا جائے تو یہ مانے بغیر جاہر ہمیں کہ کشیر میں انضمام کے مسئلہ پر آج تک رائے طلبی ہمیں ہوتی ہے اسی لئے کشیر سلامتی کو نہیں میں اور رائے شماری مجاز کے لوگ ہم پر وعدہ خلافی کا الزام لگا رہے ہیں۔ اس کے جواب میں پہلے تو یہ کہا جانا تھا کہ وہاں تین عام چنانڈ ہو چکے ہیں۔ اس لئے رائے طلبی کی اب ضرورت ہی کیا ہے جو تین سچی بات تو یہ ہے کہ یہ حقیقت کے ساتھ پہلے قانونی بہلو کو صحی نظر انداز کرتا ہے عام چنانڈ اور رائے شماری ایک ہی چیز نہیں ہے۔ رائے شماری بھی کسی خاص سلسلہ پر ہوتی ہے تو کیا کشیر میں انضمام کے مسئلہ پر سلسلہ پر جسمی رائے شماری ہوتی ہے جو اگر لئے شماری ہوتی۔ ہندوستان پاکستان یا آزاد کشمیر کے سوال پر ہوتی، نہ کہ عبد اللہ بن جنہی اور صادق کو لے کر پھر اگر عام چنانڈ ہی سے فیصلہ کرنا تھا تو رائے شماری کا نام کیوں لیا گی۔ شماں میں مغربی صوبہ اور سلہر میں رائے شماری کیوں ہوتی اور پھر جونا گلڈھ اور منگروں میں افسد و ری ۱۹۴۸ء کو ہم لوگوں نے رائے شماری کیوں کرائی جائیں۔

رائے شماری کی محنت میں دوسری دلیل یہ دی جاتی ہے کہ چونکہ پاکستان نے مقبوضہ علاقہ خالی نہیں کیا تو اسے امریکی مدد ملی، اس لئے اب رائے طلبی کر لئے کا سوال یہی پسدا نہیں ہوتا تو کیا ہندوستان کشیر کے دو نوں حصوں کو طاکر رائے طلبی کرانے کے لئے تیار ہے؟

پر حل کرنے کی کوشش کی ہوئی تو آج عالمی عدالت میں بعض جیشیت سے ملزم کی طرح کھڑے ہونے کی نوبت ن آتی۔

۷ سیاسی پہلو

سیاست کا تقاضہ یہ ہے کہ ایسے موقع پر حرب ہمارا چین اور پاکستان دونوں سے جھکڑا سے ہمیں دیکھنا چاہیے کہ زیادہ خطروں سے ہے۔ دشمن کا دشمن دوست ہوتا ہے۔ اس کو نظر میں رکھ کر پاکستان نے چین کو دوست بنا لیا ہے اگر ہم پاکستان سے تعلقات سدھا رہیتے تو کم سے کم ایک طرف سے الہیان ہو جاتا ہے، تم اپنی ساری طاقت چین کے خلاف لگا سکتے تھے اور پھر چین ہماری شدھوں پر بات کرنے کے لئے تیار ہوئے۔ ایسی حالت میں مغربی ممالک ہمیں کمک کو مدد دے سکتے ہیں جس کا انہیں پڑھے بغیر نہیں رہے گا مغربی ملک تو کیا آج روس یعنی ہندوستان کو پاکستان کے قریب دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ جنوب مشرقی ایشیا میں چینی تو سین پسندی کو روکنا چاہتا ہے۔ سمجھتا ہے کہ بھارت اور پاکستان مل کر اسے روک سکتے ہیں۔ لیکن تو ہم کو نہ چاہیے تھا وہ چین کر رہا ہے۔ وہ خود تو ابھی چپ پہنچا ہے لیکن اپنے پھرے پاکستان کو ہم سے بھرا دیا ہے پاکستان کے ساتھ ہماری تقریباً ہزار میل میں سرحد ہے۔ اس نے پاکستان کے ساتھ جنگ کی پوزیشن میں رہ کر ہمیں چین کا مقابلہ کرنے کا خواب دیکھنا چھوڑ دینا چاہیے۔

۸ اقتصادی نقطہ نظر

یہ کون نہیں جانتا کہ شیخ پہم نے اربوں روپے ضریح کئے ہیں آج جبکہ چاول سارے بھارت میں روپے کا بارہ چھٹا نک بنتا ہے وہاں اب بھی روپے میں تین چار سیز مرل رہا ہے۔ ایک اسے تک کی قیمت ہے تے وہاں بلا قیس رکھی ہے۔ اس کے علاوہ وہاں

۹ اسلامی ملکوں کے ساتھ تعلقات

کشمیر کے مسئلہ کو لیکر پاکستان اسلامی ملکوں میں جنگاطر چار گرتا ہے وہ ہم جاتے ہیں۔ ایشیائی افریقی ملکوں میں بہت ساری اسلامی حکومتوں ہیں اور ان کی دوستی کو فاقم رکھنا ہمارے لئے بہت ضروری ہے۔ عرب ممالک کی اسلامی تنظیم کی وجہ سے آج تک ہم نے جموروی یہودی ملک اسرائیل کو تسلیم کرنے کی بہت نہیں کی اس نے جب تک کشمیر کا مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ پاکستان ان ممالک کو ہمارے خلاف بھڑکاتا رہے گا۔

۱۰ جنوبی شرق ایشیا میں طاقت کا فقدان

ہندوستان کی آزادی تے جنوب مشرقی ایشیا اور کسی حد تک افریقی کے چھوٹے ملکوں میں اس ایسید کو جنم دیا تھا کہ بھارت برطانی اور امریکی سامراجیت اور چینی ہمیوزم کے مقابلے میں کھڑا ہو کر اکھیں تحفظ کا یقین دلا رہے گا۔ لیکن انہوں نے دیکھا اس ازادی پانے کے ۲۰ دنوں کے اندر ہی ہم اپنے پڑوی پاکستان کے ساتھ جنگ میں مشغول ہو گئے اور چھوٹے چھوٹے ملکوں کو لفڑا انداز کر کے چین جیسے بڑے ملکا کے دوستی کا دم بھرنے لگے۔ نتیجہ میں نیپال، برماء، لائکا، انڈونیشیا کے ساتھ بھی ہمارے تعلقات اچھے نہیں رہ سکے۔ اور ان ملکوں نے ہم کو چین کے ساتھ تعلقات جوڑنے شروع کر دیئے اس طرح جنوب مشرقی ایشیا میں ب्रطانی سامراج کے خاتمه سے جو سیاسی خلا پیدا ہوا تھا اسے بھارت صنہیں رکھا کشمیر کے مسئلہ میں الجھ جانے کی وجہ سے چین کو اس علاقے میں پھر جانے کا موقع مل گیا اگر پاکستان کے ساتھ ہمارے تعلقات بہتر ہو جائیں تو دونوں مل کر قلات

سے ہمارے تعلقات بہتر ہو ہی نہیں سکتے۔

(۵) مسئلہ کو حل کرنے کے لئے ہم صبر سے کام لیتا چاہیئے۔

ان سب باتوں کو سن کر کچھ لوگ کہدیتے ہیں کہ اتنی بات بڑھانے کا مطلب ہے پھر ہم کشیر کو ادب کے ساتھ پاکستان کے حوالے کرنا چاہتے ہیں یا کچھ لوگ بھی کہتے ہیں کہ ہم کشیر میں راستے طلبی کے حامی ہیں۔ ان دونوں میں سے ایک بات بھی نہیں ہے۔ ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ کشیر کے مسئلہ کا حل ہندپاک دوستی میں ہو چکا ہے راستے طلبی ہو یا نہ ہو۔ ہندوستان کی تقسیم کے بعد کشیر ہندوستان کے سیکولرزم کی روح کی حیثیت میں رہا ہے مذہب کے نام پر کشیر پاکستان میں گیا تو بھارت میں رہنے والے ۶۔۷ کروڑ مسلمانوں کا کیا ہو گا؟ اور پھر

پاکستان میں جو بہ لا کھہ ہے وہیں ان کا کیا ہو گا؟ اور دوسرے ملکوں میں بھائیک داخلي جنگ کا خطرہ پیدا ہو سکتا ہے اور یہ زبردی شاکے دوسرا نکلوں میں بھی چیل سکتا ہے دوسری بات یہ کہ پڑو سی کے ساتھ دشمن رکھ کر کوئی بھی ملک سمجھی نہیں رہ سکتا پاکستان اور ہندوستان دونوں کے لئے یہ بخوبی کی بات ہے جیسی کہ ہندوستان کے ساتھ عذر ای کر سکتا ہے تو موقع پڑنے پر وہ پاکستان کے ساتھ نہیں کرے گا۔ یہ سوچنا غلط ہے۔ اصلیت یہ ہے کہ پاکستان اور ہندوستان کی عربی بھی جیسی کا سب سے بڑا تھیا رہو گی۔ ہم دونوں کے لئے یہ بات سمجھنے کی ہے۔

تو پھر حل کیا ہو جیں میں نے پہلے ہی گذارش کی تھی اس مسئلہ کا حل دیر سے نکلے گا تب تک ہمیں دونوں ملکوں کے بیچ امن قائم رکھنے کی ہمت ہوئی چاہیئے اس کے لئے سب سے ضروری بات یہ ہے کہ پہلے ہندوستان اور پاکستان کے بینچ سرحد کے سب ہی اختلافات کو پہنچ نامہ کے ذریعہ دور کیا جائے، ہو سکے تو تمثالتی کو بھی تسلیم کریں پہنچ نامہ یا تالشی کبھی بھی کسی ملک کے اقدار

فوجیوں پر جو خرج ہوتا ہے وہ الگ ہے یقیناً کشیر کا سلسلہ حل کر لیں گے کی اقتصادی پوزیشن پر ایک بوجھ ہے۔ اس بوجھ کو سہم کب تک ڈھونٹے رہیں گے۔

۹ عالمی جنگ کا خطرہ

یہ سوچنا کہ ہم طاقت سے کشیر کا سلسلہ حل کر لیں گے غلط ہے۔ پاکستان سینٹو کا ہی میرنیں سے جیں کا بھی دوست بن چکا ہے۔ اس نے طاقت کے ذریعہ مسئلہ کا حل تلاش کرنے کا مطلب ہے میں ہندوستان کو عالمی جنگ کا میدان بنانا۔ یہ ہمارے لئے لکھا ہنگاڑے کا ہم آسانی سے سمجھ سکیں گے۔

۱۰ قومی مفاد کی نگاہ

آج ہم تین ہو چوں پر طرف ہے میں چین پاکستان کے علاوہ عربی بے روزگاری اور بد کو داری سے ہیں لڑتا ہے۔ داخلی مجاہد پر کمزوری کی وجہ سے ہم کسی معاذ پڑھنے نہیں پا رہے ہیں۔ یوم ڈلاسے ہمیں بھاگنا پڑا اور اس کے بعد نظر کوٹ کے حاذپر پاکستان کے سامنے فراہجک کا حصہ کرنی پڑی اور پیلک گرانی اور بے روزگاری سے پریشان ہو رہی ہے جس کے نتیجے میں ملک دشمن طاقتیں ہماری چھوڑیت پرتفی کے منصوبوں پر حادی ہوتی چلی جا رہی ہیں انھیں ملک کی دفاع پر حادی ہونے کا موقع مل رہا ہے۔

چھپا اخراج اس سلسلہ کا حل کیا ہو سکتا ہے؟ اس کا حل تلاش کرنے سے پہلے چند باتیں صاف ہو جانی پڑتیں (۱) ہمیں سمجھنا چاہیے کہ کشیر کا سلسلہ برقرار ہے اس لئے اسے حل کرنا سی ہو گا۔

(۲) پیشکش جنگ سے حل ہو گا یہ سمجھنا غلط ہے

(۳) مسئلہ کا کوئی بھی حل دیں اور دنیا کے مفاد کو سامنے رکھ کر ہی کرنا ہو گا۔

(۴) ہمیں اس فریب سے نکلتا ہو گا کہ پاکستان

باب الصحت

ماں تخلیہ امراتی گھبراہٹ۔ وحشت اور ریاح (گیس) کی کثرت

حکیم صاحبؑ نے اس آئندے والے پروردی مرضیوں کے خطوطیہ بتاتے ہیں کہ کثرت سے لوگ اس مرض کے پنج میں گرفتار ہیں۔ یہ تجیری مرض ہے الیوپیٹھی میں اس کو عصبی لکزوڑی (NEURAS THINIA) کہتے ہیں۔ اس مرض میں مبتلا مرضی کے دل کی دھڑکن عموماً کھانا کھانے کے بعد تباہ ہو جاتی ہے۔ بعض دفعہ دل اس قدر دھڑکتا ہے کہ مرض کیلئے کھڑے ہو کر نماز ٹھڑھناد شوار ہو جاتا ہے۔ بعینی۔ گھبراہٹ۔ وحشت اور فاسد خالات ہر دم پر شیان کرتے رہتے ہیں۔ بعض دفعہ نماز میں انکا ہجوم اس درجہ طبقہ جاتا ہے کہ مرض نیت توڑنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

مرض کا کسی کام کا کام کاچ پر دل نہیں جتنا۔ طبیعت پر مردہ اور محل رہتی ہے۔ دل ڈوڈو بارہتی ہے بلا وجہ طبیعت پر خوف و اندر تباہ غالب رہتا ہے۔ تباہی پسند ہوتی ہے۔ معمولی تمہیں بات پر غصہ آ جاتا ہے۔ نیند پورے طور پر نہیں آتی بکھانا بخوبی مضمہ ہوتا۔ بالعموم قبضہ کی شکایت رہتی ہے۔ سہ پہر کے وقت جسم تھیلیاں اور نلوے کرم ہو جاتے ہیں۔ آنکھوں میں سے اُن سی نسلی تحسیس ہوتی ہے۔ بعض مرضیوں کا پریٹ غذا کے بعد بھول جاتا ہے۔ بعض مرضیوں کے سینہ میں جلن، سیروش اور درد حسوس ہوتا ہے۔ بعض کے جکڑ کی جانب درد ہوتا ہے۔ ناف کے آس پاس دبانے سے دھکن ہوتی ہے غیر وغیرہ۔ ماں تخلیہ امراتی میں مبتلا مرضی مرتبا تازہ ہنیں ہوتا خواہ کبھی ہی مقوی اور مترازن غذا کھاتے۔

اصھوں علاج: - سب سے مقصر تدبیر یہ ہے کہ اول مرضی کے پھتم کی اصلاح کی جائے، دماغ اور دل کی تقویت یا کے دماغ کی تقویت یوں ضروری ہے کہ اگر ابھر استدامع کی جانب پڑھیں تو وہ ان کو قبول نہ کرے دل کی تقویت اس لکھزوڑی ہے کہ اس مرض میں دل کی مشکلت لازمی ہے۔

ماں تخلیہ امراتی کاشانی علاج معده کی اصلاح ہی ہے تاکہ وہ بخارات ہی پیدا نہ ہوں جو دماغ کو اور دل کو متاثر کرتے ہیں۔ لیکن مراتی معده بہت دیر میں اصلاح قبول کرتا ہے استقلال سے تین چار ماہ مراتی معده کی اصلاح کر شیئر ای دوائیں کھانی چاہتیں۔

ماں تخلیہ امراتی کو معتدل ہلکی زد پھتم اشیاء مفید ہوتی ہیں۔ گوشت میں یوگی۔ توری۔ ٹنٹ۔ اشامی کر کے کیوں ائیں۔ ہونگ کی دھلی دال میں مغرباداً شیریں ۵۔ ۷ عدد کا شیرہ نکال کر مالیا کریں۔ موسم سرما میں چوزہ مرغ کا شیورہ بیفیٹہ مرغ کی زردی استعمال کریں۔ پھلوں میں سبی۔ انگور۔ سترہ۔ یوسکی اور قدر صاری اتار کارس مفید ہے۔

لوبیا۔ سور۔ آلو۔ راتلو۔ اردو۔ گوجھی۔ بینگ۔ ثابت ماش۔ ارڈ۔ تربوز اور دیگر قابضی اور بادی اشیاء مضر ہیں۔ الگ خدا خواستہ اس مرض میں مبتلا ہیں تو آپ اپنا منفصل حال مدد و ہمدردیں تپ پکھ کر مشیورہ لے سکتے ہیں۔ فتحیم اور مخلصاً نہ مسٹورہ دیا جائیں۔ اسی پر تھوڑی نہیں۔ مردانہ و زنانہ ہر قسم کے مرضیں مرضیوں کو درست مشورہ دیا جاتا ہے اُن کی صحیح رہنمائی کی جاتی ہے۔ جواب کے لئے لفاظ یا کارڈ ضرور آنا چاہیے۔

بیکم حکم حمد حم عظیم زیری۔ امر وہم ضلع مراد آباد

کیوززم کے خروخال نمایاں کرنے والی کتابیں

کس قسم کے انقلاب کی ضرورت ہے۔ ایک عالمہ بحث
قیمت ۲۵ پیسے۔

اقتصادی سامراج

سامراج شنسی اس دو کامراج ہے لیکن سامراج
بھی مختلف بھیں ہوں کر سامنے آ رہا ہے۔ اس کی تازہ ترین
حکل ہے اقتصادی سامراج۔ یہ سامراج اپنے پاؤں کی
طرح چیلہ تاہے۔ اس کتاب میں مفصل پڑھنے کیستہ ہے پیسے۔

اقتصادی تعاون

ایمیزادہ طاقتورکوں کا فرض ہے کہ وہ کرو رہا
ہے ماندہ ملکوں کی درکاریں یعنی پیسے ماندہ ملکوں کی آزادی
اور خود مختاری کو نقصان پہنچانے کے لئے ملک ہے۔ ایک انتہائی
معلومات افرادی بحث۔ قیمت ۲۵ پیسے۔

موجودہ سماج میں طبقاتی نظام

طبقاتی نظام اور اس سے پیدا ہونے والی ناہداری
کے خلاف نظری اور سیاستوں ایک ترتیب سے جہاد کر رہے
ہیں۔ اس کتاب میں طبقاتی نظام کی مرثت سے فاصلہ
علیٰ اندماں میں بحث کی گئی ہے۔ قیمت ۲۵ پیسے۔

غیر جانبداری الطور ایک سیاسی نظریہ

غیر جانبداری کے مسئلہ پر ایک ایک علمی درستالی
بحث۔ کیا عالمی سیاست کے موجودہ درکاریں کوئی لک
وائی غیر جانبداروں کے لئے ہے؟ ایک انتہائی
مفید اور خیال افرادی بحث۔ قیمت ۲۵ پیسے۔

- ہر سن بچہ سفید پچھے کاغذ پر
شائع ہوا ہے۔
- خوب صورت ماضیں
- ہر کتاب بچہ بندی میں بھی اسی قیمت
پر دستیاب ہو سکتا ہے۔

نظام اور ترجیح۔ غائب کے اس شوکی جستی جاتی تھی
کہ تکتھے رہے جوں کی حکایات تو پھاٹ

ہر جو دس میں تا تھہ ہائے قلم بھرے
مترجمین جلیس عابری اور محترم سیدیں نظرانی گوپاں تھیں۔
قیمت پانچ روپیے۔

حقوقِ انسان

محترم سیدی کا مجموعہ کلام۔ بقول یاد نجیبوری
یہ مجموعہ عہدہ حاضر کے اُردو ادب میں برداشت اضافہ
ہے اور محترم سیدی کی لذتیں میں میں گئیں گا اضافہ
قیمت دو روپیے۔

چھوڑیت ہی کیوں؟

ایک منثور جو اس سوال کا مدل جواب دیتا
ہے کہ سیاسی نظام کی جیشیت سے کیوززم کے
 مقابلے میں چھوڑیتی خالی کو کیوں اختیار کیا جانا چاہیے،
مترجم گوپاں تھیں۔ ۱۲ صفحات۔ قیمت ۵ پیسے۔

خط قسم

کیونٹ چین کے غلام آباد سے چینی عوام
کے فرار کی کہانی تصوریوں کی زبانی۔ ایک مصور
کتاب پرچہ جو ملکہ لشکر کے خدو خال پوری تفصیل سے
بیش کر دیتا ہے۔ قیمت ۵ پیسے۔

نئی دنیا کی جھلکیاں

بصیرت افروز کتبجوں کا ایک گوفنڈسلہ
مندرجہ ذیل کتابیں شایع ہو گئی ہیں۔

ہمارے دور کا انقلاب

موجودہ دنکے کے انقلابی تفاصیل کیا ہیں اور یہیں

کیوززم اور کسان

زرعی مسائل پر ایشانی نقد اور نظر سے سورج بچا۔
کسانوں کے تعلق کی پیشتوں کے حقیقی ارادے کیا ہیں؟
کیوززم جاگرہ را دس کا داشت۔ سہی اخذ کافیں کا؛ اور
ہندوستان کی زرعی اور ترقی کا صحیح راستہ کون سا ہے؟ ان
 تمام اہم مسائل کا یہ راصل تجویز مصنفوں رام سروپ۔
 قیمت در دو روپیے۔

آزادی کی نئی وسیعیں

آزادی کے تصور نے ایک ٹھوں تصور بینکے
بیٹے جو تاریخی مرحلے طے کیے ہیں اور ان میں جو خلی رنگ
آمیریاں ہوئی ہیں، ان سب کا حلولات افزودیا۔
مترجم گوپاں تھیں۔ ۱۲ صفحات۔ قیمت ۵ پیسے۔

کیوززم کی ہلپی کتاب

دو سو سوال اور ان کے جواب کیوززم کے متعلق
جو سوال عام طور پر پوچھے جاتے ہیں، اس کتاب میں ان کے
ٹھوں اور داشت جواب عام اہم اندماں میں دیے گئے ہیں
مترجم جلیس عابری۔ ۱۶۰ صفحات۔ قیمت ایک روپیہ۔

سو ڈسٹ روں کی حقیقت

سو ڈسٹ روں ہارے نہ کی ایک ٹھوں حقیقت
پر لیکن اسے چھانے میں لوگ عموماً غلط پر دیکھتے کہ شکار کو
دوڑ کا کھا جاتے ہیں۔ اس کتاب میں پر دیکھتے سے ہست
کر مصلحتی کو سامنے لایا گیا ہے۔ کتاب دو حصوں میں
چھپی ہے۔ جو گنجی قیمت در دو روپیے۔

تجددید جوں

آزادو کے شری ادب میں تاکہی اضافہ۔ روں اور
شرقی روپ کے با خیر شاعروں کی نکار ایک نظریوں کا

اس پتے سے منگائیے، مکتبہ تخلی۔ دیو بند ضلع سہارن پور ۱۰۰ پین۔

مُفْسِدِ سَرْوَهٗ نُورِ اس شاہکار تیاری میں تردید اتفاق کے پتھر سے بچنے والے

بچنے والے تیاری میں تردید اتفاق کے پتھر سے بچنے والے

بچنے والے تیاری میں تردید اتفاق کے پتھر سے بچنے والے

بچنے والے تیاری میں تردید اتفاق کے پتھر سے بچنے والے

بچنے والے تیاری میں تردید اتفاق کے پتھر سے بچنے والے

بچنے والے تیاری میں تردید اتفاق کے پتھر سے بچنے والے

بچنے والے تیاری میں تردید اتفاق کے پتھر سے بچنے والے

بچنے والے تیاری میں تردید اتفاق کے پتھر سے بچنے والے

بچنے والے تیاری میں تردید اتفاق کے پتھر سے بچنے والے

بچنے والے تیاری میں تردید اتفاق کے پتھر سے بچنے والے

بچنے والے تیاری میں تردید اتفاق کے پتھر سے بچنے والے

بچنے والے تیاری میں تردید اتفاق کے پتھر سے بچنے والے

بچنے والے تیاری میں تردید اتفاق کے پتھر سے بچنے والے

بچنے والے تیاری میں تردید اتفاق کے پتھر سے بچنے والے

بچنے والے تیاری میں تردید اتفاق کے پتھر سے بچنے والے

بچنے والے تیاری میں تردید اتفاق کے پتھر سے بچنے والے

قرآن اور حکایت

قرآن اور حکایت کیلئے پڑھنے والے اپنے طور پر وہیں کامیاب ہیں جو اپنے طور پر وہیں کامیاب ہیں۔ اس فوج کے ساتھ کامیابی کیلئے پڑھنے والے اپنے طور پر وہیں کامیاب ہیں۔

قرآن اور حکایت کیلئے کامیاب ہیں۔ اس فوج کے ساتھ کامیابی کیلئے پڑھنے والے اپنے طور پر وہیں کامیاب ہیں۔

قرآن اور حکایت کیلئے کامیاب ہیں۔ اس فوج کے ساتھ کامیابی کیلئے پڑھنے والے اپنے طور پر وہیں کامیاب ہیں۔

قرآن اور حکایت کیلئے کامیاب ہیں۔ اس فوج کے ساتھ کامیابی کیلئے پڑھنے والے اپنے طور پر وہیں کامیاب ہیں۔

قرآن اور حکایت کیلئے کامیاب ہیں۔ اس فوج کے ساتھ کامیابی کیلئے پڑھنے والے اپنے طور پر وہیں کامیاب ہیں۔

قرآن اور حکایت کیلئے کامیاب ہیں۔ اس فوج کے ساتھ کامیابی کیلئے پڑھنے والے اپنے طور پر وہیں کامیاب ہیں۔

قرآن اور حکایت کیلئے کامیاب ہیں۔ اس فوج کے ساتھ کامیابی کیلئے پڑھنے والے اپنے طور پر وہیں کامیاب ہیں۔

قرآن اور حکایت کیلئے کامیاب ہیں۔ اس فوج کے ساتھ کامیابی کیلئے پڑھنے والے اپنے طور پر وہیں کامیاب ہیں۔

قرآن اور حکایت کیلئے کامیاب ہیں۔ اس فوج کے ساتھ کامیابی کیلئے پڑھنے والے اپنے طور پر وہیں کامیاب ہیں۔

بَرَهَضْمِيَّ

پاچنول

استعمال کیجیے



پاچنول آپ کو ہشم کی فرازی سے بچانے والے قائم امراض سے
بچتا ہے۔ تیز رات کو گرد کرتا ہے۔ اور مرغی میڈاڑوں کو جلد
ٹھیک کر لے جیں۔ مدد و نفع۔ اور جگہ کو گرد کرتا ہے۔
آئی پاچنول استعمال کیجیے اور جگل جائیے کہ جسی اچھی کوچھی
کاشیات بکالے گی۔

ہمدرد دہلی کانپور پٹدنہ

